ALIGARH

جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ مطبوعاتِ صوفی نمبر ۲

صحابیات

یعنی

ازواج النبی صلعم۔ بنات النبی صلعم۔ دیگر مہاجرات انصاریات۔ مبایعات و غرائب النساء العرب کے
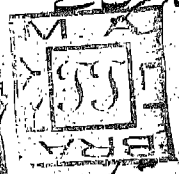
حالاتِ زندگی

مؤلفہ

مولینا نیاز محمد خان صاحب نیاز فتحپوری

جسکو

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

نے

باخذ جملہ حقوق
ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی مینجنگ ڈائرکٹر کے اہتمام سے
چھپوا کر شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتذار

اُردو طرز طباعت کی شکایت ہماری تصنیف کا ایک جزو لاینفک ہے۔ مولانا شبلی نعمانی مرحوم جس جانکاہی اور
یزی سے کاپیاں اور پروف دیکھا کرتے تھے وہ ارباب علم سے مخفی نہیں لیکن باوجود اس کے شاید ہی ان کی کوئی
ف ہو جو اعتذار کے زیور سے نا آراستہ ہو۔ مولانا مرحوم کاتبوں، سنگسازوں اور مطابع کے مالکوں کی
ستم ظریفیاں مزے لے لے کر بیان کیا کرتے تھے اور اس شر میں سے بھی وہ خدائے قلم ادب اُردو کے لئے
ایک خیر پیدا کر لیا کرتا تھا۔

صحابیات کی کتابت۔ طباعت اور تصحیح میں خاص احتیاط اور محنت سے کام لیا گیا لیکن پھر بھی انسان کے
اجزائے ترکیبی یعنی خطا و نسیان سے عہدہ برآئی نصیب نہ ہوئی۔ یہ داستان عذر و اظہار کوتاہی اس قدر فرسودہ
ہو چکی ہے کہ مزید قلمرانی کی متحمل نہیں۔ اس لئے ہم نہایت افسوس اور ندامت کے ساتھ قارئین کرام اور صحابیات
رضی اللہ عنہن کی ارواح پاک سے معافی چاہتے ہوئے غلط نامہ درج کرتے ہیں۔ کتابت کے مطالعہ سے
قبل اغلاط درست کر لی جائیں تاکہ ان کے شر سے بچاؤ ہو جائے۔

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	مقدمہ سے پہلے		بسم اللہ الرحمن الرحیم	۵	۲۴	الشاطین	الشیاطین
״	۷	ود	وہ	۶	۴	فضیابت	فضیلت
״	۱۷	ضیقی	حقیقی	״	۵	بیبٹی	بیٹی
۳	۶	اہمیت	اہمیت	۷	۱	کرنے دادن	کرنے والوں
״	۱۰	سکتی	سکتے	״	۲۵	رنتجہ	ونتیجہ
״	۲۱	کمزور ادنی	کمزور اور ادنی	۸	۹	انسوانی	نسوانی
״	״	ماسہ النزاع	مابہ النزاع	״	۱۸	موزوں ہے	موزوں سمجھے ہیں
۴	۳	سیجے	نیچے	۹	۱	کرقی	ترقی
״	۱۱	کے	کی	״	۲	سکندراعظم	سکندر اعظم
״	۱۲	ہی	ہی	״	״	دالے گی	ڈالے گی
״	۱۹	اسائش	وآسائش	״	۳	مصنقد کتنا	قدر سنتا ہے
۵	۶	در	اور	״	۴	چلا آباہے	چلا آتا ہے
״	۱۴	ہان کوہان	ہاں کوہاں	۱۰	۱	سکتا ہے	سکتی ہے
״	۲۱	فروگذشت	فروگذاشت	״	۲۱	کے رجہ	کی وجہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۹	اس طرح	اسی طرح
۱۲	۱	انسانیب	انسانیت
〃	۲۵	اپنی	اپنے
۱۳	۱۵	ویدوثت	فدویت
۱۴	۱	جابجا لطر	جابجا نظر
۱۵	۲	خدمات بہت نمایاں	خدمات بہت نمایاں
〃	۳	مستقیم الفکر	مستقیم الفکر
〃	۷	بن حج البیت	فن حج البیت
〃	۱۳	جو اسلام	جو اسلام سے
۱۶	۶	کی	کے
〃	۱۵	کے	کی
〃	۲۴	جول	جون
۱۷	۳	خویلد بن اسد	خویلد بن اسد
〃	۱۱	بعد عتیق ابن	بعد عتیق ابن
〃	۱۴	تجارتی	تجارتی
۱۸	۴	سیام	پیام
〃	۲۱	سلام	اسلام
۱۹	۲۴	ازازو	اندازہ
۲۰	۶	ثابت کردیتی	ثابت کردیتی
〃	۱۳	فرمایا "نہیں	فرمایا نہیں
〃	۱۴	جھٹلایا	جھٹلایا
〃	۱۹	کما حقہ وقف	کما حقہ واقف
〃	۲۲	تعظم	تعظیم
۲۱	۱۴	جوزبتون	جو موتیوں
〃	۲۴	یہ دردودو	پر درودو
۲۲	۲۲	ریشب	زینب
۲۴	۱۸	اس لئے ممکن ہے	اس لئے ممکن ہے
۲۶	۲۱	اپنی رفتار سے	اپنی گفتار سے
۳۰	۱۲	دکھا تھا	دیکھا تھا
۳۲	۱	دعوت اسلام پر	کا دعوت اسلام پر
۳۶	۱۷	سنہ ۱۱۰ھ	سنہ ۱۱ھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۳	رسول اللہ کے	رسول اللہ کی
〃	۲۲	خاتون	خاتون
۴۱	۱۰	مقرر ہو گئے	مقرر ہو کر گئے
۴۸	۱۶	آپ رویت	آپ نے روایت
۴۹	۲۲	لئے اور بعض	لئے ہے اور بعض
۵۱	۱	بعد عروسنے	بعد عروہ نے
۵۲	۱۰	تحائف بھیجے	تحائف بھیجتے
〃	۲۳	سلام کرتے	سلام کرنے
۵۴	۱۰	خنیس	خنیس
۵۶	۱۳	رسول اللہ کے	رسول اللہ کی
〃	۱۷	جبریل اور نیا تمرم ...	جبریل اور تمام صالح
		سب	مسلمان اور سب
۶۲	۱	بن عثمان	من عثمان
۶۷	۹	حلال نہ تھی	حلال نہ تھی
۶۸	۸	سفینہ کہ جو	سفینہ کو جو
۷۱	۸	ساقی	شامی
۷۵	۲۴	مدکورہ	مذکورہ
۷۶	۵	الجمیل	الجمیل
۷۸	۳	یہ عہد خلافت	عہد خلافت
۸۱	۳	کھاٹی	گھاٹی
〃	۹	جھڑاسے	چھڑانے
〃	۱۶	تزکو	تنزکو
۸۲	۳	تسبیح	تسبیح
۸۴	۱	دربعہ	ذریعہ
۸۵	۲۰	بولیس	بولین
۸۶	۱	کس	کیں
۸۷	۸	حی	جی
〃	۱۶	معرکتہ ارا	معرکتہ الآرا
۹۱	۱۱	ان لے پاس	ان کے پاس
〃	۱۶	جنت لبقیع	جنت البقیع
۹۲	۳	لقول	بقول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۳	۲	یں لیا	یں لے لیا	۱۶۵	۲۴	اسناد	استاد
۹۵	۲۰	پوچھا معلوم	پوچھا تو معلوم	〃	۲۵	سنجیدگی	سنجیدگی
۹۷	۲	رور	سرور	۱۶۹	۱۸	مرحاڈنگا ڈنگا	مرحا ڈنگا
〃	〃	امام المتقین	امام المتقین	۱۷۱	۱۱	او	آؤ
۹۸	۱۴	اشاعت	اشاعت	۱۷۴	۱۲	اظہار	اظہار
۱۰۰	۴	بھائی لڑکے	بھائی کے لڑکے	۱۷۷	۱۰	زار	زار زار
۱۰۱	۱۲	سے ہوئے	سے دو بدو ہوئے	۱۸۰	۲۴	شرکت	شجاعت
۱۰۳	۵	سن بلوغ اپنے	سن بلوغ سے قبل	۱۸۲	۱۹	گھائی	گھاٹی
۱۱۴	۲۰	علی بن طالب	علی بن ابی طالب	〃	〃	تقریبًا	تقریبًا
۱۱۸	۲	ابن حجر کی	ابن حجر کے	۱۸۴	۱	حلیے	حلقے
۱۲۳	۷	خصائل	فضائل	〃	۲	بنیابی	بیتابی
۱۲۵	۳	مثال ہن	مثال ہیں	۱۸۵	۳	مسلمہ	مسیلمہ
۱۲۶	۱۳	دم کر لیا	دم کر لیا کرو	۱۸۹	۵	ابو خذیفہ	ابو حذیفہ
۱۲۸	۱۰	دو جوڑ	دو جوڑے	۱۹۲	۲	نام کہیں	نام نہیں
۱۳۳	۱۳	کہ کھجور	کہ کر کھجور	۱۹۶	۱۵	ہامعشر	یامعشر
۱۳۵	۳	ابی بحر	ابی بکر	۱۹۷	۱	مگر یہ کہ	مگر یہ تہ
۱۳۷	۹	تنگدسنی	تنگدستی	〃	۷	سرکے جوئیں	سرکی جوئیں
۱۴۰	۲	منقش	منقش	〃	۱۰	معود	مسعود
۱۴۱	۱۶	پلادیتی تھیں	پلا دیتی تھیں	۱۹۸	۶	شرکت	شرک
۱۴۳	۱۰	در سلاست روی	اور سلامت روی	۱۹۹	۱۰	رہ	وہ
〃	۱۷	میرے	میری	〃	۱۸	ابن شیرین	ابن سیرین
۱۴۵	۲۱	نظاق	نطاق	۲۰۰	۸	لیشی	لیثی
۱۴۹	۹	امکوٹھی	انگوٹھی	〃	۱۴	مجاہدبن	مجاہدین
۱۵۰	۲	قبیلہ	قبیلہ	۲۰۱	۱۱	بیجا	بیچا
۱۵۸	۷	آدیبہ	ادیبہ	۲۰۳	۵	فخزومی	مخزومی
۱۵۹	۴	اورنہ	ورنہ	۲۰۶	۲۰	چرھتے	چڑھاتے
〃	〃	کتوم	مکتوم	۲۰۷	۴	طلحہ لے	طلحہ نے
۱۶۱	۲	چپسنی	چستی	۲۰۸	۱	ہہندیا	ہنس دیا
۱۶۴	۱۱	انفاق	اتفاق	۲۰۹	۱۶	الذباء	النساء
۱۶۵	۱۹	۲۰۴ھ	۲۴ھ	۲۱۰	۲۱	آگاہ	آگا
〃	۲۴	سرف	صرف	۲۱۴	۱۴	الیقظ	اریقط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۱۴	بزرگی	بزرگی کے	۲۳۵	۲۰	کفارا	کفارہ
۲۲۰	۸	حضرت ام	حضرت ام سلمہ	۲۳۶	۳	بیع	ربیع
۲۲۹	۳	سلون	سلول	۲۳۷	۱۰	میز	منبر
۲۳۲	۶	فبلتیں	قبلتین	۲۳۸	۷	اوران نام اور	اور
۲۳۳	۱۶	حاتے ہیں	جاتے ہیں	۲۳۹	۱۰	بھڑک	پھڑک

قواعد

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین۔ پنجاب

(۱) ڈائرکٹر صاحبان (۱) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب بی-اے (آکسن) ایل-ایل-ڈی بیرسٹرایٹ لا ر لاہور (۲) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹرایٹ لا ر گجرات (۳) سردار محمد عبید اللہ خاں صاحب افسر خزانہ بغداد شریف (۴) رحمت علی خاں صاحب پریزیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ کیلیفورنیا (۵) ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین مینجنگ ڈائرکٹر۔

(۲) صوفی پرنٹنگ کمپنی کا سرمایہ ایک لاکھ روپیہ ہے۔ جو دس دس روپیہ کے دس ہزار حصوں میں تقسیم ہے۔

(۳) کمپنی قرآن مجید۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف۔ اسلامی تاریخ اور تمام علوم جدیدہ کے متعلق کتابیں شائع کرے گی۔

(۴) عربی۔ ترکی۔ جرمنی۔ فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کی بہترین کتابوں کو اردو میں ترجمہ کرے گی۔

(۵) اُردو میں ایک مبسوط انسائیکلوپیڈیا مرتب کرکے شائع کرے گی۔

(۶) جو صاحب ڈھائی ہزار روپیہ قیمت کے حصے خریدیں۔ وہ ڈائرکٹر بن سکتے ہیں۔

(۷) کوئی آدمی چار ہزار سے زیادہ کے حصے نہیں خرید سکتا البتہ باپ اپنے ہر ایک لڑکے یا لڑکیوں کے نام سے چار چار ہزار کے حصے خرید سکتا ہے۔

(۸) جلسہ عام سال میں کم از کم ایک دفعہ ہوگا جس میں کم سے کم بیس ممبران کی حاضری ضروری ہے جلسہ عام میں سالانہ آمد و خرچ کا حساب پیش ہوگا ڈائرکٹر صاحبان کی رپورٹ اسکے پیش ہوگی۔ جو ڈائرکٹر بوجہ ختم میعاد ڈائرکٹری سے علیحدہ ہونگے۔ انکی جگہ جلسہ عام نئے ڈائرکٹر منتخب کریگا اور منافع شدہ روپیہ حساب تقسیم کئے جانے کا فیصلہ کریگا۔

(۹) ڈائرکٹر مجلس کا اجلاس کم سے کم سہ ماہی میں ایک بار ہوگا۔ اور جو ڈائرکٹر متواتر تین جلسوں میں حاضر نہ ہونگے۔ وہ ڈائرکٹر متصور نہ ہونگے غیر ملک کے ڈائرکٹر اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہونگے۔

(۱۰) ایک یا دو حصوں کا روپیہ بحساب دس روپیہ فی حصہ یکمشت پیشگی دینا چاہئیے تین سے دس حصوں کا روپیہ تین ماہ میں دو برابر اقساط میں ادا کرنا چاہئیے۔ گیارہ سے پچاس حصوں کا روپیہ چھ ماہ میں چھ برابر اقساط میں اور ایک سو ایک سے زیادہ حصوں کا روپیہ بارہ اقساط میں ادا کرنا چاہئیے۔ ایک سو ایک حصوں سے زائد لینے والے اصحاب جب تین قسط ادا کر چکیں۔ اور کسی خاص وجہ سے جلدی روپیہ مطابق قواعد ادا نہ کرسکیں تو مینجنگ ڈائرکٹر واقعات پر غور کرکے میعاد ادائیگی کی مدت بڑھا سکتا ہے۔

(۱۱) اگر قسط وقت پر ادا نہ ہوئی تو ادا شدہ روپیہ ضبط متصور ہوگا۔

(۱۲) نفع آمد و خرچ سال میں دو دفعہ چھپے گا اور منافع بھی سال میں دو بار یعنی جولائی و جنوری میں تقسیم ہوا کرے گا۔ انشاء اللہ۔

(۱۳) حصوں کا سارا روپیہ وصول ہونے پر حصص کا سرٹیفکیٹ روانہ کیا جائیگا جس پر کمپنی کی مہر، منیجر کمپنی اور دو ڈائرکٹر صاحبان کے دستخط ہونگے

(۱۴) کمپنی سے کوئی صاحب حصص کا روپیہ واپس نہیں لے سکتے۔ البتہ جو حصے دار اپنی کسی خانگی ضرورت کی وجہ سے حصے فروخت کرنا چاہیں وہ اپنے حصے فروخت کر سکتے ہیں کمپنی ان کو فروخت حصص میں مدد دے گی لیکن فیس انتقال حصص بشرح ذیل وصول کریگی۔ یہ روپیہ کمپنی کے سرمایہ محفوظ میں جمع رہیگا۔ ابتک بہت سے اصحاب اپنے حصص فروخت کر چکے ہیں شرح فیس انتقال حسب ذیل ہے:۔

دس حصوں تک دو روپیہ، گیارہ سے پچیس حصص تک ڈھائی روپیہ، ۲۶ سے پچاس حصوں تک پانچ روپیہ، ۵۱ سے سو حصوں تک دس روپیہ، ایک سو ایک سے ڈھائی سو حصوں تک پندرہ روپیہ، اس سے اوپر بیس روپیہ۔

(۱۵) اقساط جو ادائیگی حصص کیلئے مقرر ہیں وہ خریداران حصص کی آسانی کی غرض سے ہیں۔ ورنہ روپیہ یکمشت ادا کرنا بہتر ہے کیونکہ جس تاریخ سے روپیہ دفتر میں وصول ہوتا ہے۔ اسی تاریخ سے منافع کا حق حصہ داران کو ملنے لگتا ہے۔

(۱۶) جو صاحب پچیس حصص یا زیادہ کے خریدار ہونگے وہ ممبر مجلس انتظامیہ ہونگے ضروری امور میں ان سے بذریعہ ڈاک مشورہ لیا جاویگا۔ اور رسالہ صوفی ان کی خدمت میں مفت ارسال ہوگا۔ تمام مطبوعات کمپنی پر ان کا نام طبع ہوا کرے گا۔

(۱۷) ملازمان گورنمنٹ بلا روک ٹوک حصے خرید سکتے ہیں۔ فہرست مندرجہ قاعدہ ۱۹ میں کئی سرکاری ملازم شامل ہیں۔

(۱۸) حصص کا کل روپیہ آپ کو پنجاب کواپریٹو بنک لمیٹڈ لاہور میں بھیجنا چاہئے اور اطلاعی خط کمپنی کے دفتر میں روانہ کرنا چاہئے

(۱۹) اصحاب ذیل نے ۳۱ دسمبر ۱۹۲۳ء تک پچیس یا اس سے زیادہ قیمت کے حصے خرید لئے ہیں:۔

(۱) حضرت سجادہ نشین صاحب جلالپور شریف (۲) بابو دیال الدین صاحب کیمپ ہیڈ کلرک سپلائی ٹرانسپورٹ بوشہر ایران (۳) کپتان جمال الدین صاحب بہادر آئی۔ ایم۔ ایس آگرہ (۴) جمعدار عطا محمد صاحب ساکن بھوجہ حال ۱/۱۲ فرانٹیر فورس علی پور (۵) ایم۔ ایم اسلم خانصاحب پیٹرس ہوس کالج کیمبرج (۶) ملک بارام صاحب پنجاب پولیس گجرات (۷) چوہدری عالم دین صاحب آف سہنہ انسپکٹر ڈاکخانجات لورالائی بلوچستان (۸) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹر ایٹ لاء گجرات (۹) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور (۱۰) پروفیسر شیخ محمد جمیل صاحب اور سیر کنڈوجی۔ آئی پی ریلوے (۱۱) رحمت علی خاں صاحب پریذیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ (۱۲) ایک خاتون بمعرفت ایڈیٹر صاحب صوفی (۱۳) ملک محمد کرم خاں صاحب نمبردار پنڈی بہاؤالدین (۱۴) بابو معراج الدین صاحب کلرک لوکو سپرنٹنڈنٹ آفس یوگنڈا ریلوے کلینڈاٹن ممباسہ (۱۵) پسران ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی مشترکہ نام سے (۱۶) محمد عبد الستار صاحب جنرل مرچنٹ لدرچ (۱۷) ڈاکٹر عبد الواحد صاحب بابو لرو سپرنٹنڈنٹ سری نگر کشمیر (۱۸) باغ دین صاحب یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۱۹) نور الدین صاحب ڈیٹرائٹ امریکہ (۲۰) چوہدری خانصاحب براڈرک امریکہ (۲۱) ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی (۲۲) پیر بخش ولد فیض محمد صاحب براڈرک یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۲۳) سردار محمد عبد اللہ خان صاحب بہادر لوکل انسپکٹر آفیسر آف اکونٹس بصرہ (۲۴) مولانا محمد محی الدین صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس ہائیکورٹ دکن حال دہلی (۲۵) ڈاکٹر عبد الرشید صاحب خلف الرشید چنگو میاں صاحب ایم۔ بی بلگام الہولی ڈسٹرکٹ (۲۶) نور محمد عبد اللہ صاحب لکھا سوئی ہوس میمن واڑہ روڈ بمبئی ۳ (۲۷) اہلیہ خانصاحب نصیر احمد خانصاحب بمعرفت تحصیلدار صاحب موگہ (۲۸) صدیق احمد خانصاحب ایچ۔ پی بمعرفت تحصیلدار صاحب موگہ (۲۹) مولوی محمد حسین صاحب خوشنویس علاولگڑھ ضلع گوجرانوالہ (۳۰) منشی نواب بیگ صاحب سپروائزر جی۔ آئی۔ پی ریلوے بھوساول (۳۱) بیگم صاحبہ صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس آفتاب منزل علیگڑھ (۳۲) منشی نواب علی خانصاحب تعلقہ دار بام دیوی باغ حیدرآباد دکن (۳۳) محمد خان شوانی صاحب براڈرک امریکہ (۳۴) جناب محمد ابراہیم صاحب کاکا آنریری مجسٹریٹ میرپور خاص سندھ (۳۵) مہر الدین صاحب ولد بدہ بخش صاحب براڈرک امریکہ (۳۶) جلال الدین خانصاحب میریاسو لائبیلے نونیبا امریکہ (۳۷)

چراغ دین خانصاحب میریا سولا کیلی فورنیا امریکہ (۳۸) محمد عظیم منشی صاحب ٹنگباری اسٹیٹ فارجیلنگ (۳۹) حاجی محی الدین صاحب کچھرا پورہ کاٹھی (۴۰) مولوی محمد حسین صاحب کیلیفورنیا امریکہ (۴۱) احمد محی الدین صاحب ولد محمد عثمان صاحب محرر رجسٹری کنٹر ضلع اورنگ آباد دکن (۴۲) علی محمد صاحب ولد یعقوب علی صاحب موضع آموال ضلع جالندھر (۴۳) فتح دین صاحب اڈرک امریکہ (۴۴) خان غلام سرور خانصاحب ہیڈ کنسٹیبل تھانہ کھالڑہ ضلع لاہور (۴۵) چوہدری محمد عبداللہ خانصاحب گڈس سپرائٹر بغداد غربی (۴۶) منشی بوٹے خان صاحب ہیڈ کنسٹیبل تھانہ کھالڑہ ضلع لاہور (۴۷) شیخ فضل الٰہی صاحب پوسٹ بکس ۲۲۱۶ کلکتہ (۴۸) پیر بخش صاحب پنجابی براڈرک امریکہ (۴۹) عبداللہ خانصاحب پنجابی براڈرک امریکہ (۵۰) بابو ولی محمد خان صاحب آمل ڈلیوری کلرک جنرل سٹورز مغل پورہ لاہور۔

یکم جولائی ۱۹۲۳ء کو پہلی ششماہی کا منافع باوجو کثیر ابتدائی اخراجات اشتہارات رجسٹری اور کتابوں کی تالیف کے پندرہ روپیہ سینکڑہ سالانہ کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا تھا۔ گویا جن صاحبان نے چار ہزار کے حصے خریدے تھے انکو گھر بیٹھے پچاس روپے ماہوار مل گئے۔ زمین یا مکانات جن پر اس قدر رقم لگائی جائے کبھی اس قدر مستقل نفع نہیں دے سکتے۔ آیندہ خدا کے فضل وکرم سے زیادہ نفع کی توقع ہے۔

دوسری ششماہی کا منافع بھی ۳۱ دسمبر ۱۹۲۳ء تک کے وصول شدہ رقوم پر پندرہ فیصدی سالانہ کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ابتک اس قدر منافع ابتدائی حالت میں کسی کارخانہ نے تقسیم نہیں کیا۔ کمپنی کی حالت نہایت اطمینان بخش اور اس کی جائداد بالکل تسلی دہ ہے۔ آپ ضرور خود حصے خریدیں اور اپنے احباب متوسلین اور متعلقین کو خرید حصص کی ترغیب دیں اس سے زیادہ منفعت بخش سودا اور کوئی نہیں۔ یہ کمپنی فردوس بریں کا وہ مقدس درخت ہے جو سال میں دو دفعہ پھل دیتا ہے۔ اور علاوہ دنیوی فائدہ کے ثواب عقبیٰ جو حصہ دار کو حاصل ہوتا ہے وہ الگ ہے۔

کمپنی کے متعلق ملک کے مشہور اخبارات کی رائیں

اخبار وکیل امرتسر

اردو زبان میں اعلیٰ پایہ کی مذہبی کتب کے فقدان کو محسوس کر کے ملک محمد الدین صاحب ما یہ صوفی نے یہ کمپنی گذشتہ جنوری میں قائم کی تھی۔ جو باضابطہ رجسٹری ہو چکی ہے۔ اس کا مجوزہ سرمایہ ایک لاکھ روپیہ ہے جس میں سے نصف کے حصص فروخت ہو چکے ہیں۔ ملک صاحب اور دیگر کارکنوں کی کوشش سے کمپنی مذکورہ نے شروع میں ہی اس قدر ترقی کی ہے کہ پہلی ششماہی میں حصہ داران کو پندرہ فی صدی سالانہ منافع تقسیم کیا گیا ہے۔ کمپنی کی موجودہ رفتار آیندہ ترقی کے لئے نہایت ہی مبارک فال ہے۔ ملک کے سرمایہ داروں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس کمپنی کے حصص ضرور خریدیں۔ اس میں روپیہ لگانے سے منافع بھی حاصل ہوگا اور مذہبی کتب کی اشاعت سے دینی فرض بھی ادا ہوتا رہے گا۔ (مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء)

اخبار زمیندار لاہور

اس کمپنی نے پہلے ہی سال میں پندرہ فی صدی سالانہ کے حساب سے نفع تقسیم کیا جو لوگ لمیٹڈ کمپنیوں کے کثیر ابتدائی اخراجات سے واقف ہیں۔ اور پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک معقول رقم ریزرو میں بھی رکھنی پڑتی ہے وہ یقیناً اس نفع پر بہت خوش ہوں گے۔ ہمارے نزدیک یہ شرح منافع کمپنی کی آیندہ ترقی کے لئے نہایت مبارک فال ہے۔ ملک محمد الدین صاحب مذہبی کتب کی اشاعت کا کافی تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کے زیر اہتمام کمپنی کی خوشحالی یقینی ہے۔ (مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۲۳ء)

اخبار سیاست لاہور

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ کمپنی کے منیجنگ ڈائرکٹر ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی ہیں۔ مذہبی کتب کی اشاعت میں آپ کا تجربہ بہت وسیع ہے۔ ملک صاحب نے اس کمپنی کے قیام سے ملک کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اور اس طرح کمپنی کے اجرا سے ایک اعلیٰ مذہبی اور قومی خدمت کی ہے۔ (مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۲۳ء)

الامان دہلی

یہ کمپنی مذہبی کتابوں کی اشاعت کی غرض سے گذشتہ جنوری میں قائم ہوئی تھی۔ یورپ و دیگر متمدن ممالک میں تو اس قسم کی کمپنیاں بہت سی ہیں۔ لیکن اردو دنیا میں اور بالخصوص مسلمانوں میں یہ پہلی کمپنی ہے جس نے اپنی پہلی ششماہی میں پندرہ فی صدی سالانہ منافع تقسیم کیا ہے۔ منافع کی یہ شرح کمپنی کی آیندہ ترقی کو بہت کامیاب ثابت کرتی ہے۔ ملک محمد الدین صاحب مذہبی کتابوں کی اشاعت کا کافی تجربہ رکھتے ہیں اور اس کامیابی پر ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں۔ (مورخہ ۷ اگست ۱۹۲۳ء)

مسلم آوٹ لک لاہور

(ترجمہ از انگریزی)

صوفی کمپنی نے اپنے قیام سے ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مکانات اور زمین کی جائداد پر چھ فی صدی سے زیادہ نفع حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن کمپنی نے پندرہ فیصدی منافع تقسیم کر کے سرمایہ داروں کے لئے روپیہ لگانے کے لئے سنہری موقع پیدا کر دیا ہے۔ (مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۲۳ء)

خاکسار سلطان علی

منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

صحابیات کے متعلق

حضرت قبلہ علی پوری سلمہ ربہ کا فرمان واجب الاذعان - فقیر اہل اسلام کو عموماً اور پیران طریقت کو خصوصاً تاکید کرتا ہے کہ ہر ایک اس تبرک کتاب (صحابیات) کا ایک ایک نسخہ ضرور خریدے کیونکہ اس کے مطالعہ سے ظاہری اور باطنی اخلاق درست ہونگے اور سعادت دارین نصیب ہوگی علاوہ دینی اور سلف کی حالت کا موازنہ معلوم ہوگا۔

نیز جو مدارس اسلامیہ تعلیم نسوان کی غرض سے ہیں ان کے منتظم کنندگان و مہتمموں پر لازم ہے کہ لڑکیوں کی تربیت روحانی کیلئے اس کتاب تبرک کو داخل نصاب کریں تاکہ اخروی اور نجات ابدی حاصل کریں - امید کہ فقیر کی یہ صدا خالی نہ جاویگی۔

حضرت مولینا عبد الباری صاحب قبلہ دام ظلہم - جس طرح اسوۂ حسنہ حضرت نبی کریم صلعم اور حضرات صحابہ کا مردوں کے لئے راہ نجات ہے اسی طرح عورتوں کے لئے ازواج مطہرات اور صحابیہ عورتوں کی اتباع دلیل راہ ہے - اس کی بہت کمی ہے کہ ایسے اہم الاقتداء عورتوں کے حالات اردو میں جمع کئے جاویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے اس کمی کو ایک حد تک پورا کیا ہے۔ لوگوں نے فرداً فرداً سوانح بعض ازواج و بنات کے لکھے مگر اس اہتمام کے ساتھ حالات صحابیہ عورتوں کے جیسے جناب نے لکھوائے ہیں اور جس لطافت اور خوشنمائی کے ساتھ اس کو طبع کرایا ہے یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ نے یہ خدمت انجام دی ہے۔ دیگر مسلمان بھائیوں اور بہنوں کا فرض ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاویں۔

رائٹ آنریبل میاں سر محمد شفیع صاحب کے سی ایس آئی - ای لا ممبر گورنمنٹ آف انڈیا۔ کتاب صحابیات کے مطالعہ سے میں بہت خوش ہوا ہوں لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ہے اور ظاہری صورت ایسی ہے کہ خود بخود کتاب پڑھنے کو جی چاہتا ہے اس کے ساتھ اس کی باطنی خوبیاں بھی کسی طرح کم دلکش نہیں۔ مولانا نیاز محمد خاں صاحب کی طرز تحریر نہایت دلپذیر ہے اور ایک مذہبی اور تاریخی تصنیف میں ادبی رنگ جھلکتا ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب ہر اسلامی گھر میں موجود ہونی چاہئے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم اے بیرسٹر ایٹ لا لاہور۔ کتاب صحابیات مصنفہ جناب نیاز فتحپوری نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ مسلمان عورتیں اس سے بہت مستفید ہونگی۔

روزانہ اخبار وکیل امرتسر۔ صحابیات صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی کے سلسلہ مطبوعات کا دوسرا نمبر ہے۔ مولانا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری نے ازواج مطہرات و بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں تالیف کیا ہے۔ مسئلہ نسائیات پر محققانہ بحث کی گئی ہے کاغذ نہایت اعلیٰ کتابت و طباعت نہایت عمدہ اور ٹائیٹل نہایت دیدہ زیب ہے۔ حسن ظاہری کے اعتبار سے اس کتاب کو عروس الکتب کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ (۷ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء)

اخبار سیاست لاہور - صحابیات - صوفی کمپنی پنڈی بہاؤالدین ادبیات اسلام میں بہترین اضافہ کی کوشش کر رہی ہے یہ اس کی دوسری سعی مشکور ہے جو کتاب مذہب عنوان کی شکل میں جلوہ پذیر ہوئی ہے۔ اس میں ازواج مطہرات بنات نبی اعظم صلعم و دیگر مہاجرات و انصاریات وغیرہ کے حالات زندگی جناب مولوی نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری نے نہایت تحقیق و تدقیق سے جمع کئے ہیں۔ یہ کتاب عورتوں اور مردوں دونوں کیلئے نہایت مفید ہے کیونکہ جن معزز و محترم خواتین کے حالات اس کتاب میں درج ہیں - ان پر خورشید اسلام کی اولین شعاعیں پڑی تھیں۔ موضوع کتاب کی دلبستگی و افادہ بخشی کے لحاظ سے کمپنی مذکور نے اس کی تیاری میں جو کوشش کی ہے - وہ بھی ہر لحاظ سے قابل داد ہے۔ ہماری رائے میں کوئی مسلم گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت بلا جلد ۔ اور مجلد ۔

ملنے کا پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

(مطبوعہ [illegible] لاہور [illegible] باہتمام [illegible] عبد الرشید منیجر)

فہرست مضامین

نظام تمدن مین مسئلہ "نسائیات" نے اب اس قدر اہمیت اختیار کرلی ہے کہ زندگی کے کسی شعبہ پر اس وقت تک کوئی مکمل بحث نہین ہوسکتی، جب تک خدا کی اس "نازک" مگر اسی حد تک "اہم" مخلوق کا ذکر نہ کیا جائے۔ کیونکہ عالم اخلاق کا کوئی پہلو عورت سے جدا نہین کیا جاسکتا اور عمرانیت و مدنیت کا مفہوم "اک وہم" ہوکر رہجاتا ہے، اگر جنس نازک کو نظرانداز کردیا جائے،

ایک مرد، عورت کی فطری حیاپسندی اور عزلت نشینی کو دیکھ کر یہ حکم لگا سکتا ہے کہ وہ کارگاہ عالم مین ایک ساقط الاعتبار چیز ہے، اس کے نرم و نازک اعضا، اس کے رقیق و سریع التاثیر قلب کا لحاظ کرکے سمجھ سکتا ہے کہ وہ دنیا مین صرف رونے اور کڑھنے کے لیے پیدا ہوئی ہے لیکن ہم ایک لمحہ کے لیے اس حقیقت کو فراموش نہین کرسکتے کہ اس کی یہی فطری خلوت پسندی تھی، جسنے کائنات کے ایک ایک راز کو مرد پر ظاہر کردیا اور اس کی یہی نرمی و نزاکت تھی جس نے سخت ترین منازل حیات طے کرنے مین ہماری مدد کی،

بیشک ایک مرد اسپر فخر کرسکتا ہے کہ اسنے اپنی کاوش و جستجو سے ارتقاء تمدن مین نمایان حصہ لیا، یقیناً وہ دعوی کرسکتا ہے "بجار و کہربا" کو اپنا خادم بنا کر اسنے انسان کو صحیح معنے مین انسان بن جانے کا موقعہ دیا، وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ امریکہ اس نے دریافت کیا، دنیا کے بلندترین کوہستانی سلسلہ کے مرتفع ترین نقطہ پہ پہونچنے کی کوشش مین اس نے جانیں دین، اور اپنے صناعات و اختراعات، اکتشافات و ایجادات سے اسی نے "خلافۃ اللہ فی الارض" کی حقیقت کو وا نشگاف کیا، لیکن اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ اخلاقی دنیا جو حقیقی محرک ارتقاء تمدن کی ہے، عبارت ہے صرف "عورت" سے اور زمانہ خواہ کتنی ہی ترقی کیون نہ کرے وہ اس احساس کو محو نہین کرسکتا۔

ہم تسلیم کرتے ہین کہ سلطنتون کی بنیاد مرد ہی نے قائم کی، قوانین اسی نے وضع کیے

علوم وفنون اسی کی ذات سے وابستہ ہین اور سلسلۂ اسباب وعلل کو اسی نے نمایان کیا لیکن اسکے ساتھ کیا ہم اس حقیقت کو نظر انداز کرسکتے ہین کہ "للمراۃ سلطۃ فی نفوذ انہا اکثر نفوذاً من القوانین ودموعہا اقوی حجۃ من الشرع" عورت کی نگاہین وہ کام کرجاتی ہین جہان بادشاہون کی شوکت وجبروت عاجز نظر آتی ہے اور اس کے آنسو ایسے قوی دلائل ہین جن کے سامنے دنیا کا ہر قانون اپنی سپر ڈالدیتا ہے۔

لیکن باوجود اس کے کہ عورت دنیا مین اسقدر "اہمیت" لیکر آئی ہے، باوصف اسکے کہ ہم اسقدر شدت سے اس کے محتاج ہین، فطرت کا یہ کسقدر عجیب وغریب فیصلہ ہے کہ اسی قابل احترام طبقہ کی سب سے زیادہ توہین کی گئی اور اسی "رحم آموز" جنس پر زیادہ مظالم کئے گئے نسائیات کی قدیم تاریخ دنیا کی ایسی دردناک داستان ہے کہ مشکل سے کوئی شخص اسکا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی صحت کا یقین کرسکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ واقعات محو نہین ہوسکتے اور اس لیے یہ بدنما داغ "انسانیت" کی پیشانی سے کبھی نہین مٹ سکتا کہ مرد نے اس آغوش کو زخمی کیا جس آغوش مین اسنے پرورش پائی اور اس نے اسی سینہ کو مجروح کیا جس سے اسکا رشتۂ حیات واعمال وابستہ تھا۔

اگر اس عہد سے قطع نظر کرلیا جائے جسے "عہد وحشت وبربریت" سے تعبیر کیا جاتا ہے تو بھی کثرت سے ایسی مثالین ملتی ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد تہذیب وعمرانیت مین بھی کوئی ایسا وحشیانہ سلوک نہ تھا جو عورت کے ساتھ روا نہ رکھا گیا اور دنیا کی کوئی ذلت ایسی تھی جو اس مظلوم طبقہ کو برداشت کرنی نہین پڑی۔

مشکل سے کوئی مسئلہ ایسا ملیگا جس مین اسقدر کثرت کے ساتھ لوگون نے اتفاق رائے سے کام لیا، جتنا عورت کے مسئلہ مین وہ متحد الخیال ہین۔ مطالعۂ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے شاذ صورتون کے ہر شخص نے اسی امر پر زور دیا ہے کہ عورت کی فطرت مرد کے مقابلہ مین بہت کمزور واقع ہوئی ہے، حتے کہ زمانۂ قدیم مین یہی امر مابہ النزاع تھا کہ عورت کے پاس روح بھی موجود ہے یا نہین۔

ہندوچین، یونان وروم مین بھی جو تہذیب وشائستگی کے گہوارے سمجھے جاتے تھے، عورت سے احتراز کرنے کی تعلیم دیجاتی تھی جیسا کہ ان کی روایات علم الاصنام سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ خود مہوچہو سے ایک دیوتا نے پوچھا کہ "سلسلۂ تناسل کے مسئلہ مین تو ہین

عورت کی طرف سے بے نیاز نہین بنا دیتا" (اور شاید اسی غرور کی سزا ہے کہ اب ہیکانکی سے توالد و تناسل کا طریقہ زیر غور ہے جس مین مرد کی ضرورت بالکل باقی نہین رہتی) ایک جگہ اور اسی قسم کی درخواست پیش کی گئی کہ "اس آفتاب کے نیچے مردون پر عورتون کی بلائین مسلط کی گئی ہے"

بروایت انڈر وہیکی یونانیون کا خیال عورت کے متعلق ان کے اس فقرہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ "آگ سے جلجانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے"

سقراط کہتا ہے کہ عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز دنیا مین اور کوئی نہین - وہ دفلی ( ) کا درخت ہے کہ بظاہر بے انتہا خوبصورت و خوشنما نظر آتا ہے لیکن جب کوئی چڑیا اسے کھاتی ہے تو مرجاتی ہے" افلاطون کا قول ہے کہ "جتنے ذلیل و ظالم مرد ہین، وہ سب نتائج کے عالم مین عورت ہوجاتے ہین" پھر عورت کی ذلت کا خیال صرف حکما و فلاسفر ہی کے دماغ مین مرکوز نہ تھا، بلکہ مذہبی دنیا مین بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا چنانچہ قدیس برنارڈ کہتا ہے کہ "عورت شیطان کا آلہ ہے" یوحنا دمشقی کا قول ہے کہ :- "عورت کر کی بیٹی ہے اور امن و سلامتی کی دشمن" بلکہ روایات انجیل کے مطابق حضرت عیسےٰ کا خود اپنی ماں کو جھڑک دینا ظاہر ہے-

یورپ اور علے الخصوص رومتہ الکبریٰ جو عیسویت کا مرکز تھا اور جہان مبلغین امن کی جماعتین ہر جگہ تعلیمات مسیح کی تبلیغ کرتی ہوئی نظر آتی تھین، اس لحاظ سے اسقدر گرا ہوا تھا کہ مشکل سے اس کی کوئی دوسری نظیر مل سکتی ہے - یہان عورتون کی حالت لونڈیون سے بدتر تھی، ان پر ایک جانور کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور یقین کیا جاتا تھا کہ اس طبقہ کو آرام آسایش کی ضرورت ہی نہین ہے - ذرا ذرا سے قصور مین یہ ذبح کر دیجاتی تھین اور محض بے بنیاد الزامات پر آگ مین ڈالدی جاتی تھین - سولھوین اور سترھوین صدی عیسوی مین جب جادو کا اعتقاد نہایت رسوخ کے ساتھ لوگون کے دلون مین جاگزین ہوگیا تھا، اسوقت اکثر صورتون مین غریب عورت ہی پر الزام رکھا جاتا تھا اور وہی ظلم کا شکار ہوتی تھی،

الگزنڈر ششم نے سنہ ۱۴۹۴ مین، لوئی دہم نے سنہ ۱۵۲۱ مین، اڈرین ششم نے سنہ ۱۵۲۲ مین جس بیدردی کے ساتھ عورتون اور ان کے بچون کو سحر کے الزام مین ذبح کیا، اس سے

تاریخ یورپ کے صفحات رنگین ہین۔ ملکہ الزبتھ اور جمیس اول کے عہد مین ہزار ون عورتون کا اس جرم مین جلایا جانا اور لانگ پارلیمنٹ کے زمانہ مین سولی دیا جانا تاریخ کے کھلے ہوئے واقعات ہین،

اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ جمیس ششم جب ڈنمارک سے شادی کرکے واپس آیا تو اس سے کہا گیا کہ چند عورتون نے راستہ مین جمع ہوکر طوفان برپا کرنے کا سحر کیا ہے، چنانچہ یہ عورتین گرفتار کی گئین ور اقبال جرم کے لیئے انھین جسمانی سزائین دیجانے لگین اور جب اس تکلیف سے عاجز آکر انھون نے اقبال کیا تو سب کی سب ذبح کر دی گئین۔

اس طرح انگلستان ہین عورتون کو سزا دینے کے لیئے ایک خاص مجلس وضع کی گئی جس نے عورتون پر ظلم کرنے کے لیے جدید قوانین مرتب کیئے۔ الغرض سارے یوروپ نے اس صنف پر ستم کرنے کا عہد کرلیا تھا جس کا نتیجہ بقول ڈاکٹر اسپرنگ یہ ہوا کہ عیسائیون نے ۹۰ لاکھ عورتونکو زندہ جلا دیا"

چونکہ زمانۂ قدیم مین عورت اک جنس کاسد کی حیثیت رکھتی تھی، اس لیئے ظاہر ہے کہ اسکی اخلاقی حیثیت اس وقت کس درجہ زبون رہی ہوگی۔ ایران مین بیوی اور بہن کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، مشرق کے نصارٰے نہ مان کو مان سمجھتے تھے اور نہ بہن کو بہن اور ہندؤن کے ہان ایک عورت متعدد بھائیون کی بیوی بن سکتی تھی۔ پھر لطف یہ ہے کہ نہ شریعت موسوی نے اس طرف توجہ کی نہ حضرت داؤد اس کا کوئی مداوا کرسکے اور جس طرح حضرت یعقوب کی نبوت اس باب مین کامیاب ثابت نہین ہوئی، اسی طرح مسیح کی صلح کل رسالت بھی اس غریب طبقہ کی فریاد کو نہ پہونچ سکی۔ اسی کے ساتھ ہندوستان مین نہ وید مقدس نے عورت کی اخلاقی حالت کو بلند کرنے کی کوشش کی اور نہ بودھ نے اس صنف کے لیے کوئی قانون مقرر کیا۔

سرزمین عرب مین بھی جہان آخر کار نبی آخر الزمان نے ادیان سابقہ کی اس فروگذاشت کی پوری تلافی کرنے کا عزم استوار کرلیا، عورت کا شمار بدترین مخلوقات عام مین سے تھا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے،

ان النساء شیاطین خلقن لنا　　　نعوذ باللہ من شر الشیاطین

جب ذہبی بہراہ کی لڑکی نے انتقال کیا تو ابوبکر خوارزمی نے ان الفاظ مین اظہار

تعزیت کیا کرو۔

اگر تم اس کے ستر و حجاب اور اس کی صفات حمیدہ کا ذکر کرتے۔ تو تمھارے لیے بہ نسبت تعزیت کے تہنیت زیادہ موزون ہوتی، کیونکہ ناقابل اظہار چیزون کا چھپ جانا ہی بہتر ہے اور لڑکیون کا دفن کرنا ہی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ہم ایسے زمانہ مین ہین کہ اگر کسی شخص کی بیوی، اس سے پہلے مر جائے تو گویا اس کی نعمتین مکمل ہو گئین اور اگر بیٹی کو اسنے قبر مین اتار دیا تو گویا اپنی داماد سے پورا انتقام لے لیا۔

ایک شاعر کا قول ہے کہ

تهوی حیاتی واهوی موتها شفقا والموت اکرم نزال علی الحرم

(وہ میری زندگی چاہتی ہے اور مین از روئے شفقت اس کی موت چاہتا ہون کیونکہ موت عورت کے حق مین عزیز ترین مہمان ہے)

آج یورپ اپنی تہذیب و مدنیت اپنے اخلاق کی بلندی اور احترام جنس لطیف کا بہت بڑا مدعی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کے شواہد اس کے خلاف ہین اور اس کی دور مین جب کہ تعظیم نسائیت کا لوا اس درجہ اہتمام کے ساتھ بلند کیا جا رہا ہے مدنیت کا بطون کچھ اور کہتا ہے،

اس مین شک نہین کہ ڈانٹی اور پٹرارک نے ایک حد تک عورت کے حقوق کی رعایت کی ہے اور شکسپیر نے بھی اپنے ڈرامون مین عورت کا اخلاقی پہلو بلند دکھایا ہے۔ اسطرح فرانس کا مشہور شاعر کارنل بھی اس خیال کا حامی نظر آتا ہے اور قرون وسطے مین جرمنی کے شاعر ہنریک فون مسن نے بھی عورتون کی تعریف مین متعدد نظمین لکھی ہین، لیکن اول تو اس قسم کے واقعات بہت شاذ ہین اور جو ہین بھی وہ بالکل بیکار و عبث ہین، کیونکہ حقیقی معنے مین وہ عورت کی کوئی مدد نہین کر سکے اور اس کی حیثیت نے ایک مزدور اور آلہ تفریح سے زیادہ ترقی نہین کی۔

ایک فرانسیسی مصنف اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ "عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کا احترام کرے کیونکہ وہ اس کا آقا و مالک ہے، ہر کام مین اس کی اطاعت کرے اور اس کی طبیعت کے مطابق اپنے کو بنائے۔ اسے چاہیے کہ شوہر کے پاؤن دھوئے، گھر کی حفاظت کرے اور اگر اپنے شوہر سے علیحدہ ہو تو اپنی صورت کسی کو نہ دکھائے"

عورتون پر ظلم کرنے والون مین وولٹر، روسیو، ڈرہیلہ اور مونٹسکو کا نام سب سے پہلے لیا جاتا ہے۔ ہر چند یہ لوگ وہ ہین جنھون نے یورپ مین حریت و آزادی کی بنیاد قائم کی، لیکن صنف نازک کے باب مین ان کے اقوال نہایت سخت ہین مونٹسکو کا قول ہے کہ "فطرت نے مرد کو قوت و عقل دی ہے اور عورت کو صرف زینت و خوشنائی، اگر عورت سے یہ خارجی پردہ اٹھا لیا جائے تو اس کی اہمیت و اقتدار بھی ختم ہو جاتی ہے،

ڈیڈرو سمجھتا تھا کہ عورتین صرف جسمانی لذات حاصل کرنے کا ذریعہ ہین" روسیو نے اس خیال کو ذرا مہذب الفاظ مین یون بیان کیا ہے کہ "عورت مرد کی مسرت کے لیے پیدا کی گئی ہے" لیکن کیا مرد کے لیے یہ ضروری نہین کہ وہ عورت کی خوشی کا باعث ہو؟ اس کا جواب روسیو نے ذرا کمزور الفاظ مین اس طرح دیا ہے کہ "مرد کے ذمہ یہ فرض اسقدر اہم نہین ہے"

یہی وہ خیال تھا جس کی بنا پر انقلاب فرانس صرف مردون کے حقوق کا ضامن تھا اور عورت پر اس کا کوئی احسان نہین ہے۔ چنانچہ نپولین نے بھی جزیرۂ ہلنا مین ایک بار یہ خیال ظاہر کیا کہ "عورت فطرت کی طرف سے مرد کے لیئے ایک عطیہ ہے تاکہ بچے پیدا کیا کرے۔ عورت ہماری ملک ہے، ہم عورت کی ملک نہین ہین"، اور فرانس کا ایک مشہور شاعر صاف صاف الفاظ مین ظاہر کرتا ہے کہ "مین فطرت سے صرف اس لیے برہم ہون کہ اُس نے اس کمینہ جانور (عورت) کو محاسن محو کرنے کے لیے کیون پیدا کیا"،

اہل جرمن، عورت کے ساتھ دشمنی کرنے مین بھی بہت ممتاز نظر آتے ہین، کیونکہ انھون نے اس عداوت کی بنیاد علمی و فلسفی اصول پر قائم کی ہے۔ چنانچہ شوپنہور لکھتا ہے کہ "مرد کی ذکاوت اور ہوشیاری ۲۸ سال کی عمر مین درجۂ کمال تک پہونچ جاتی ہے اور عورت کی ۱۸ سال کی عمر مین چونکہ ۱۸ سال کے بعد اس کے تعقل و ادراک مین کوئی ترقی نہین ہوتی اس لیے عورت تمام عمر ایک بچہ ہی رہتی ہے،

نیٹشے نے دنیا کو ان مصائب سے ڈرایا ہے جو اس کے خیال مین عورتون کے آزاد کرنے سے پیدا ہونگے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ "ہمارے زمانہ کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ عورت کے دل مین مرد کا خوف کم ہوتا جاتا ہے حالانکہ اس کا مقصد حیات صرف یہ ہے کہ وہ مرد کی قید مین رہے اور اس کی خدمت کرتی رہے،

عورت کے متعلق نیتنچہ کا خیال سب سے زیادہ عجیب و غریب ہے۔ اسنے اس موضوع پر

صرف ایک کتاب لکھی اور کتاب لکھنے کے بعد خودکشی کرلی۔ اس کی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی، لیکن اس کتاب نے اسے غیر فانی بنا دیا، اس کتاب میں اس نے وہ تمام لعنتیں اور برائیاں جمع کردی ہیں جو گذشتہ زمانہ سے اب تک عورت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور ان تمام برائیوں کو علمی و فلسفی صورت میں پیش کیا ہے وہ دنیا سے صرف اس لیے بیزار تھا کہ اس میں عورت جیسی ہستی پیدا کی گئی اور اس بیزاری کا ثبوت اس نے اپنی خودکشی کے ذریعہ سے پیش کیا[1]۔

[1] وننجر کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جنس، عورت و مرد دو تباین جنسوں میں منقسم نہیں ہے، یعنے ایسا کوئی مرد نہیں ہے جس میں صرف مردانہ اوصاف پائے جاتے ہوں اور نہ ایسی کوئی عورت ہے جس میں خالص نسوانی خصوصیات پائی جائیں بلکہ ہر مرد و عورت میں دونوں قسم کے صفات پائے جاتے ہیں اسلیے مرد وہ ہے جس میں مردانہ صفات نسوانی صفات پر غالب ہوں اور عورت وہ ہے جو اس کے برعکس ہو اور جس میں دونوں قسم کے صفات مساوی طریق پر پائے جائیں وہ خنثٰی ہے،

اس اصول کی بنا پر چونکہ محبت کی حقیقت صرف فریقین کا تجاذب قرار پاتی ہے اس لیے سب سے بہتر محبت وہ ہے جو فریقین کے مردانہ و زنانہ صفات کے توازن پر قائم ہو۔ مثلاً اگر کسی شخص میں ۸۰ فی صدی مردانہ صفات اور ۲۰ فی صدی زنانہ اوصاف پائے جاتے ہیں تو اسے ایسی عورت تلاش کرنی چاہیے جس میں ۲۰ فی صدی مردانہ اور ۸۰ فی صدی نسائی صفات پائی جائیں، اسی طرح وہ عورت جس میں ۳۰ یا ۴۰ فی صدی نسائیت ہے اس کے لیے ایسا مرد موزون ہے ۷۰ یا ۶۰ فیصدی مردانہ خصائل پائے جاتے ہوں۔ وننجر کے نزدیک صنف نازک اور صنف قوی کا تجاذب اس عملی قانون کے ماتحت ہے، جسے ہم قانون استکمال کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اقتدار، کمال اور تفوق اس کے نزدیک مرد ہی کا حصہ ہے اور دنیا میں جتنی صاحب کمال عورتیں گزری ہیں، ان کا کمال صرف اس وجہ سے تھا کہ ان میں مردانہ صفات زیادہ پائے جاتے تھے۔ تاہم اس کے نزدیک بڑی سی بڑی عادل عورت متوسط عقل کے مرد سے آگے نہیں بڑھ سکتی،

وننجر کا یہ بھی خیال ہے کہ شہوانی خواہشات اور جسمانی لذتیں صرف حیات نسوانی کا کرشمہ ہیں۔ مرد کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ان سے بلند گزر جائے، لیکن عورت کے لیئے ناممکن ہے اور اس لیئے فطرتاً وہ مرد کی قید میں رہنے کے لیے وضع کی گئی ہے۔

یہ نہایت تعجب خیز امر ہے کہ عورت کی ترقی کو مرد نہایت حیرت کی نظر سے دیکھتا ہے سکندر اعظم، نپولین اور گیلیلو کا کمال اس کو حیرت میں نہیں ڈالے گی اس کے استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب وہ کلیوپیٹرا، جون آف آرک اور کیتھرائین کے کارناموں کا مطالعہ کرتا ہے۔ چونکہ صنف نازک کی طرف سے سوءظن مرد کی فطرت میں چلا آتا ہے، اس لیئے وہ نسوانی ترقی کو مافوق العادۃ بلکہ فطرت کی غلطی خیال کرتا ہے۔

مرد کے نزدیک عورت کی حکومت صرف عالم جذبات و عواطف پر ہو سکتی ہے۔ عقل و ادراک، غور و فکر اور متانت و تدبر میں اس کا حصہ بہت کم ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عورت میدان فکر و اختراع میں بھی مرد سے پیچھے نہیں رہ سکتی۔

اس میں شک نہیں کہ اس وقت مرد علوم و فنون میں عورت سے زیادہ ترقی کر چکا ہے لیکن یہ نتیجہ اس حقیقت کا نہیں ہے کہ مرد و عورت کے نظام عقلی و قوائے دماغی میں فطرت نے کوئی فرق رکھا ہے، بلکہ یہ اس ظلم و تعدی کا نتیجہ ہے جو از منۂ قدیمہ سے صنف نازک پر ہوتی چلی آئی ہے۔ اس دعوی کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب کبھی کسی عورت کو ترقی کرنے کی فرصت ملی اور اس عہد کے ادبی و اجتماعی حالات نے اس کی مساعدت کی تو وہ کمالات انسانی میں کسی طرح مرد سے پیچھے نہیں رہی۔

پچھلے زمانہ میں اور خاصکر جنگ شروع ہونے کے بعد نسوانی زندگی میں غیر معمولی تغیر پیدا ہونے لگا۔ اسنے کارخانوں میں جا کر کام کیا، اسنے ڈاکٹری سیکھی، وکالت کی، وظائف و مناصب کو حاصل کیا اور اپنے تمام اعمال و اشغال سے ثابت کر دیا کہ جن باتوں کو مرد صرف اپنے لیے مخصوص سمجھتا تھا انھیں عورت نے بھی اسی خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ لیکن ابھی تک اس دور تہذیب و شائستگی، اس عہد نصفت و ارتقا میں بھی مرد تجاہل سے کام لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عورت کی موجودہ ترقی عارضی ترقی ہے اور وہ بہت جلد رجعت قہقری کر کے اپنے اصلی مرکز پر پہونچ جائے گی، لیکن انہیں جاننا چاہیے کہ نوع بشری کی اجتماعی رفتار اور اس کے مضبوط قوانین حقیقت کو مستور رہنے نہ دینگے اور اسے اعتراف کرنا پڑیگا کہ عورت تمام کمالات انسانی میں مرد کے دوش بدوش چل سکتی ہے اور وہ صرف خادم و غلام بننے کے لیئے دنیا میں نہیں آئی

علوم و فنون کے نشو و نما کے متعلق جو مباحث زمانۂ حال میں کیئے جاتے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت میں ایجاد و اختراع کی بھی پوری قابلیت موجود ہے اور وہ تمدن

ورفتار تمدن کا رُخ بدل سکتا ہے۔

حقیقت مین لاسلکی ایک عورت ہی کی اختراع ہے جس کا نام ادوسا تھا، سوت کاتنے کی صنعت ملکۂ چین ہی کی ایجاد ہے جو ۲۴ صدی قبل مسیح پائی جاتی تھی اور گاڑیون کو مسلح کرنا ملکۂ سمیرامیس ہی کے دماغ کا نتیجہ تھا۔

فن مصوری کے متعلق بھی یہی مرجح ہے کہ اسے ایک یونانی عورت نے ایجاد کیا جس کا نام کامیرؤہ تھا۔ ہل کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عورت ہی کی اختراع ہے۔ علمار انتھروپالوجی (علم الانسان) نے ثابت کیا ہے کہ عہد قدیم مین جب کہ انسان صرف شکار اور لوٹ مار پر زندگی بسر کرتا تھا، عورت گھر مین بیٹھ کر آلات ایجاد کیا کرتی تھی جن پر آگے چل کر انسانی ترقی کی بنیاد قائم ہوئی،

اب تاریخ کو صرف اس لیے نہ پڑھنا چاہیئے کہ وہ مرد کی تاریخ ہے، تمدن کا مطالعہ صرف اس لیے نہ کرنا چاہیئے کہ وہ مرد کے قوائے دماغی کا نتیجہ ہے، بلکہ اب تاریخ کا مطالعہ اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھ کر کرنا چاہیے کہ تمام اعمال انسانی مین عورت بھی پوری حصہ دار ہے۔

زمانۂ قبل تاریخ کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت ہی نے سب سے پہلے زراعت شروع کی اور اسی نے زمین کو صاف کر کے اسے قابل زراعت بنایا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ دور اول مین جب مرد شکار کر کے چمڑے لاتا تھا تو عورت ہی اس کے ملبوس طیار کیا کرتی تھی۔ اس نے درختون کی شاخون سے مکان بنائے، اسی نے اُون کاتا، ملبوس کو دھویا، کھانا طیار کیا اور مٹی کے برتن بنائے۔

عورت ہی نے گاؤن مین بازار قائم کیے اور ان بازارون مین عورت ہی کو سیادت حاصل ہوئی جن پر بعد کو دنیا کے عظیم الشان تمدن کی بنیاد قائم ہوئی۔

اب میدان علم و اختراع کو دیکھیئے تو معلوم ہو گا کہ عورت نے یہان بھی کارہائے نمایان انجام دیے اور باوجود اس کے کہ خانگی مصائب اور منزلی فرائض کے سبب سے اسے تحصیل علوم کا کوئی موقعہ نہین ملا اور نہ مردون نے اس درجہ اسے آزاد کیا کہ وہ آسانی سے اکتساب فنون کر سکتی، تاہم اس نے جو کچھ کیا وہ کس طرح نظر انداز نہین کیا جا سکتا،

کون شخص ہے جو فلسفۂ وضعی (   ) کی بانی صوفیا جرمان کو بھلا سکتا ہے، جس کی مہارت علوم ریاضیہ مین اپنا نظیر نہ رکھتی تھی اور فلکیات مین عورتون کے

اکتشافات سے کون انکار کر سکتا ہے۔

اغانیس مصریہ کا حرکت افلاک کو دیکھ کر صحیح صحیح پیشین گوئی کرنا اور تھسلی کی مشہور عورت اگلاونیس کا کسوف وخسوف کے حالات بتا دینا، اُس زمانہ مین جب کہ مرد بھی علم الافلاک سے زیادہ واقف نہ تھے کوئی معمولی بات نہین ہے۔

اسکندریہ کی مشہور فلاسفر عورت ہیپا تھیا کے علمی کارنامون سے تاریخ کے صفحات معمور ہین جس نے اسطرلاب ایجاد کیا اور سب سے پہلے علم جبر مین ایک تصنیف ملک کے سامنے پیش کی۔ جرمنی کی تاریخ میری کو نیسیا، مارگرٹ کرش اور میڈیم رکر کو کبھی نہین بھول سکتی جن کی علمی تصانیف واکتشافات کا ہر شخص کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

اس طرح فرانس کی جان ددمی، میڈم دوشاتلی (جسنے نیوٹن کے فلسفۂ طبیعی کا ترجمہ کرکے اسپر نہایت مفید حواشی کا اضافہ کیا) میڈم لپوٹ، میڈم لالونڈ، میڈم دوبیری، میڈم دبلارسو اور میڈم کلیمانس (جسنے تالیفات ڈارون کا ترجمہ کیا) ان خواتین مین سے ہین جنہین تاریخ علم وادب مین ہمیشہ نمایان جگہ دیجائے گی۔

فن ایسٹرونمزن ( ) یعنی ترکیب الاجرام الفلکیہ پر سب سے پہلے جس نے کتاب لکھی وہ سر ولیم ہجز کی بیوی تھی۔

اختراعات وایجادات کے سلسلہ مین میڈم کوری کو زمانہ کبھی فراموش نہین کر سکتا جسنے ریڈیم دریافت کیا اور اخلاقیات وسیاسیات مین بھی زمانۂ قدیم سے لیکر عہد حاضر تک کوئی قرن ایسا نہین گزرا کہ عورتون نے ان مین کافی حصہ نہ لیا ہو، ملکۂ تھیوڈورا ملکۂ زنوبیا اسپین کی ملکۂ اسابلا، روس کی ملکہ لوئی، میڈم رولینڈ (جسنے آزادی فرانس مین بڑا حصہ لیا) اور لبوسی اسٹون (جو غلامون اور عورتون کی آزادی کی زبردست حامی تھی) وغیرہ کثرت سے ایسی عورتین ہوئی ہین، جن کے احسان سے دنیا سبکدوش نہین ہو سکتی۔

خاص سرزمین عرب مین بھی جسقدر ادیب وفاضل عورتین ہوئی ہین اور فراست وشجاعت، ذہانت وکیاست کی جسقدر نسوانی مثالین ریگستان عرب سے رونما ہوئین وہ بھی کسی سے مخفی نہین۔

پھر دیکھنا یہ ہے کہ وہ عورت جو باوجود اسقدر ضروری عنصر انسانیت ہونے کے ہمیشہ ٹھکرائی گئی اور جو عہد جدید مین بھی باوجود اپنے ان تمام کارنامون کے ناقابل التفات

پیز خیال کی گئی اسلام نے کس حد تک اس کے احترام کا حکم نافذ کیا اور اس کو انسانیت کی کس سطح پر لاکر روشناس کیا۔

جو کچھ صفحات ماسبق مین بیان کیا گیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تہذیب جدید نے عورت کو علمی و عملی میدان مین بھی مردون کے دوش بدوش کام کرنے کا اہل ثابت کر دیا ہے اور آجکل یوروپ کی معاشرت اس کی شہادت مین پیش کی جاسکتی ہے، لیکن اسی کے ساتھ آپ یہ بھی دیکھین گے کہ اخلاقی نقطۂ نظر سے عورت کی حالت گر گئی ہے اور اسی بناء پر بعض کا خیال ہے کہ عورت کے لیے تعلیم جدید یا اس کی آزادی مفید نہین ہوسکتی، مگر ایسا خیال کرنا حقیقتاً واقعات سے غلط نتیجہ اخذ کرنا ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ عورت کی تربیت کی طرف کبھی صحیح اعتنا نہین کیا گیا اور اس کا وہ اخلاقی زوال جو از منۂ قدیمہ سے شروع ہوا تھا، اب بھی بدستور جاری ہے،

البتہ اسلام و صاحب اسلام نے جو اسوہ اس طبقہ کے لیے پیش کیا اور تعلیم و تربیت کے جس اصول کو پیش نظر رکھا وہ یقیناً ضامن تھا عورت کی مکمل ترقی کا اور ہمارے پاس مثالین موجود ہین کہ سرزمین عرب نے جہان عورت کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا جاتا تھا، اس تعلیم کی بدولت چند دنون مین "نسائیت" کے وہ وہ نمونے پیش کئے کہ اب مشکل سے اُن کی نظیر مل سکتی ہے۔

اگر اسلام نے ایک طرف طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة کہکر عورت کے لیے تعلیم و ترقی کا دروازہ مردون کے دوش بدوش کھولدیا تو دوسری طرف اُن کو اخلاقی تعلیم دے کر یہ بھی بتایا کہ اس لحاظ سے اُن کی حالت "آبگینون" کی طرح ہے جو ذراسی ٹھیس سے چور چور ہو جاتے ہین آپ اس کتاب مین متعدد ایسے واقعات دیکھین گے جن سے معلوم ہوگا کہ اسلام نے عورت کا مرتبہ کسقدر بلند کر دیا اور اس طبقہ مین کیسی اصلاح کی۔

یون تو کائنات کا ہر ہر ذرہ انوار الٰہی کا مظہر ہے، لیکن روحانیت قبول کرنے کے لئے عورت جسقدر موزون پیدا کی گئی ہے ویسی کوئی دوسری مخلوق نہین ہے، چنانچہ اسلام نے سب سے پہلے عورت کو جس طرف متوجہ کیا وہ اس کی روحانیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ صحابیات مین آپ تقویٰ و عبادت کا ایک خاص رنگ محسوس کرینگے اور دیکھین گے کہ انھون نے اسلام کے لیے کیسے کیسے شدائد برداشت کئے اور مذہب کی خاطر انھون نے اپنی

عزیز ترین تعلقات دنیاوی کو منقطع کر دیا۔

حضرت سمیہ نے جب اسلام قبول کیا تو کفار نے انہیں سخت اذیتیں دینا شروع کیں یہانتک کہ گرم ریت پر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے اور وہ تملایا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ اسی حال میں زمین پر تڑپ رہی تھیں کہ رسول اللہ کا گزر ہوا آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ "سمیہ گھبراؤ نہیں صبر کرو، جنت تمھارا ٹھکانا ہے"۔ یہ وہ اذیت تھی کہ اگر مرد بھی کوئی اُن کی جگہ ہوتا تو اسلام کو ترک کر دیتا، لیکن وہ آخر وقت تک ثابت قدم رہیں اور کوئی اذیت انہیں اسلام سے منحرف نہ کر سکی۔ یہ تھی عزم و استقلال کی وہ روح جو اسلام نے اپنی ماؤں کے اندر پیدا کی تاکہ انکی اولاد بھی اسی ارادہ و ثبات کو لیکر پیدا ہو جس سے ایک قوم کا مستقبل طیار ہوتا ہے،

پھر حضرت عمر نے قبل اسلام لانے کے اپنی بہن کو جسقدر تکلیفیں پہونچائیں، وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں اور صلح حدیبیہ کے بعد بہت سی صحابیات کا اپنے کافر شوہروں کو چھوڑ دینا بھی تاریخ کا روشن واقعہ ہے۔

عبادات کے سلسلہ میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد مخصوص چیزیں ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ ان کی پابندی کما حقہ ادا کرنا بہت مشکل ہے، لیکن آپ دیکھیں گے کہ اس باب میں اسلام نے اپنی عورتوں کے اندر بھی وہ روح پیدا کر دی تھی، جو دوسرے مذاہب کے مردوں میں بھی نظر نہیں آتی۔ اس کے ساتھ جذبۂ ایثار و فدویت کا جو رنگ تھا وہ اور سونے پر سہاگہ تھا۔

جب غزوۂ احد میں حضرت صفیہ اپنے بھائی سید الشہداء حضرت حمزہ کے کفن کے لیے دو کپڑے لائیں، تو آپ نے دیکھا کہ ان کی لاش کے پاس ایک اور انصاری کی بھی برہنہ لاش پڑی ہوئی ہے آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اپنے بھائی کو وہ دو دو کفن دیں اور اس انصاری کو نظر انداز کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ایک کفن اس انصاری کے لیے قرعہ کے ذریعہ سے علیحدہ کر دیا،

ایک بار رسول اللہ نے خطبۂ عید میں صدقہ و خیرات کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا۔ اس مجمع میں صحابیات بھی موجود تھیں۔ انھوں نے اپنے کانوں کی بالیاں اور انگلیوں کے چھلے تک دیدیے۔ حضرت اسماء کے پاس صرف ایک لونڈی تھی، انھوں نے اسی کو بیچ ڈالا اور سارا روپیہ صدقہ میں دیدیا۔ یہ تھا وہ جذبۂ ایثار و فدویت جس میں تمام صحابیات

ڈوبی ہوئی نظر آتی تھیں۔

جنگ کے موقعہ پر بھی انھوں نے جسقدر حصہ لیا، وہ بھی آپ کو اس کتاب میں جابجا نظر آئے گا اور معلوم ہوگا کہ عرب کی عورت اس وقت کیا چیز تھی۔

عبادت کے بعد نہایت اہم چیز معاملات ہیں جن کا تعلق عام اخلاق انسانی سے ہے، سو اس میں بھی آپ صحابیات کو مردوں سے کس طرح کم نہ پائیں گے۔ فضائل اخلاق میں ایثار کا بڑا مرتبہ ہے، یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضا روزہ سے تھیں اور گھر میں صرف ایک روٹی موجود تھی، ایک مسکین عورت آئی تو آپ نے لونڈی کو حکم دیا کہ روٹی اسے دیدے" لونڈی بولی کہ" افطار کس چیز سے کیجیے گا، آپ نے فرمایا کہ تم تو دیدو پھر دیکھا جائے گا۔

حضرت اسمار کی فیاضی ضرب المثل تھی کہ وہ کل کے لیے ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھتی تھیں اور روزانہ سب کا سب صدقہ و زکوٰۃ میں دیدیا کرتی تھیں ازواج مطہرات میں حضرت زینب بنت جحش کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چمڑے کی دباغت کیا کرتی تھیں اور اس کی آمدنی ساری کی ساری غربار کو دیدیا کرتی تھیں۔

کینہ پروری اور انتقام جوئی عورت کی فطرت ہے خصوصًا اس وقت جب کہ معاملہ رقابت کا ہو، لیکن یہ اسلام ہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ جب حضرت عائشہ سے حضرت زینب کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ" مجھے ان کی نسبت جو کچھ معلوم ہے وہ اچھا ہی اچھا ہے اور اس میں برائی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔

انصاف پسندی کا یہ عالم تھا کہ معاویہ بن خدیج، حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کرتے ہیں، لیکن جب حضرت عائشہ سے معاویہ کی بابت دریافت کیا جاتا ہے تو وہ انکی تعریف کرتی ہیں، کیونکہ انکا سلوک لوگوں کے ساتھ اچھا تھا۔

صلۂ رحم و ہمدردی کا خیال اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ خادموں کے ساتھ بھی کسی قسم کی سختی کو روا نہ رکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو عبدالملک نے اپنے خادم کو آواز دی، اس کو آنے میں دیر ہوئی تو اسنے خادم پر لعنت بھیجی حضرت ام الدردار بھی اس کے محل میں تھیں، صبح کو انھوں نے عبدالملک سے کہا کہ" رات کو تم نے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ رسول اللہ نے اس کی سخت مخالفت کی ہے"

علمی خدمات کے سلسلہ میں بھی صحابیات کے کارنامے آپ جابجا اس کتاب میں

دیکھین گے اور معلوم کرین گے کہ فیضان نبوی نے اس وقت کی عورتون مین کیسی صلاحیت و دقیقہ شناسی پیدا کردی تھی۔ اس باب مین حضرت عائشہ کی خدمات بہت نمایان نظر آتی ہین اور آپ کے متعدد واقعات ایسے ہین، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کس درجہ صحیح الراے اور مستقیم الفکر واقع ہوئی تھین اور آپ کا طرز استدلال کتنا مُسکت اور برمحل ہوا کرتا تھا۔ کلام مجید مین کوہ صفا و مروہ کا طواف کرنے کے متعلق یہ حکم آیا ہے کہ۔

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ — صفا و مروہ خدا کے شعایر ہین اس لیے جو شخص خانہ
فمن حج البیت فلا جناح علیہ ان — کعبہ کا حج کرے، یا عُمرہ کرے، تو کچھ مضائقہ نہین
یطوف بھما۔ — اگر وہ ان پہاڑیون کا بھی طواف کرے۔

عروہ نے حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا کہ کلام مجید کے طرز عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا و مروہ کے طواف کرنے مین کوئی مضائقہ نہین ہے یعنے اگر اس کو ترک کردیا جائے تو بھی کوئی حرج نہین۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ "اگر آیت کا وہ مطلب ہوتا جو تم سمجھے ہو تو یون ارشاد ہوتا کہ لا جناح ان لا یطوف بھما (یعنی اگر انکا طواف نہ کرو تو کوئی حرج نہین ہے) اور چونکہ یہ آیت قبائل اوس و خزرج کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام سے قبل منات کی جے پکارا کرتے تھے اور بعد اسلام صفا و مروہ کے طواف کو اس لیے بُرا سمجھتے تھے کہ وہان منات نصب تھا، اس لیے خدا نے ارشاد فرمایا کہ وہان کے طواف مین کوئی حرج نہین۔

حضرت عائشہ کے علم قرآنی کا دوسرا واقعہ قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق ہے۔ حتی اذا استایس الرسل الخ، جس کو آپ نفس کتاب مین ملاحظہ فرمائین گے۔ علاوہ اس کے اور بھی متعدد واقعے ایسے ہین جن سے حضرت عائشہ کی ذہانت، اور انکا تفقہ فی الدین ظاہر ہوتا ہے۔

فن حدیث مین درایت کا بڑا مرتبہ ہے، لیکن حضرت عائشہ کو حقیقتاً اس کا موسس کہنا چاہیے کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی نے اس اصول کو استعمال کیا۔ چنانچہ مردے پر اسکے اہل و عیال کے رونے کی وجہ سے عذاب نازل ہونے کی حدیث آپ کے سامنے پڑھی گئی تو آپ نے اس کی صحت سے انکار کردیا کیونکہ درایتاً وہ ناقابل قبول ہے اور ثبوت مین کلام مجید کی اس آیت کو پڑھا،

لا تزر وازرۃ وزر اخری — کوئی شخص دوسرے کی معصیت کے بوجھ کو نہین اٹھائے گا

اسی طرح جب آپ کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ شب معراج میں رسول اللہ نے خدا کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ روایت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے کہ

لاتدرکہ الابصار — خدا کو کوئی نگاہ نہیں پا سکتی۔

معاملات میں صلۂ رحم اسقدر دشوار امر ہے کہ بڑے بڑے دیندار و محتاط لوگ ڈگمگا جاتے ہیں لیکن صحابیات اس باب میں اپنے غیر مسلم قرابتداروں کا بھی پورا خیال رکھتی تھیں اور باہمی تعاون کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کی ذرا سی پھانس بھی چبھ جاتی تھی تو محلہ کی عورتیں حد درجہ خلوص و محبت کے ساتھ ان کی مدد کو حاضر ہو جاتی تھیں۔

الغرض اسلام نے عورتوں کے اخلاق کو بلند کرکے ان کے احترام کو مردوں پر واجب کر دیا اور یہی وہ کمی تھی جس کو امم سابقہ کے بادشاہ نہ سمجھ سکتے تھے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک عورت ترقی کرکے میدان عمل میں مردوں سے زیادہ محنت و جفاکشی کر سکے۔ یہ بھی ناممکن نہیں کہ وہ علوم فنون میں اپنی اختراعات و ایجادات سے غیر معمولی اضافہ کا باعث ہو لیکن اگر اس کے اخلاق بلند نہیں ہیں، اگر وہ اپنی حقیقی نسائیت کو کھو چکی ہے تو پھر اس کی تمام ترقیاں بیکار ہیں اور وہ ایک ایسا عذاب ہو کر رہ جاتی ہے کہ مرد کے لیے بھی دنیا دوزخ بن جاتی ہے۔

آج ہم مغرب کی تہذیب و معاشرت، وہاں کے طبقۂ لطیف کی پاکیزگی و ترقی کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں، یقیناً یہ باتیں قابل رشک ہیں، اگر اس کے ساتھ وہاں کی عورت کی اخلاقی حالت بھی ایسی ہی پاکیزہ ہو جیسی ان کی صورتیں ہیں، لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ان کے شوق علم و ترقی کے ساتھ ہی اپنی عورتوں میں اس اخلاق کو بھی پیدا کریں جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جس کا حال ہمیں صحابیات کی زندگی کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے،

یہی وہ غرض ہے جس کو پیش نظر رکھ کر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے اور ضرورت ہے کہ بجائے دور از کار افسانوں کے ایسی ہی کتابیں عورتوں کے سامنے پیش کی جائیں، تاکہ وہ اپنی حقیقت، اپنے فرائض اور صحیح اخلاق کی اہمیت کو سمجھیں اور ان پر کاربند ہوں۔

نیاز فتحپوری

۲۱۔ جون ۱۹۳۷ء

ام المومنین حضرت خدیجہ

نام ونسب آپ عرب کی شریف ترین قوم، قریش اور قریش کے بہترین خاندان کی مقدس خاتون تھین۔ خدیجہ نام تھا اور طاہرہ لقب ان کے باپ خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ اور نانا اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر تھے۔ یعنی چند پشت قبل ان کا دادھیال اور ننھیال ایک تھا[۱]۔

قصی، جو حضرت خدیجہ کے پردادا تھے، حضرت رسول کریم صلعم کے جد اعلیٰ تھے اس اعتبار سے حضرت خدیجہ اور رسول اللہ کا یکجدی ہونا مخفی نہین۔

نکاح پہلے حضرت خدیجہ، ورقہ بن نوفل سے منسوب تھین۔ مگر کسی وجہ سے نکاح نہ ہوا اس کے بعد ابو ہالہ نے جسکا نام ہند بن نباش تھا، آپ سے نکاح کر لیا۔ ابو ہالہ کا باپ اپنی قوم مین بڑا شریف خیال کیا جاتا تھا اور معہ اپنے بیٹے کے مکہ مین مقیم ہو گیا تھا[۲]۔

ابو ہالہ کے مرنے کے بعد عتیق ابن عابد اور عتیق کے بعد صیفی ابن امیہ نے جو حضرت خدیجہ کے ابن عم تھے خدیجہ کی شوہری کا مرتبہ پایا لیکن کچھ دنون کے بعد صیفی بھی انتقال کر گئے اور اب حضرت خدیجہ بیوہ تھین۔

تجارت ان دنون قریش کے تجارتی تعلقات شام سے زیادہ تھے۔ اور خود حضرت خدیجہ کا مال کثرت سے وہین فروخت ہوتا تھا[۳]۔

حضرت خدیجہ لوگون کو ملازم رکھتی تھین اور انہین سے ان کا تجارتی کار وبار چلتا تھا۔ خدا نے مال و دولت کثرت سے دیا تھا، روپیہ پیسہ کی کمی نہ تھی مگر پے در پے صدمون کی وجہ سے طبیعت دنیا سے سیر ہو چکی تھی۔

جب آنحضرت صلعم ۲۵ سال کے ہوئے اسوقت آپکے پاکیزہ اخلاق اور دستور

[۱] طبقات ج ۸ ص ۸ [۲] ایضاً [۳] در المنثور ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر

اوصاف کا کافی شہرہ ہوچکا تھا۔ عرب کے ہر گوشہ مین آپ امین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے
حضرت خدیجہ جن کی عقیدت نواز نگاہین پہلے ہی سے ایسے فرد مقدس کی جستجو مین تھین
بڑے اشتیاق سے آپ کی پذیرائی کے لیے آمادہ ہوئین اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین
پیام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت، شام تک لیجایا کرین تو مین اپنا غلام میسرہ آپ کے ساتھ
کردون اور جتنا معاوضہ اور لوگون کو دیتی ہون اوس سے دوچند آپ کو دیا کرون[1]۔

ادھر رسول اللہ صلعم کو اپنے سرپرست چچا ابو طالب کے ذریعہ سے خدیجہ کی تجارت کا
حال معلوم ہوچکا تھا اس لیے آپ نے بے تکلف منظور فرما لیا۔ اور اشیار تجارت لیکر بصرہ کا
رخ کیا۔ اتفاق کی بات کہ آپ جتنا مال لیگئے تھے وہ سب فروخت ہوگیا اور مکہ مین واپس آکر
جب نفع کا حساب کیا گیا تو جتنا پہلے ہوا کرتا تھا اوس سے دوگنا تھا۔ حضرت خدیجہ بہت خوش
ہوئین اور جتنی رقم آپ کے لیے نامزد کی تھی اوس سے المضاعف نذر کی[2]۔

آنحضرت صلعم سے نکاح اس دوران مین حضرت خدیجہ کو آنحضرت صلعم کے کافی حالات معلوم
ہوچکے تھے اور آپ کی نگاہون مین رسول اللہ صلعم کی وقعت بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ انھون نے
رسم عرب کے مطابق بغیر کسی ولی کی وساطت کے آپ سے نکاح کی خواہش کرنے کا ارادہ
استوار کرلیا۔

نفیسہ (حضرت خدیجہ کی لونڈی) پیامبر بنائی گئی نفیسہ نے آنحضرت صلعم کو پیام پہونچایا
اور آپ کا ایما پاکر خدیجہ کے حکم سے اونکے چچا عمرو بن اسد کو بلا لائین[3]۔

حضرت خدیجہ کے باپ حرب فجار مین مارے جاچکے تھے[4]۔ اس لیے ان کے چچا
عمرو ابن اسد اس وقت آپ کے سرپرست تھے۔ آخرکار رسول اللہ کے چچا ابو طالب اور
تمام اکابر خاندان، حضرت خدیجہ کے گھر پر جمع ہوے۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا
اور ۵۰۰ درھم طلائی مہر قرار پایا اوس وقت حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی[5]۔

اسلام تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ عورتون مین سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون
حضرت خدیجہ ہین۔

جب رسول اللہ صلعم پر ابتدءً وحی نازل ہوئی تو آپ ڈر گئے اور اسکا ذکر خدیجہ سے
کیا۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ سچ بولتے ہین، صلہ رحم کا خیال رکھتے ہین، امانت گذار

[1] طبقات ج ۸ ص ۹ [2] در المنثور ص ۱۸۰ [3] طبقات ج ۸ ص ۹ [4] ایضاً [5] ایضاً [6] اصابہ ص ۵۳۹

مہمان نواز ہین اور مصیبت کے وقت لوگون کی مدد کرتے ہین اللہ آپکو تنہا نہ چھوڑیگا" پھر آپکو اپنے ساتھ اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئین جو اس زمانہ کے مشہور نصرانی عالم تھے اور تورات وانجیل پر کماحقہ عبور رکھتے تھے ورقہ نے آنحضرت صلعم سے واقعہ دریافت کیا آپ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کردیا۔ ورقہ یہ سارا حال سُنکر سمجھ گیا اور بولا کہ یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اُترا تھا کاش کہ مجھ مین قوت ہوتی اور مین اوسوقت تک تمھاری مدد کرنے کے لیے رہتا جب تمھاری قوم تمکو نکالدیگی" اس کے تھوڑے دن کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا[۱]۔

ابن سعد نے یحیی بن فرات کے حوالہ سے ایک روایت مین اوسوقت کے اسلام کی تصویر کھینچی ہے۔ جو عفیف کندی کے بیان کیے ہوے الفاظ مین درج ذیل کیجاتی ہے:-

مین زمانہ جاہلیت مین مکہ آیا کہ اپنی بیوی کے لیے عطر اور کپڑا خرید کر لیجاؤن۔ عباس بن عبدالمطلب کے پاس ٹھہر گیا، صبح کا وقت تھا، میری نگاہ کعبہ کی طرف تھی عباس بھی ساتھ تھے۔ اتنے مین ایک جوان شخص آیا، اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا کر دیکھا اور پھر روبہ قبلہ کھڑا ہوگیا تھوڑی دیر مین ایک لڑکا آیا اور اوس جوان کے داہنی طرف کھڑا ہوگیا، زیادہ وقفہ نہ ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونون کے پیچھے کھڑی ہوگئی غرضکہ یہ دونون اوس جوان کے ساتھ نماز پڑھکر چلے گئے تو مین نے عباس سے کہا "عباس! مین دیکھتا ہون کوئی بڑا انقلاب ہونے والا ہے۔ عباس نے کہا "ہان۔ تم جانتے ہو، یہ جوان، لڑکا اور عورت کون ہین" مین نے کہا نہین۔ عباس نے کہا "یہ جوان محمد، عبداللہ بن عبدالمطلب میرے بھائی کا بیٹا تھا اور لڑکا علی (ابوطالب بن عبدالمطلب کا بیٹا) تھا عورت جسکو تمنے دونون کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا میرے جوان بھتیجے (محمدؐ) کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اسکا مذہب خاص الہامی مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے تمام روے زمین پر ان تینون کے سوا کوئی اس دین کا پابند نہین ہے" یہ سُنکر مجھے تمنا ہوئی کہ چوتھا مین ہوتا[۲]"

آنحضرت صلعم کو اوسوقت تبلیغ حق اور اشاعت اسلام مین جتنی مشکلات درپیش تھین اسکا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ کہ ایک مدت تک اپنی غمگسار بیوی کے ساتھ چھپ کر نماز پڑھا کیے[۳]۔

[۱] یہ سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری جلد اول مین درج ہے۔ [۲] طبقات جزء ص ۱۱ [۳] ایضاً ص ۱۔

ایسے پُر آشوب زمانہ مین حضرت خدیجہ نہ صرف آپ کی ہمخیال اور غمگسار تھین بلکہ ہر موقع پر بڑی حد تک آپ کی مدد کرتی تھین۔ کتب سیر مین اس کی متعدد مثالین موجود ہین۔

آنحضرت صلعم کی آپ سے محبت ظاہر ہے کہ ایسی ہمدرد اور دلسوز بیوی جو شوہر کی رضامندی اس کی اطاعت، اور راحت رسانی مین کوشان رہنے کے علاوہ اپنی عقلمندی سے تمام صدمات کو دور کر دیتی ہو، اور مخالفون اور مشرکون کی مخالفت غرا ہم ثابت کر دینی ہو وہ شوہر کو کہانتک محبوب نہوگی۔

چنانچہ آپ کا یہ حال تھا کہ خدیجہ کی وفات کے بعد جب تک آپ خدیجہ کا ذکر کرکے اونکی اچھی طرح تعریف نہ کرلیتے تھے، گھر سے باہر تشریف نہ لیجاتے تھے[1]

حضرت عائشہ فرماتی ہین "جتنا رشک مجھے خدیجہ پر تھا کسی بیوی پر نہ تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلعم نے اونکا ذکر کیا تو مجھے غیرت آئی اور مین نے کہا کہ وہ بڑھیا تھین، اب اللہ نے آپکو اون سے بہتر بیوی دی ہے" یہ سنکر آپ غصہ ہوئے، فرط غضب سے موے مبارک کھڑے ہوگئے اور فرمایا "نہین، بخدا مجھے اوس سے بہتر بیوی نہین ملی وہ ایمان لائین جب سب لوگ کافر تھے، اوس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا، اوس نے میری مال سے مدد کی جب دوسرون نے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اوس سے اولاد دی۔

حضرت عائشہ کہتی ہین کہ اسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ "آیندہ مین انکا ذکر برائی سے کبھی نہ کرونگی[2]۔ رسول اللہ کی محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جب تک خدیجہ زندہ رہین آپ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہین کی۔

اخلاق وعادات جناب خدیجہ اولاد پر بہت مہربان تھین امور خانہ داری سے کما حقہ واقف تھین گھر کا انتظام بہت اچھا کرتی تھین۔ انہین خوبیون کا احساس فرماتے ہوئے آنحضرت صلعم نے ان کے حق مین "کانَتْ اُمَّ العیال و ربّۃ البیت" فرمایا تھا

آنحضرت صلعم کی تعظیم وتکریم آپ کا شعار تھا اور جو کچھ رسول اللہ فرماتے تھے آپ اوسکی تصدیق کرتی تھین اور یہ حالت آپ کی ہر زمانہ مین رہی، بعثت سے قبل بھی اور ایثت کے بعد بھی[3]۔

---

[1] استیعاب ۷۴۰، ج ۲ [2] ایضاً ۷۴۱، [3] ایضاً [4] اصابہ ۵۴۰-

فضائل ومناقب حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا چار عورتونکو دنیا کی تمام عورتون پر فضیلت ہے۔ مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد[1]۔

ابن عباس کہتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے، لوگون نے کہا اللہ اور اوسکے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا جنتی عورتون مین سب سے زیادہ افضل چار بیبیان ہین۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اہلیہ فرعون[2]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جتنی تعریف حضرت خدیجہ کی کرتے تھے بیویون میں سے کسی کی نہ کرتے تھے[3]۔

ایک بار حضرت خدیجہ آنحضرت صلعم کی تلاش مین نکلین یہ وہ زمانہ تھا کہ سارا عرب آپ کا دشمن ہو رہا تھا راستہ مین جبرئیل ایک مرد کی صورت مین ملے اور ان سے نبی صلعم کے بابت پوچھا یہ ڈر گئین کہ کوئی دشمن نہو جو آنحضرت کو قتل کر دینا چاہتا ہو۔ گھر ہونچکر آپ سے ملین تو اسکا ذکر کیا، آپ نے فرمایا وہ جبریل تھے، مجھسے کہہ گئے ہین کہ تمکو اون کا سلام پہونچا دون اور جنت مین ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دون جو زمرد سے بنا ہوگا اور جسمین شور و شغب محنت و تکلیف کا گذر نہوگا[4]۔

حضرت جبرئیل کے سلام پہونچانے کی ایک اور روایت بھی ہے جس سے حضرت خدیجہ کی فراست دینی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ روایت حضرت انس سے اس طرح مروی ہے کہ نبی صلعم کے پاس جبریل آئے اور کہا کہ اللہ خدیجہ پر سلام بھیجتا ہے آپ نے خدیجہ سے کہا تو انھون نے جواب مین کہا کہ ان اللہ ہو السلام، و علی جبریل السلام و علیک یا رسول اللہ السلام۔ شرح صحیح بخاری مین علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے ذیل مین لکھا ہے کہ یہ قصہ حضرت خدیجہ کے کمال فراست پر دال ہے یعنی انھون نے جواب میں وعلیہ السلام نہین کہا صحابہ پہلے تشہد مین السلام علی اللہ کہا کرتے، آنحضرت صلعم نے اون کو منع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہی سلام ہے اس کے بدلے التحیات للہ کہو۔ حضرت خدیجہ نے اپنی فہم و فراست سے یہ سمجھ لیا کہ اللہ پر رد و سلام نہ بھیجنا چاہیے کیونکہ اس سے دعائے سلامتی دنیا معلوم ہوتی ہے

[1] استیعاب ص ۷۴۰ [2] ایضاً [3] اصابہ ص ۴۱ [4] ایضاً

جو ذات باری تعالیٰ کے شایان شان نہین بلکہ اوسکے لیئے نا زیبا ہے اس لیے آپ نے ان اللہ ہو السلام کہا۔ گویا اس طرح خالق و مخلوق کے امتیازی مراتب بتا دیے۔ اسی کے ساتھ آپ نے جبریل اور رسول اللہ صلعم پر بھی سلامتی بھیجی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہونچانے والے دونون کے لیے سلامتی کی دعا مانگنا چاہیے (ماخوذ از درۃ البیضا مصنفہ شاہ علی انور ص ۱۱۹ و ۱۲۰)

ابن اسحٰق کہتے ہین حضرت خدیجہ اسلام کی سچی مشیر تھین[۱]

علامہ ابن عبدالبر کے حوالہ سے صاحب اصابہ لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلعم حضرت فاطمہ کی عیادت کو آئے اور فرمایا بیٹی کیا حال ہے، کہا مین بیمار ہون اور یہ مصیبت مزید بران ہے کہ میرے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے فرمایا اور بیٹی کیا یہ تمھین پسند نہین ہے کہ تم دنیا کی عورتون کی سردار ہو حضرت فاطمہ بولین ابا جان! پھر مریم بنت عمران کیا ہین فرمایا تم اپنے زمانہ کے عورتون کی سردار ہو۔ مریم امت ماضیہ کی عورتون سے بہتر تھین۔ اور خدیجہ امت موجودہ کی تمام عورتون سے افضل و بہتر ہین۔[۲]

اولاد پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت خدیجہ کے یکے بعد دیگرے تین شوہر ہوے اور آنحضرت صلعم سے آپ کا چوتھا نکاح تھا۔ حضرت خدیجہ کے ہر ایک کے صلب سے اولاد ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے۔

۱- ابوہالہ سے	۱	لڑکا	(ہند)
۲ عتیق سے	۱	لڑکی	(ہند)
۳ صیفی سے	۱	لڑکا	(محمد)

چونکہ آپ کی دو اولاد دون کا نام ہند تھا اسلیے آپ کی کنیت بھی ام ہند تھی[۳]

جناب رسالت مآب صلعم کے صلب مبارک سے حضرت خدیجہ کے دو لڑکے ہوے قاسم و عبداللہ (جنکا لقب طاہر و طیب تھا اور انکی ولادت زمانۂ اسلام مین ہوئی تھی) اور چار لڑکیان زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن[۴]

آنحضرت صلعم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے ہوئی اور نزول وحی سے قبل[۵][۶] سوائے ابراہیم کے کہ وہ ماریہ کے بطن سے تھے۔

---

[۱] اصابہ ۱۴۵ [۲] ایضاً [۳] طبقات ج ۸ ص ۹ [۴] ایضاً ص ۹ [۵] اسدالغابہ ص ۴۳۵ [۶] ایضاً ۴۳۹

گو اسمین اختلاف ہے کہ اولاد ذکور مین حضرت خدیجہ کے بطن سے آنحضرت کے دو صاحبزادے تھے یا ایک مگر زیادہ مشہور یہی ہے کہ دو تھے اور دونون کی وفات بعثت سے قبل ہو چکی تھی قاسم پیرون چلنے لگے تھے اور عبداللہ بہت کمسن تھے جب انتقال ہوا ہے[1]۔

علی بن عبدالعزیز جرجانی کا قول ہے کہ آنحضرت صلعم کی اولاد مین سب سے بڑے قاسم تھے، پھر زینب اور کلبی کہتے ہین بڑی اولاد زینب تھین پھر قاسم پھر ام کلثوم پھر فاطمہ، پھر رقیہ اور پھر عبداللہ اور یہی زیادہ صحیح ہے[2]۔

وفات حضرت خدیجہ نکاح کے بعد آنحضرت صلعم کی خدمت مین ۲۴ سال رہین[3]۔ نبوت کے آٹھوین سال ہجرت سے تین برس پہلے رمضان کے مہینہ مین وفات پائی اوسوقت تک نماز فرض نہوئی تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر ۶۵ سال کی تھی[4]۔

حضرت خدیجہ کی وفات تک نماز جنازہ بھی نہین پڑھی جاتی تھی یونہی رسول اللہ صلعم نے قبر مین اتارا حجون آپ کا مدفن ہے[5]۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات ایک ہی سال مین ہوئی (بعض تو یہی کہتے ہین کہ ابوطالب کے تین روز بعد حضرت خدیجہ نے انتقال فرمایا) ان متواتر سانحون سے آنحضرت صلعم بہت ملول رہنے لگے کیونکہ خدیجہؓ آپ کی اور اسلام کی سچی غمخوار تھین اور ابوطالب آپ کے شفیق و سرپرست چچا تھے[6] آپ کے اس ملال مین اسوقت تک کمی نہوئی جب تک حضرت عائشہ سے نکاح نہ ہو گیا۔

[1] اسد الغابہ ج۵ ص۴۳۳ [2] ایضاً ص۴۳۴ [3] اسد الغابہ ج۵ ص۴۳۵ [4] طبقات ج۸ ص۱۱ [5] ایضاً ص۷ [6] اسد الغابہ ج۵ ص۴۳۹۔

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ

نام ونسب ان کا نام سودہ ہے باپ کا نام زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدودعامری تھا اور ان کا شموس بنت قیس بن زید بن عمرو عامریہ۔

نکاح انکا نکاح ان کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا جب سکران بن عمرو سرزمین حبش سے مکہ آگئے تو سودہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ سکران بن عمرو اور حضرت سودہ دونون کے اسلام اور ہجرت کا زمانہ ایک ہے۔ سکران نے مکہ مین وفات پائی جب عدت کے دن پورے ہوگئے، تو رسول اللہ صلعم نے اپنے نکاح کا پیغام دیا اور سودہ کی طرف سے حاطب بن عمر بن عبد شمس کی ولایت مین نکاح ہوگیا۔ حضرت سودہ پہلی خاتون ہین جو حضرت خدیجہ کے بعد آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین۔

اسکی تفصیل یون لکھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئین۔ ان دنون آپ حضرت خدیجہ کے انتقال کی وجہ سے بہت مغموم رہتے تھے، تنہائی کا رنج بہت ستاتا تھا۔ خولہ نے عرض کیا یارسول اللہ، مین خدیجہ کی وفات سے آپکو بہت ملول دیکھتی ہون آپ نے فرمایا ہان، ہے تو کچھ ایسا ہی خولہ نے کہا پھر مین آپ کا نکاح کیون نہ کرادون آنحضرت صلعم نے اسے منظور فرمایا۔ تو خولہ نے سودہ کو خوشخبری سُنائی۔ سودہ نے قبول کیا مگر کہا میرے والد سے بھی دریافت کرو، غرضکہ سب مراحل طے ہو جانیکے بعد سنلہ نبوی مین ان کے باپ زمعہ نے آنحضرت صلعم سے ۴۰۰ درہم مہر پر نکاح پڑھا دیا۔

زمعہ بہت بوڑھے تھے اس لیے ممکن ہے کہ حاطب بن عمرو بن عبد شمس ولی بنادیے گئے ہون جیسا کہ پہلے لکھا گیا۔

لہ طبقات جعہ ۸ روایت محمد بن عمر ۲ لہ ایضاً ۳ لہ ایضاً ۴ لہ ۵ زرقانی ج ۳ صہ ۲۶۶۔

اس نکاح کے بعد سودہ کے بھائی عبد اللہ بن زمعہ جو اس وقت کافر تھے آئے اور ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو بہت متاسف ہوئے اور سر پر خاک ڈالی۔ اسلام لانے کے بعد جب اپنی اس حرکت پر خیال کرتے تھے تو انکو بہت افسوس ہوتا تھا[1]

عام حالات ہشام بن محمد کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ جس زمانہ مین سودہ اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے پاس تھین انھون نے خواب مین دیکھا کہ رسول اللہ صلعم آئے اور آپ نے اپنے پاؤن، سودہ کی گردن پر رکھدیئے سودہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا انھون نے کہا بخدا اگر تونے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو مین مرجاؤنگا اور رسول اللہ صلعم تجھ سے نکاح کرینگے۔ دوبارہ پھر ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ مین تکیہ کے سہارے لیٹی ہون اور چاند آسمان کا پھٹ کر مجھپر گر پڑا ہے، اس کا ذکر بھی سکران سے کیا۔ سکران نے کہا، مین عنقریب مرجاؤن گا اور تم میرے بعد نکاح کرو گی۔ اسی دن سکران بیمار ہوئے اور چند روز مین انتقال کر گئے[2]۔

حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کے نکاح کی مدت مین زیادہ فرق نہین ہے تھوڑے دنون کا آگا پیچھا ہے۔ بہرحال حضرت عائشہ کے نکاح سے قبل سودہ سے آنحضرت صلعم کا نکاح ہوچکا تھا اور دونون بیویون کے تعلقات مین کسی قسم کی کشیدگی نہ تھی۔ واقعات سے ظاہر ہے کہ آپسمین موانست اور رشتہ اتحاد قائم تھا۔ اکثر امور خانگی مین وہ حضرت عائشہ کو مشورہ دیتی تھین[3]

حضرت سودہ کا قد نکلتا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ وہ اپنی قد کی درازی کے وجہ سے فوراً پہچان لی جاتی تھین[4]۔ ایک مرتبہ تقضائے حاجت کے لیے جنگل کیطرف نکل گئین، حضرت عمر نے ان کو پہچان لیا، اس سے قبل جناب عمر ازواج مطہرات کے باہر نکلنے پر اظہار ناپسندیدگی اور پردہ کی تحریک کرچکے تھے، اس لیے ان کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ سودہ ہم نے تمکو دیکھ لیا۔ سودہ کو بہت برا معلوم ہوا اور اسکی شکایت آنحضرت صلعم سے کی[5]

یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے امام بخاری اسی کے بعد آیۃ حجاب کا نزول بتاتے ہین۔

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ [2] ایضاً [3] طبقات ج ۸ ص ۳۹ [4] صحیح بخاری باب المدایا و باب التحریم [5] صحیح بخاری

حجتہ الوداع مین، آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ اب اس حج کے بعد گھر سے نہ نکلنا۔ ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اور بیویان حج کرتی تھین مگر سودہ بنت زمعہ اور زینب بنت جحش نے اس حکم کی سختی سے تعمیل کی اور گھر سے باہر نہ نکلین[1]

حضرت سودہ کہا کرتی تھین مین نے حج کیا، عمرہ ادا کیا، اب اپنے گھر مین بیٹھی ہون جیسا مجھے خدا نے حکم دیا ہے[2]

سنلہ ھ کے حج مین حضرت سودہ بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین چونکہ بدن کی فربہ تھین اور تیز چلنے سے معذور۔ اس لیے آنحضرت صلعم نے لوگون کے مزدلفہ سے روانہ ہونے سے پہلے ان کو چلے جانے کی اجازت دے دی تاکہ انکو ہجوم سے تکلیف نہ پہونچے[3]

اخلاق وعادات حضرت سودہ کے ایثار، اور اونکی اطاعت شعاری کا حال مذکورہ بالا روایتون سے بھی ہوگیا ہوگا ذیل مین وہ روایات درج کی جاتی ہین جن سے اون کے بقیہ اوصاف واخلاق کی حالت معلوم ہوگی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سودہ کے پاس تھیلی مین کچھ درہم بھیجے سودہ نے کہا یہ کیا ہے لوگون نے کہا "درہم" بولین "تھیلی مین کھجورون کی طرح؟ یہ کہہ کر اسیوقت سب تقسیم کر ڈالے[4]

حضرت عائشہ فرماتی ہین مین نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا سوا سودہ کے۔ نہ علاوہ سودہ کے کسی عورت کی نسبت میری یہ تمنا ہوئی کہ میری روح اسکے قالب مین ہوتی[5]

حضرت سودہ مزاج کی تیز تھین اور بعض اوقات ذرا سی بات مین ناراض ہوجاتی تھین[6] ۔ مگر ساتھ ہی ظرافت کا پاکیزہ مذاق بھی قدرت سے ودیعت ہوا تھا اور اکثر آنحضرت صلعم کو اپنی رفتار سے ہنسا دیتی تھین[7]

ایک بار حضرت سودہ نے آنحضرت صلعم سے کہا "کل رات کو مین نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی آپ اتنی دیر تک رکوع مین رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہین میری نکسیر نہ پھوٹ جائے

[1] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [2] ایضاً ص ۳۸ [3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ [4] طبقات ج ۸ ص ۳۸۔
[5] ایضاً ص ۳۷ و صحیح بخاری [6] طبقات ابن سعد ج ۸ [7] ایضاً

اور خون بہنے لگے اسلیے مین اپنی ناک پکڑے رہی - آپ نے یہ سنکر تبسم فرمایا[1]۔

وفات حضرت عمرؓ کا عہد خلافت قریب الختم تھا جب حضرت سودہ کی وفات ہوئی[2] یہ قول علامہ ابن عبد البر کا ہے اور اسی پر امام بخاری و دیگر ثقات محدثین کا اتفاق ہے۔

عفان بن مسلم کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک دن سب ازواج مطہرات جمع ہوئین اور آنحضرت صلعم سے کہا "یا رسول اللہ ہم مین کون سب سے پہلے آپ سے ملیگا" فرمایا جو تم مین سب سے زیادہ بڑے ہاتھ والا ہوگا آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سب بیویان ایک دوسرے کے ہاتھ ناپا کرتی تھین سودہ کا ہاتھ سب سے بڑا نکلتا تھا[3] جب سب سے پہلے زینب بنت جحش کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد صدقہ تھا جو حضرت زینب کو بہت محبوب تھا محمد بن عمرو بھی اس حدیث کو سودہ کے حق مین غلط بتاتے ہین اور واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ یہ حدیث زینب بنت جحش سے متعلق ہے جن کی وفات آنحضرت صلعم کی ازواج مین سب سے پہلے حضرت عمر کے زمانہ خلافت مین ہوئی سودہ بنت زمعہ اسوقت زندہ تھین[4]۔

اولاد ان کی اولاد کے حال سے اکثر کتب سیر خالی ہین۔ زرقانی (جلد سوم صفحہ ۲۶۰) مین لکھا ہے کہ ان کے صرف پہلے شوہر سے ایک لڑکا ہوا تھا جس کا نام عبد الرحمن تھا۔ اور جو جنگ جلولاء (فارس) مین رتبہ شہادت سے فائز ہوا۔

[1] استیعاب ص ۷۵۰، [2] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [3] ایضاً، [4] ایضاً

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ

نام،نسب،کنیت،لقب عائشہ نام، ام عبداللہ کنیت، صدیقہ لقب، باپ کا نام ابوبکر بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم تھا اور ماں کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ یعنی حضرت عائشہ باپ کی طرف سے تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ ہیں۔

حضرت عائشہ کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے کنیت بھی نہ تھی۔ چونکہ عرب میں کنیت، شرافت کا نشان سمجھی جاتی ہے اسلیے آپکو اسکا زیادہ خیال تھا۔ ایک بار آپ نے آنحضرت صلعم سے کہا "یا نبی اللہ اور عورتیں کنیت سے مشہور ہیں میری بھی کنیت تجویز فرما دیجیے،" آنحضرت صلعم نے فرمایا تم اپنی کنیت عبداللہ کے نام سے رکھو عبداللہ حضرت عائشہ کی بہن کے بیٹے تھے[1]

ولادت تاریخ کی کتابوں میں بالعموم حضرت عائشہ کا سال ولادت نظر انداز کر دیا گیا ہے لیکن چونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں جبکہ انکی عمر ۶ سال تھی اور اسپر ارباب تحقیق کا اتفاق ہے اس لیے ان کا سال ولادت ۹ سنہ قبل ہجرت قرار پاتا ہے۔

طفولیت حضرت عائشہ کا عالم طفولیت بھی عام بچوں سے ممتاز تھا اور ان کے بچپن میں بھی وہ خصوصیات پائی جاتی تھیں جن سے انکی ذکاوت و ہوشمندی کا پتہ لگا لینا چنداں دشوار نہ تھا۔

عہد طفولیت کی باتیں عموماً دل سے فراموش ہو جاتی ہیں مگر حضرت عائشہ کو اپنے لڑکپن کی ایک ایک بات یاد تھی۔ جب رسول اللہ نے ہجرت فرمائی تو ان کی عمر کا آٹھواں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۲ سنہ اصابہ ص ۶۹۱

یا نواں سال تھا لیکن ہجرت کے واقعات کا تسلسل جتنا حضرت عائشہ کے حافظہ کا ممنون ہے
کسی دوسرے صحابی کا نہیں۔

بخاری نے تفسیر سورہ قمر مین لکھا ہے کہ جب آیۃ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
ادھی وامرّ مکہ مین نازل ہوئی تو اسوقت حضرت عائشہ کھیل رہی تھین۔ دیکھیے یہ واقعہ بھی
امام بخاری نے حضرت عائشہ ہی کی زبانی نقل کیا ہے۔

ایکبر تبہ حضرت عائشہ گڑیان کھیل رہی تھین کہ رسول اللہ صلعم پہونچگئے گڑیون
مین ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائین بائین دو پر لگے ہوے تھے آپ نے استفسار
فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ گھوڑون کے تو پر نہین
ہوتے انھون نے برجستہ کہا کیون؟ حضرت سلیمان کے گھوڑونکے تو پر تھے۔ آپ اس
بیساختہ پن پر مسکرا دیے

حضرت عائشہ کا اپنی ہمجولیون سے کھیلنا بکثرت روایتون مین مختلف طریقون سے
آیا ہے اور بہت مشہور ہے اسلیے ہم اس موضوع پر زیادہ تفصیل غیر ضروری سمجھتے ہین
بہرحال اسکا یقین دلانے کے لیے کہ ممتاز ہستیون کا عالم طفولیت بھی ممتاز ہوتا ہے
حضرت عائشہ کا مذکورہ بالا واقعہ بہت کافی ہے۔

نکاح حضرت سودہ کے حالات مین لکھا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلعم کو مغموم دیکھکر حضرت
عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ نے آپ سے نکاح کی فرمائش کی تھی مگر یہ ذکر عمداً ترک
کردیا گیا تھا کہ خولہ سے آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا تھا کہ کس سے کرون تو خولہ نے
عرض کیا "کنواری اور بیوہ دونون طرح کی عورتین موجود ہین، سودہ بنت زمعہ بیوہ ہین
اور عائشہ بنت ابی بکر کنواری۔ جس کی نسبت فرمایے سلسلہ جنبانی کیجاے"

غرض خولہ آنحضرت صلعم کا ایما پاکر حضرت ابوبکر کے یہان آئین اور اون سے ذکر
کیا۔ اس زمانہ مین منھ بولے بھائی کی حیثیت سگے بھائی سے کم نہ تھی اور یہ رسم زمانہ جاہلیت سے
چلی آتی تھی حضرت ابوبکرؓ نے تعجب سے کہا کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ خولہ
نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا آپ نے فرمایا ابوبکر میرے دینی بھائی ہین اور ایسے
بھائیون کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔

لہ ابوداؤد کتاب الادب ع۵ صحیح بخاری باب تزویج الصغار من الکبار ص ۷۶۰ ۔

حضرت عائشہ اس سے قبل جبیر بن مطعم کے بیٹے سے منسوب ہو چکی تھین اس لیے حضرت ابو بکر نے جبیر سے پوچھا مگر ابھی جبیر کا خاندان اسلام سے ناآشنا تھا اسلیے جبیر کی ماں نے یہ کہہ کر کہ اس لڑکی کے آنے سے ہمارا لڑکا لامذہب ہو جائیگا صاف انکار کر دیا[1]

جب تمام امور طے ہو گئے تو چھ سال کی عمر مین حضرت عائشہ نبوت کے دسوین برس ہجرت سے تین سال پہلے آنحضرت صلعم کے حبالۂ نکاح مین آگئین[2]

یہ نکاح شوال کے مہینہ مین ۵۰۰ درہم مہر پر ہوا تھا[3] جو عموماً ازواج مطہرات کا مقررہ مہر تھا[4]

حضرت عائشہ کا نکاح جس سادگی سے ہوا اسکا اندازہ خود انکی روایت سے ہو سکتا ہے، آپ فرماتی ہین کہ "جب رسول اللہ صلعم نے مجھسے عقد فرمایا تو مین لڑکیون کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ جب تک میری والدہ نے مجھے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہ کر دیا اسوقت تک مجھے نکاح کا حال بھی نہ معلوم ہوا"[5]

اس نکاح کی بشارت آنحضرت صلعم کو پہلے ہو چکی تھی آپ نے خواب مین دیکھا تھا کہ ایک شخص کوئی چیز ریشم مین لپیٹ کر دکھا رہا ہے اور کہتا ہے یہ تیری ہے، آپ نے کھولا تو حضرت عائشہ تھین[6]

ہجرت و رخصت — جب آنحضرت صلعم مدینہ پہونچگئے تو آپ نے اہل وعیال کو لانے کے لیے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابو رافع کو بھیجا اور ان دونوں کو دو اونٹ اور پانچسو درہم جو آپنے حضرت ابو بکر سے فراہمی ضروریات کے لیے حاصل کیے تھے دے دیے۔ حضرت ابو بکر نے بھی ان کے ساتھ عبداللہ بن اریقط کو دو یا تین اونٹ دیکر روانہ کر دیا اور اپنے بیٹے عبداللہ سے کہلا بھیجا کہ حضرت عائشہ اور انکی بہن اسماء کو اپنی ماں ام رومان کے ساتھ لے آئین۔

جب یہ سب لوگ مکہ سے چلنے لگے تو طلحہ بن عبداللہ بھی بارادۂ ہجرت ساتھ ہو لیے ابو رافع اور زید بن حارثہ کے ساتھ حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ بنت زمعہ ام ایمن اور اسامہ بن زید تھے اور عبداللہ بن ابی بکر کے ہمراہ ام رومان اور عبداللہ کی

[1] مسند احمد جزو ۶ ص ۲۱۱ [2] طبقات ج ۸ ص ۴۰ [3] ایضاً ۴۳ [4] صحیح مسلم کتاب النکاح۔
[5] طبقات ج ۸ ص ۴۰ [6] ایضاً ص ۴۴۔

دونون بہنین (عائشہ، اسماء) تھین۔ جسوقت یہ سارا قافلہ میدان منیٰ مین پہونچا تو جس اونٹ پر حضرت عائشہ اور اونکی والدہ ام رومان بیٹھی تھین بھاگ نکلا۔ ام رومان بہت بیقرار ہوئین اور واویلا کرنے لگین، بارے اونٹ پکڑا گیا اور اللہ نے سبکو سلامت رکھا۔ پھر یہ قافلہ مدینہ پہونچا اوسوقت آنحضرت صلعم مسجد نبوی اور اوس کے آس پاس کے مکانات تعمیر کرا رہے تھے ایک مکان مین حضرت سودہ اور آپ کی اولاد ٹھہرا دی گئین[۱]

اور حضرت عائشہ بنو حارث کے محلہ مین اپنے عزیزون کے ساتھ حضرت ابو بکر کے گھر مین اترین۔ چونکہ مدینہ کی آب و ہوا ناموافق تھی اسلیے ابتداءً اکثر مہاجرین بیمار ہوگئے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی اس بلا سے نہ بچ سکے اور بڑی شدت سے بخار کا حملہ ہوا، حضرت عائشہ تیمار دار تھین، پھر حضرت ابو بکر کے صحتیاب ہونے کے بعد خود بیمار ہوگئین اور شدت علالت سے سر کے تمام بال گر گئے[۲]

غرض ان مصیبتون سے نجات ہوئی تو حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ اب آپ عائشہ کو رخصت کیون نہین کرا لیتے، آپ نے فرمایا "مہر نہونے سے مجبور ہون" حضرت ابو بکر نے اپنے پاس سے مہر کے پانچسو درہم بطور قرض آپ کی خدمت مین پیش کیے وہی آپنے حضرت عائشہ کے پاس بھیجدیئے[۳]

یہ تھا حضرت عائشہ کی رخصتی کا ماجرا جو شوال سلسہ ھ مین ان کی ۹ سالہ عمر مین پیش آیا۔

یہ بھی ایک اتفاق کی نادر مثال ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح بھی شوال ہی مین ہوا اور رخصت بھی۔ اسی لیے آپ اس مہینہ مین شادی کی تقریب زیادہ پسند کرتی تھین۔ اور فرماتی تھین "میرا نکاح اور رخصت دونون شوال مین ہوئین بااینہمہ شوہر کے نزدیک مجھسے زیادہ خوش قسمت کوئی نہین"[۴]

بات یہ تھی کہ کسی زمانہ مین شوال ہی کے مہینہ مین طاعون کا دورہ ہوا تھا[۵] اسلیے لوگ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلعم کا اس مہینہ مین نکاح کرنا اور رخصت کرانا گویا عرب کی اوہام پرستی کا سد باب تھا۔

عام حالات حضرت عائشہ کے اسلام کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ

---

[۱] صحیح بخاری باب الہجرۃ [۲] طبقات ج ۸ ص ۴۳ [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً۔

دعوت اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنا اظہر من الشمس ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ جب حضرت عائشہ کی آنکھیں کھلی ہونگی تو گھر میں کفر و شرک کا پتہ بھی نہیں ہوگا، چنانچہ وہ خود بھی فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا اونکو مسلمان پایا[1]

اب رہی تعلیم و تربیت تو وہ سب آنحضرت صلعم کی زوجیت میں آنے کے بعد تکمیل کو پہونچی، اور اس لحاظ سے جسقدر رذی وقعت ہے ظاہر ہے۔

حضرت عائشہ کی زندگی میں جو واقعات زیادہ اہم ہیں انکے چار عنوان ہوسکتے ہیں۔ افک، ایلا، تحریم، تخیر، یہ واقعات بہت مشہور رہیں اس لیے مختصراً قلمبند کیے جاتے ہیں۔

افک یعنی حضرت عائشہ پر تہمت کا واقعہ غزوۂ مریسیع کے سفر میں پیش آیا حضرت عائشہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھیں چلتے وقت اپنی بہن حضرت اسماء سے ایک ہار عاریتہً لے لیا تھا وہی پہنے ہوئے تھیں۔ اسوقت اونکی عمر چودہ سال کی تھی۔ اثناے راہ میں ایک جگہ رات کو قافلہ نے قیام کیا۔ حضرت عائشہ قضاے حاجت کے لیے پڑاؤ سے دور نکل گئیں فارغ ہوکر واپس آئیں تو گلے پر ہاتھ پڑگیا۔ دیکھا تو ہار نہ پایا۔ ایک تو کمسنی میں یونہی زیور کا بہت شوق ہوتا ہے دوسرے مانگے کی چیز تھی، اسلیے بہت گھبرائیں، ناتجربہ کاری سے خیال کیا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے وہ ہار ڈھونڈ ھکر پہونچ جائینگے، ادھر قافلہ تیار تھا، یہ بغیر کسی کو اطلاع کیے ہوئے ہار کی تلاش میں مصروف ہوگئیں، تھوڑی دیر کی جستجو میں ہار ملگیا اب جو آئیں تو قافلہ روانہ ہوچکا تھا۔ مجبوراً چادر اوڑھکر وہیں پڑرہیں صفوان بن معطل ایک صحابی تھے اور انتظامی ضروریات کے لیے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے۔ صبح کو وہ پڑاؤ پر آئے تو حضرت عائشہ کو پہچان لیا کیونکہ نزول حجاب سے پہلے وہ ان کو دیکھ چکے تھے۔ پاس آکر افسوس کیا اور اونٹ پر بٹھا کر منزل کا رخ کیا۔ دوپہر کے وقت قافلہ سے ملگئے۔

اس طرف منافقین دن رات اسی کوشش میں رہتے تھے کہ جس طرح ہوسکے آنحضرت صلعم اور آپ کے اصحاب و لواحق کو بدنام کریں اور انکی یہ کوششیں بڑی شد و مد سے جاری تھیں عبداللہ بن اُبَی اس گروہ کا سردار تھا، اوسنے مشہور کردیا کہ معاذاللہ اب وہ پاک دامن نہیں رہیں۔ منافقون کی اس شرارت کا اثر بعض معدودے چند مسلمانوں پر بھی ہوا اور وہ

[1] بخاری ج ۱ ص ۵۵۲۔

بھی غلط فہمی سے ایک حد تک اس سازش مین شریک پائے گئے۔ مگر واقعہ تھا بے بنیاد جسکی ذرا بھی اصل نہ تھی، تحقیق و اطمینان کامل کے بعد حضرت عائشہ کی بیگناہی اور منافقین کی فتنہ پردازی ثابت ہوگئی تاہم ان باتون کا اثر حضرت عائشہ پر بہت ناگوار پڑا اور وہ مارے صدمہ کے بیمار ہوگئین۔ جب تمام ذرائع اطمینان کمل ہوگئے حتیٰ کہ خود آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کے مطابق کہ اگر عائشہ پاک ہے تو خدا خود اسکی طہارت کی گواہی دیگا۔ آیۂ برات نازل ہوئی اس آیہ مین تفصیل سے حضرت عائشہ کی بیگناہی کا صاف لفظون مین اظہار کیا گیا۔ مثلاً

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ	یعنی جب تم نے یہ سُنا تو مومن مردون اور مومن
وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا	عورتون کی نسبت نیک گمان کیون نہین کیا
هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۔	اور کیون نہ کہا کہ یہ صریح تہمت ہے ۔

سورۂ نور کی دس بارہ آیتون مین یہ بیان ختم ہوا ہے جسکو تفصیل مطلوب ہو قرآن شریف مین دیکھ لے ۔

اب حضرت عائشہ کا دل ٹھکانے ہوا، مان نے کہا بیٹی اٹھو اور شوہر کے قدم لو۔ حضرت عائشہ نے بغرور نسوانی جواب دیا مین صرف اپنے خدا کی شکرگذار ہون اور کسی کی ممنون نہین[1]۔"

تحریم کا واقعہ چونکہ حضرت حفصہؓ سے زیادہ نسبت رکھتا ہے اس لیے اُسکا ذکر ان کے حالات مین کیا جائیگا۔ ایلا کی صورت یہ تھی کہ غلہ اور کھجور کی جو مقدار ازواج مطہرات کے لیئے مقرر تھی وہ یون بھی کم تھی اور فیاضیون اور مہمان نوازیون کی بدولت اور بھی کفایت نہ کرتی تھی، اس لیے سب بیویون نے یہ دیکھ کر کہ فتوحات سالانہ محاصل اور اموال غنیمت کا کافی ذخیرہ موجود ہے آنحضرت صلعم سے اس ناکافی مقدار مین اضافہ کی خواہش کی، چونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آنحضرت (روحی فداہ) کی زاہدانہ زندگی کے معنوی محرم تھے اس لیے دونون نے اپنی صاحبزادیون کو سمجھا کر اس مطالبہ سے باز رکھا دیگر ازواج اپنی بات پر قائم رہین۔ اتفاقاً اسی زمانہ مین آپ گھوڑے سے گر پڑے پہلوے مبارک مین۔ ایک درخت کی جڑ سے خراش آ گئی حضرت عائشہ کے حجرہ سے متصل

[1] یہ تمام واقعہ صحیح بخاری، صحیح مسلم و مسند و ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔

ایک بالاخانہ تھا آنحضرت صلعم نے یہین قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملینگے، منافقین نے مشہور کردیا کہ آپ نے بیویون کو طلاق دیدی حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو مسجد نبوی مین آئے تمام صحابہ کو رنجیدہ اور سر بگریبان پایا۔ آنحضرت صلعم کی خدمت مین باریابی کی اجازت چاہی، تیسری مرتبہ اجازت ہوئی دیکھا تو آپ ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہین، جسم مبارک مین بان کے نشان بن گئے ہین ادھر ادھر چند مٹی کے برتن پڑے ہوئے ہین، یہ حالت دیکھکر آبدیدہ ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے بیویون کو طلاق دیدی، فرمایا نہین۔ حضرت عمر نے یہ خوشخبری عام مسلمانونکو سنائی یہ مہینہ اونتیس[۲۹] دن کا تھا حضرت عائشہ کہتی ہین "مین ایک ایک روز گنتی تھی ۲۹ دن ہوے تو آپ بالاخانہ سے اتر آئے،، سب سے پہلے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا ابھی تو اونتیس ہی دن ہوئے ہین" فرمایا "مہینہ کبھی ۲۹ کا بھی ہوتا ہے"[۱]

اس واقعہ کے بعد ایک دن آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا عائشہ! مین تمسے ایک بات کہتا ہون لیکن تمکو جواب مین بغیر والدین سے مشورہ کیے ہوئے جلدی نہ کرنا چاہیے حضرت عائشہ نے عرض کیا یا نبی اللہ وہ کیا بات ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا٭ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (سورہ احزاب)

اے نبی! اپنی بیویون سے کہدے کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور اوسکی آرائش مطلوب ہے تو آؤ مین تمکو اچھی طرح رخصت کردون، اگر خدا اور اوسکا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے تو تم مین سے نیک عورتون کے لیے اللہ نے بڑا ثواب رکھا ہے۔

حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ "مین والدین سے کس بات مین مشورہ کرون مین تو اللہ اور اوسکے رسول اور دار الآخرۃ کو اختیار کرتی ہون۔ یہ جواب آنحضرت صلعم نے پسند فرمایا اور آپ کے روے مبارک پر مسرت کے آثار ظاہر ہوے۔ پھر فرمایا مین یہی

---

[۱] ابوداؤد، وصحیح مسلم باب الایلاء،

بات تمہاری ساتھ والیوں سے کہونگا حضرت عائشہ نے کہا میرے جواب سے انکو نہ خبر فرمائیے گا آپ نے منظور فرمایا[1] اور دیگر ازواج سے بھی یہی گفتگو فرمائی انہوں نے بھی یہی جواب دیا[2]

مذکورہ بالا آیۃ کو آیۃ تخییر اسلیے کہتے ہین۔ کہ بیویوں کی خاطر سے دنیوی آسائش طلبی پیغمبر کی شان سے بعید تھی، اس لیے اس آیۃ سے سبکو اختیار دیا گیا کہ جو خدا و رسول کو پسند کرے وہ رہے ورنہ رخصت ہو۔

آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہ سے بہت محبت تھی حتیٰ کہ فضل و کمال و دیگر اوصاف کے اعتبار سے آپ کو حضرت عائشہ تمام ازواج سے زیادہ محبوب تھین۔ اسکا اندازہ آپکے ارشاد سے ہو سکتا ہے کہ آلہی جو چیز میرے امکان مین ہے (یعنی مساوات بین الازواج) مین اسمین عدل سے باز نہین آتا لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی عائشہ کی قدر و محبت) اوسکو معاف کرنا[3] حضرت عمرو بن عاصؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا یا حضرت آپکو دنیا مین سب سے زیادہ کون عزیز ہے، فرمایا "عائشہ" کہا مین مردون مین پوچھتا ہون" فرمایا "عائشہ کا باپ"[4]

اسکے علاوہ بھی اور واقعات ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت عائشہ پر بہت مہربان تھے اور خصوصیت کے ساتھ انکی قدر کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے بہ نسبت اور ازواج کے حضرت کو اپنے زمانۂ خلافت مین دو ہزار درہم زیادہ دیے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کی نہایت محبوب بیوی تھین[5]

یہی حال حضرت عائشہ کی محبت کا تھا آنحضرت صلعم کے ساتھ چنانچہ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت عائشہ رات کو بیدار ہو جاتین اور آپ کو پاس نہ دیکھتین تو مضطرب ہوتین ایک دفعہ یہی صورت پیش آئی اور بمقتضائے عشق است و ہزار بدگمانی خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لیگئے ہون ادھر ادھر تلاش کیا تو دیکھا آپ تسبیح و تہلیل مین مصروف ہین اپنی غلط خیالی پر نادم ہوئین اور بے اختیار زبان سے نکل گیا میرے مان باپ قربان، مین کس خیال مین ہون اور آپ کس حال مین ہین[6]

محبت شوہر رسول اللہ صلعم نے جن کپڑون مین انتقال فرمایا حضرت عائشہ نے اون کو

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۲۸ [2] صحیح مسلم باب الایلا [3] ابو داؤد باب القسم بین الزوجات [4] طبقات ج ۸ ص ۵۰ [5] ایضاً ص [6] نسائی باب الغیرۃ و باب الدعا فی السجود۔

محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دن اونھون نے ایک صحابی کو آپ کا تہ بند اور ایک کمل دکھا کر کہا کہ خدا کی قسم آپ نے انہی کپڑون مین انتقال فرمایا تھا۔[1]

حضرت عائشہ گو رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب تھین لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلعم کی خدمت پر نہین پڑتا تھا بلکہ سب سے زیادہ اونہی کو آپ کا شرف خدمت حاصل تھا رسول اللہ صلعم کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوایا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کا انصرام حضرت عائشہ کے ذمہ تھا۔[2]

ایک بار آپ ایک کمل اوڑھکر مسجد مین تشریف لائے ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ اس پر دھبے نظر آتے ہین آپ نے اوسکو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہ کے پاس بھیجدیا۔ کہ دھو کر خشک کرکے بھیجدین حضرت عائشہ نے پانی منگایا اپنے ہاتھ سے داغ دہوئے۔ اور کمبل خشک کرکے آپ کی خدمت مین بھیجدیا۔[3]

آپ گھر کا کام دھندا خود کرتی تھین ایک دن حضرت عائشہ کی باری تھی۔ جو پیسے اوس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ صلعم کا انتظار شروع کیا۔ آپ کے آنے مین دیر ہوگئی تو سوگئین آپ آئے تو جگایا۔[4]

آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت جناب عائشہ کا سن ۱۸ سال تھا رسول اللہ کی مدت علالت ۱۳ دن ہے۔ اس عرصہ مین آپ نے پانچ دن دیگر ازواج کے ہان قیام فرمایا اور باقی آٹھ دن حضرت عائشہ کے حجرہ مین مقیم رہے۔

۹۔ ربیع الاول ۱۱ھ کو دوشنبہ کے دن حضرت عائشہ کے سینہ پر سر رکھے ہوئے روح پاک عازم فردوس ہوئی اور جسم مبارک حجرہ کے ایک گوشہ مین سپرد خاک کیا گیا۔[6]

چونکہ احترام نبوت کے لحاظ سے باری تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے لیے

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ۔

[3] ابوداؤد کتاب المادۃ من النجاستہ۔

[4] ادب المفرد باب لایوذی جارہ

[5] طبقات ج ۸ ص ۴۲۔

[6] صحیح بخاری باب وفات النبی۔

دوسری شادی ممنوع قرار دیدی تھی اس لیے حضرت عائشہ کی زندگی کے ۴۸ سال عالم بیوگی مین بسر ہوئے اور اس عرصہ مین انھون نے چارون خلفار راشدین کا زمانہ دیکھا۔

جب رسول اللہ کے وفات کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت تسلیم کرلی گئی اور سب نے بیعت کرلی تو ازواج مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان کی سفارت مین حضرت ابوبکرؓ سے وراثت کا مطالبہ کرین لیکن حضرت عائشہ نے یاد دلایا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی مین فرمایا تھا "میرا کوئی وارث نہوگا، میرے تمام متروکات صدقہ ہونگے"[۲]

حضرت عائشہ کی بیوگی کو دو ہی سال ہوے تھے کہ حضرت ابوبکر کا دور خلافت ختم ہوگیا اور ۱۳ھ مین حضرت عائشہ کو داغ یتیمی بھی اٹھانا پڑا نزع کے وقت جب کہ آپ شفیق باپ کی خدمت مین حاضر تھین حضرت ابوبکر نے ان کو کچھ جائداد سپرد کی جس مین دوسری اولاد کا بھی حصہ تھا اور فرمایا "بیٹی! کیا تم جائداد اپنے اور بھائی بہنون کو دے دوگی حضرت عائشہ نے عرض کیا "بسر و چشم"[۳]

وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ بھی حضرت عائشہ کے حجرہ مین آنحضرت صلعم کے پہلو مین دفن ہوے۔

جناب عمرؓ کے عہد مبارک مین تمام ازواج مطہرات کے دس دس ہزار درہم سالانہ مقرر تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارہ ہزار دیے جاتے تھے اور اس زیادتی کی وجہ حضرت عمر یہ بیان فرماتے تھے کہ وہ آنحضرت صلعم کو بہت محبوب تھین[۴]۔

[۱] مولنا سید سلیمان ندوی سیرۃ عائشہ صفحہ ۱۲۴ مین لکھتے ہین کہ "حضرت عائشہ اب بیوہ تھین اور اسی عالم مین انھون نے عمر کے چالیس مرحلے طے کیے" ہمارے نزدیک یہ صحیح نہین ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا سال ولادت ۹ سنہ قبل ہجرت ہے، اور انکی رخصت ۱ سنہ ھ مین (جبکہ وہ نو سال کی تھین) عمل مین آئی بااتفاق محدثین جناب سرور کائنات صلعم کی وفات کے وقت وہ ۱۸ سال کی تھین اور اسطرح ۹ سال آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہین۔ اسکا اعتراف کہ حضرت عائشہ ۹ سال آپ کے پاس رہین مولنا کے اس جملہ سے ہوتا ہے "آج ہم انکے سامنے اس خاتون کا نمونہ پیش کرتے ہین جو نبوت عظمی کی ۹ سالہ شارکت زندگی کی بنا پر خواتین خیرالقرون کے حرم مین کم و بیش ۴۸ سال تک شمع ہدایت رہی" (دیباچہ صفحہ ۳ سیرۃ عائشہ) اب ۹ سال کے بعد اگر بقول مولنا بیوگی کے چالیس سال لیے جائین تو انکی کل مدت حیات ۵۸ سال ہوتی ہے جو علاوہ اسکے کہ تاریخی نقطہ نظر سے ساقط الاعتبار ہے خود مولنا کے قول کے خلاف ہے کیونکہ وفات کے ذکر مین مولنا نے بتلایا ہے کہ حضرت عائشہ نے ۵۸ھ مین ۶۷ سال کی عمر مین پائی (سیرۃ عائشہ ۱۴۸) بہرحال سال ولادت و وفات وغیرہ کو مدنظر رکھتے حضرت عائشہ کی عمر ۶۷ سال، درزمانہ بیوگی ۴۸ سال ٹھہرتا ہے نہ کہ ۴۰ سال۔

فتح عراق کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو اوسمین ایک موتیون کی ڈبیہ بھی تھی موتیون کی تقسیم دشوار معلوم ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگون سے اجازت مانگی کہ اگر آپ پسند کرین تو مین ام المومنین عائشہ کو بھیجدون کہ وہ آنحضرت صلعم کو محبوب تھین سب نے بخوشی اجازت دیدی حضرت عمر نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کے پاس بھیجدی انھون نے کھولکر دیکھا تو فرمایا کہ "ابن خطاب نے آنحضرت صلعم کے بعد مجھ پر بڑے احسانات کیے خدایا مجھے آیندہ اونکے عطیون کے لیے زندہ نہ رکھنا"[1]

جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھون نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو حضرت عائشہ کی خدمت مین بھیجا کہ آنحضرت صلعم کے پہلو مین دفن ہونے کی اجازت دیدین[2] فرمایا اگرچہ وہ جگہ مین نے خود اپنے لیے رکھی تھی لیکن عمر کے لیے بخوشی یہ ایثار گوارا کرتی ہون۔ اس اجازت کے بعد بھی حضرت عمر نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ آستانہ تک لیجانا اگر اجازت ہوجائے تو اندر دفن کردینا ورنہ عام مسلمانون کے قبرستان مین لیجانا۔ چنانچہ یہی کیا گیا حضرت عائشہ نے اجازت دیدی اور جنازہ حضرت عائشہ کے حجرہ مین دفن ہوا[3]۔

اس ایثار کی جو قدر و منزلت ارباب فہم اور مذہب پرست طبقہ کی نگاہ مین ہوسکتی ہے اسکا بیان غیر ضروری ہے،

حلیہ حضرت عائشہ رض لڑکپن مین دُبلی پتلی تھین لیکن تیرہ چودہ برس کی عمر تک ہوکر بدن مین قدرے گرانی آگئی تھی[4]۔ رنگ سُرخ و سپید تھا[5]، خوش رو اور صاحب جمال تھین[6]

لباس حضرت عائشہ کے لباس کے متعلق مختلف روائتین آئی ہین بعض کہتے ہین کہ سُرخ کُرتہ اور سیاہ اوڑھنی زیب تن فرماتی تھین[7]۔ لیکن زعفرانی رنگ کا لباس اکثر رواۃ سے منقول ہے[8]۔ قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ مین نے جناب عائشہ کو بحالت احرام بھی سونیکی انگوٹھی اور زرد رنگ کا لباس پہنے دیکھا ہے[9]۔ ایک ریشمین چادر بھی کبھی کبھی استعمال فرماتی تھین جو بعد مین عبداللہ بن زبیر کو عنایت فرمادی[10]۔ قناعت پسندی کی وجہ سے ایک ہی جوڑا پاس رکھتی تھین اور اوسی کو دھو دھوکر پہنتی تھین[11]۔ ایک کرتہ تھا جو قیمت کے اعتبار سے

؎۱ مستدرک حاکم ذکر صحابیات ؎۲ صحیح بخاری کتاب الجنائز ؎۳ صحیح بخاری واقعہ افک ؎۴ ابوداؤد ؎۵ مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸ ؎۶ ایضاً قصہ افک و ایلا ؎۷ طبقات ج ۸ ص ۴۶ ؎۸ ایضاً ؎۹ ایضاً ۴۶ ؎۱۰ ایضاً ۴۶ ؎۱۱ صحیح بخاری باب ہل تصلی المرأة فی ثوب حاضت فیہ۔

۵ درم کا تھا اور اس زمانہ مین اتنا گران تھا کہ تقریبون مین دلھن کے لیے مستعار لیا جاتا تھا۔[۱]

لباس مین شرع کا اتنا لحاظ تھا کہ ایک بار انکی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن ایک باریک اوڑھنی سر پر ڈالے ملنے آئین تو حضرت عائشہؓ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا "تم نہین جانتی ہو سورۂ نور مین اللہ تعالی نے کیا فرمایا ہے" پھر ایک دبیز کپڑے کی اوڑھنی منگوا کر انکو دی۔[۲]

ایک دفعہ ایک گھر مین مہمان اترین صاحب خانہ کی دو لڑکیون کو جو اب جوان ہو چلی تھین دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہین۔ تاکید کی کہ آیندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے (مسند جلد ۶ صفحہ ۹۶)

اخلاق و عادات دنیا دار ہو جانے کے بعد عورت کے اخلاق مین سب سے پہلے جس بات پر نظر پڑتی ہے وہ شوہر کی اطاعت اور اسکی رضا جوئی ہے حضرت عائشہ مین یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی وہ رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے مین روز و شب ساعی رہتی تھین اور آپ کی کبیدہ خاطری سے مضطرب ہو جاتی تھین۔[۳] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا بہت خیال رکھتی تھین اور ان کی بات نہ ٹالتی تھین۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر نے جو انکے بھانجے تھے حضرت عائشہ کی غیر محدود فیاضیون سے گھبرا کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے۔ اسپر اتنی ناراض ہوئین کہ عبداللہ سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی۔ مگر جب آنحضرت صلعم کے ننہالی لوگون نے سفارش کی تو انکار نہ کر سکین۔[۴] آنحضرت صلعم کے دوستون کی بھی عزیزون ہی کی طرح عزت کرتی تھین اور جہانتک ہوتا ان کی بات نہ رد کرتی تھین۔[۵] حتی الامکان کسی کا ہدیہ نہ پھیرتی تھین۔

محمد بن اشعث ایک صحابی تھے انھون نے حضرت عائشہؓ کی خدمت مین ایک پوستین ہدیۃً پیش کرنے کی استدعا کی اور کہا کہ یہ گرم ہے آپ اسکو پہنا کیجیے۔ حضرت عائشہ نے قبول فرمایا اور آپ نے اکثر اس پوستین کو زیب تن فرمایا۔[۶]

پردہ کا بہت خیال تھا۔ ایک بار ابن اسحاق نابینا حضرت عائشہ سے ملنے آئے تو آپ نے پردہ کیا۔ ابن اسحاق نے کہا آپ مجھ سے چھپتی ہین مین تو آپ کو نہین دیکھتا فرمایا اگر تم

---

[۱] بخاری باب الاستعارۃ للعروس [۲] طبقات ج ۸ ص ۵۰ [۳] مسند امام احمد ج ۶ ص ۱۱ [۴] صحیح بخاری مناقب قریش [۵] صحیح بخاری باب اعتصام بالسنۃ [۶] طبقات ج ۸ ص ۴۹۔

مجھکو نہین دیکھتے تو کیا ہوا مین تو تمکو دیکھتی ہون[1]۔

عورتین بالعموم اسراف کی عادی ہوتی ہین مگر حضرت عائشہ مین قناعت کا وصف خصوصیت سے ودیعت ہوا تھا، لذائذ دنیوی اور مال ومنال کی طرف رخ بھی نہ کرتی تھین ترمذی نے باب زہد مین لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک دفعہ انھون نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا مین کبھی سیر ہو کر نہین کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو۔ ایک شخص نے پوچھا یہ کیون فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جسمین آنحضرت صلعم نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ خدا کی قسم دن مین دو دفعہ بھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہین کھایا۔

پابندی نذر وقسم۔ جب آپ عبد اللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوئین اور ان سے بات نکرنے کی قسم کھالی تو عبد اللہؓ بن زبیرؓ نے معافی مانگی۔ اور آنحضرت صلعم کے ننہالی لوگون سے سفارش کرائی تو رو کر فرمانے لگین

انی نذرت والنذر شدید ، مین نے نذر مان لی ہو اور نذر کا معاملہ سخت ہو بالآخر صحابہ کے اصرار وسفارش سے معاف تو کر دیا لیکن کفارہ قسم مین چالیس غلام آزاد کیے[2]

مہمان نوازی ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین وفد بنو منتفق حاضر ہوا۔ سوء اتفاق سے آپ گھر مین تشریف نہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً خزیرہ (ایک کھانیکا نام ہی) پکوانے کا حکم دیا۔ اور مہمانون کے پاس ایک طبق مین کھجورین رکھکر بھجوا دین۔ آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے اول دریافت فرمایا۔ کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہین اون لوگون نے عرض کی۔ کہ سب انتظام ہو چکا[3]

مسکین نوازی ایک دن آپ روزے سے تھین۔ اور گھر مین سوا ایک روٹی کے کچھ موجود نہ تھا۔ اس حالت مین ایک مسکین عورت آئی تو آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ وہ روٹی اسکو کھلا دے۔ اوسنے عرض کی افطار کس چیز سے کیجیے گا بولین اللہ مالک ہے شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا لونڈی کو بلا کر کہنے لگین دیکھ یہ تیری روٹی سے بہتر ہے[4]

عبادت نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ صلعم نے جیسا کہ حضرت ام ہانی سے مروی ہے صرف ایک بار پڑھی تھی لیکن بہت سے صحابہ نے اسکا التزام کر لیا تھا حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۴۹ [2] موطائے امام محمد کتاب الدیان والنذر [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ

[4] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ

مین نے اگرچہ رسول اللہ صلعم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے نہین دیکھا لیکن مین خود پڑھتی ہون کیونکہ آپ بہت سی چیزون کو پسند فرماتے تھے۔ گو محض اس وجہ سے خود ان پر عمل نہ فرماتے تھے کہ اُمت پر فرض نہ ہو جاوے۔[۱]

رسول اللہ صلعم تہجد کی نماز مین سورۃ البقرہ۔ آل عمران۔ اور نسا پوری پوری تلاوت فرماتے تھے۔ اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے اور اُوس سے پناہ مانگتے اسی طرح بشارت آمیز آیات مین دعائین اوسکی خواہش فرماتے حضرت عائشہ ساری ساری رات نماز تہجد مین آپ کے ساتھ شریک رہتین[۲]

دشمنون سے سلوک آپ اپنے دشمنون سے بغض رکھنا بھی پسند نہ فرماتی تھین حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ بن خدیج رضہ نے قتل کر دیا تھا۔ ایک بار وہ کسی غزوہ مین سپہ سالار مقرر ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ مین معاویہ کا برتاؤ فوج کے ساتھ کیسا رہا۔ اوسنے کہا اونمین کوئی عیب نہ تھا سب لوگ انسے راضی ہین۔ کسی کا اونٹ مرجاتا تو وہ اسکی جگہ دوسرا اونٹ دیتے تھے۔ کسی کا گھوڑا ضائع ہوجاتا تھا تو اسکو دوسرا گھوڑا عطا فرماتے تھے۔ کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو اسکی جگہ غلام دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضہ یہ سُنکر فرمانے لگین استغفر اللہ اگر مین اون سے اس بنا پر ناراض رہون یا بغض رکھون کہ وہ میرے بھائی کے قاتل ہین۔ مین نے خود رسول اللہ صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوے سنا ہے کہ خداوندا جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تو بھی اُسکے ساتھ ملاطفت کر اور جو اُنپر سختی کرے تو بھی اوس پر سختی کر[۳]

بھائیون سے محبت حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضہ کا مقام حبشی مین انتقال ہوا۔ اور لاش مکہ مین لاکر دفن کی گئی حضرت عائشہ رضہ فرط محبت سے ان کی قبر پر گئین اور فرمانے لگین اگر مین موت کے وقت موجود ہوتی تو تم وہین دفن ہوتے جہان تمنے انتقال کیا تھا اور مین تمھاری زیارت کو نہ آتی[۴]

حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر رضہ کے بچے یتیم ہو گئے تو حضرت عائشہ نے خود انکی پرورش کی[۵]

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الصلاۃ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۲ [۳] اسد الغابہ تذکرہ معاویہ بن خدیج
[۴] ترمذی کتاب الجنائز [۵] موطاے امام مالک کتاب الزکوٰۃ۔

حفظ مراتب ایک بار دروازہ پر ایک سائل حاضر ہوا حضرت عائشہ نے ایک روٹی کا ٹکڑا دیکر رخصت کیا۔ پھر ایک خوش لباس مسافر آیا اسکو بٹھا کر کھانا کھلایا جب لوگون نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو فرمانے لگین رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے

انزلوا الناس منازلهم[1] ہر شخص سے اسکے درجہ کے مطابق سلوک کرو

حضرت عائشہ غیبت اور بدگوئی سے بھی بہت پرہیز رکھتی تھین۔ انھون نے کبھی کسی کی برائی نہین کی کتب احادیث مین اون کی ہزارون روایتین درج ہین جن مین ایک بھی ایسی نہین جس سے کسی کی توہین یا بدگوئی ظاہر ہوتی ہو۔ وہ سوکنون کے ساتھ بھی کشادہ پیشانی سے بسر کرتی تھین، انکو شکایت کا موقع نہ دیتی تھین اور اونکے فضائل و اوصاف بیان کرتی تھین۔ جن لوگون سے اونکو صدمہ پہونچا تھا اون کو بھی حضرت عائشہ نے برائی سے نہ یاد کیا، واقعہ افک مین ایک حیثیت سے حضرت حسان ابن ثابت کی سازش ثابت تھی اور حضرت عائشہ کو ان سے بہت صدمہ پہونچا تھا۔ مگر وہ ان کی عزت کرتی تھین، اپنے پاس بٹھاتی تھین۔ ایک روایت مین ہے کہ ایک بار حضرت حسان بن ثابت نابینا ہوجانے کے بعد اجازت لیکر حضرت عائشہ کی خدمت مین آئے، انھون نے بعزت بٹھایا، جب چلے گئے تو لوگون نے عرض کیا۔ کیا یہ بھی صحابہ مین سے ہین فرمایا، کیا یہ وہ نہین ہین جنکا یہ شعر ہے۔

فان ابی ووالدہ وعرضی ۔۔۔۔ لعرض محمد منکم وقاء

صرف یہ شعر ان کے تمام گناہون کی مغفرت کے لیے کافی ہے[2]

واقعہ افک کے تصفیہ کے بعد حسان بن ثابت نے اپنے جرم کے کفارے مین حضرت عائشہ کی منقبت مین اپنے قصیدہ کے چند شعر اونکو سنائے جنمین سے ایک یہ بھی تھا ؎

حصان رزان ما تزن بریبۃ ۔۔۔۔ وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

ترجمہ، پاکدامن، باوقار اور غیر مشتبہ ہین، بھولی بھالی عورتون کے بدن کا گوشت نہین کھاتین (یعنی برائی نہین کرتین) حضرت عائشہ نے اس شعر پر اتنا ہی کہا "مگر تم ایسے نہین ہو"[3] حضرت عائشہ کے بعض عزیز افک مین شرکت کی وجہ سے حسان کو برا کہنا چاہتے تھے حضرت عائشہ نے انکو سختی سے منع کیا کہ ان کو برا نہ کہو یہ آنحضرت صلعم کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے تھے[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب [2] استیعاب کتاب النساء ص ۷۶۰ [3] صحیح بخاری تفسیر سورہ نور [4] ایضاً مناقب

حضرت عائشہؓ کی فیاضیاں ضرب المثل ہیں۔ وہ بڑی فراخ دستی سے راہ خدا میں صرف کرتی تھیں۔ تھوڑے بہت کا لحاظ نہ ہوتا تھا جو کچھ پاس ہوتا سائل کو دے دیتیں۔

ایک بار ابن زبیر نے حضرت عائشہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ اوس دن روزہ سے تھیں سب اوسی وقت تقسیم کر دیا جب شام ہوئی تو ام ذرہ نے کہا یا ام المومنین اس رقم سے افطار کے لیے کچھ گوشت ہی لے لینا تھا فرمایا تم نے یاد دلایا ہوتا[1]

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا تمھارے کوئی اولاد ہے انھوں نے کہا نہیں فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو تمکو دیدیتی حسن اتفاق سے اسی شام کو امیر معاویہؓ نے اونکے پاس کچھ رقم بھیجی۔ فرمانے لگیں کسقدر جلد میری آزمایش ہوئی فوراً آدمی بھیجکر حضرت منکدر کو بلایا۔ اور دس ہزار درہم انکو عطا کیے۔ انھوں نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدی جس سے متعدد بچے پیدا ہوئے[2]

یہی روایت مستدرک حاکم میں لکھی ہے مگر اسمیں روپیہ بھیجنے والا بجائے ابن زبیر کے امیر معاویہ کو بتایا ہے۔

خدا سے بہت ڈرتی تھیں، بڑی رقیق القلب تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے ہیں یہ مکہ میں تھیں طلحہ اور زبیر نے مدینہ سے پہونچکر ان کو صورت حالات کی اطلاع دی تو وہ دعوت اصلاح کے لیے بصرہ گئیں اور وہاں حضرت علیؓ سے جنگ پیش آئی۔ اس موقع پر حضرت عائشہ اونٹ پر بیٹھی تھیں، اسلیے اس جنگ کو "جمل" کہتے ہیں اگرچہ یہ جنگ اتفاقیہ پیش آگئی تھی تاہم جب انکو اس کی شرکت یاد آتی تھی تو بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھیں[3] انکو اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس رہا اکثر فرمایا کرتیں کاش آج سے بیس برس پہلے میں معدوم ہو چکی ہوتی[4]

اسی واقعہ جمل کے متعلق آنحضرت صلعم نے اشارۃً ازواج مطہرات سے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک اونٹ پر بیٹھنے والی ہے جس کے آس پاس بہت سے مقتول ہونگے اور اسکے بعد ہی اوسکی مغفرت ہو گی[5]

آن کی دلیری کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ راتون کو تنہا قبرستان چلی جاتی

---

[1] ابن سعد جزء ۸ صفحہ ۴۷ [2] ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ [3] مستدرک حاکم [3] ازالۃ الخفا بحوالہ ابن ابی شیبہ [4] استیعاب ۲/۷۶ [5] صحیح بخاری باب زیارۃ القبور

تھین۔ غزوہ خندق مین جب مسلمان چارون طرف سے مشرکین مین گھرے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیون کے حملہ کا خطرہ تھا تو وہ بے خطر قلعہ سے نکلکر نقشہ جنگ معائنہ فرماتی تھین[۱]۔ غزوہ احد مین جب مسلمان کشمکش اضطراب مین مبتلا تھے تو حضرت عائشہ اپنی پیٹھ پر مشک لادلادکر پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہی تھین[۲]۔

فضائل ومناقب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ احدیت سے نہ صرف عورتون پر شرف فضیلت عنایت ہوا تھا بلکہ وہ اپنے فضائل وکمالات کے لحاظ سے سوا ے چند مخصوص صحابہ کے تمام صحابیون اور صحابیات سے افضل واشرف تھین۔ علم مین، تفقہ مین، ذکاوت مین جو امتیازی خصوصیت انکو میسر تھی کیسکو نہ تھی۔ دینی عظمت واقتدار کی حیثیت سے علاوہ اسکے کہ وہ ام المومنین تھین چند اور خصائص بھی ان مین ایسے تھے جو دوسری ازواج پر انکو مرجح رکھتے ہین۔ مثلاً آیۂ تیمم کا نزول جو ان کا ہار کھو جانے کے سلسلہ مین مسلمانون کے لیے وجہ رحمت بنگیا[۳]۔ آنحضرت صلعم کو خواب مین ان کے حرم نبوت مین داخل ہونے کی بشارت ملنا[۴] ان کے بستر پر وحی نازل ہونا[۵]۔ حضرت جبریل کا ان کو سلام کہنا[۶]۔ دوبار حضرت جبریل کو حضرت عائشہ کا دیکھنا[۷] وغیرہ وغیرہ بہت سے ایسے واقعات ہین جن سے جناب عائشہ کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ خود فرماتی ہین کہ دس اوصاف مجھ مین ایسے ہین جنکی وجہ سے، دیگر ازواج پر مجھے ترجیح حاصل ہے۔

(۱) بجز میرے آنحضرت صلعم کے نکاح مین کوئی بیوی ناکتخدا نہین آئی۔

(۲) آپ کی ازواج مین صرف مجھی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میرے مان اور باپ دونون مہاجر ہین۔

(۳) اللہ عزوجل نے آسمان سے میری برارت کی آیت نازل فرمائی۔

(۴) جبریل میری شکل مین آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ عائشہ سے شادی کر لیجیے۔

(۵) مین آپ کے سامنے ہوتی تھی اور آپ نماز مین مصروف ہوتے تھے۔

(۶) نزول وحی کے وقت صرف مین ہی آپ کے پاس ہوتی تھی۔

(۷) جب رسول اللہ کی روح مبارک نے عالم قدس کی طرف پرواز کی اوسوقت آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔

---

[۱] مسند احمد ج ۶ صفحہ ۹۹ [۲] صحیح بخاری ذکر احد [۳] کتاب التیمم صحیح بخاری [۴] ایضاً مناقب عائشہ [۵] ایضاً [۶] ایضاً

(۸) جس شب کو میری باری تھی اوسی شب کو رسول اللہ نے انتقال فرمایا۔

(۹) مین اور آنحضرت صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔

(۱۰) میرے ہی حجرہ کو آنحضرت صلعم کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا[1]۔

تاریخ وحدیث کی کتابین شاہد ہین کہ ان اوصاف مین کوئی بیوی حضرت عائشہ کی شریک نہ تھین۔

عروہ کا قول ہے اگر حضرت عائشہ مین اور فضائل نہوتے تو بھی صرف قصہ افک اونکی فضیلت بلندی وعزت کے لیے کافی تھا کیونکہ اسی کے ذیل مین ان کے لیے قرآن کی آیتین نازل ہوئین جو قیامت تک پڑھی جائینگی[2]

آنحضرت صلعم فرماتے تھے۔

فَضْلُ عَائشہ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام"

عائشہ کو عورتون پر ایسی فضیلت ہے جیسے[3] ثرید کو عام کھانون پر[4]

اب ان کے نفسی وعلمی کمالات کے متعلق اکابر فن کی رائین دیکھیے۔

مسروق تابعی سے کسی نے پوچھا کیا حضرت عائشہ "فرائض" سے واقف تھین جوابدیا

ای والذی نفسی بیدہ لقد رایت مشیخة اصحاب محمد صلعم الاکابر یسئلونھا عن الفرائض۔

بخدا مین نے اون سے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے مسلے دریافت کرتے دیکھا[5] ہے۔

انہین مسروق کی نسبت عفان بن مسلم کی روایت ہے کہ جب وہ حضرت عائشہ سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے،

حدثتنی الصدیقة بنتُ الصدیق المبراة کذا وکذا

امام زہری کا مقولہ ہے،

لو جمع علم الناس کلھم وعلم ازواج النبی صلعم فکانت عائشة اوسعھم علما۔

اگر تمام مردون اور امہات مومنین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم ان مین سب سے زیادہ ہوگا[6]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۴۳ [2] اسد الغابہ صفحہ ۵۰۲ [3] ثرید شوربے مین ملی ہوئی روٹی [4] استیعاب
[5] و [6] طبقات ج ۸ ص ۴۵ [7] استیعاب ۷۶ باندک تغیر الفاظ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہین

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلعم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منه علما۔

ہم صحابیون کو کوئی ایسی مشکل بات پیش نہین آئی کہ جسکو ہمنے عائشہ سے پوچھا ہوا ور اون کے پاس اسکے متعلق کچھ معلومات ہمکو نہ ملی ہون،[1]

عروہ ابن زبیر فرماتے ہین۔

اعلم بفقه ولا بطب ولا بشعرٍ من عائشۃ۔

مین نے فقہ، طب، اور شاعری مین حضرت عائشہ سے زیادہ کسیکو عالم نہ پایا۔[2]

یہی عروہ اپنے باپ کے حوالے سے نقل کرتے ہین کہ اکثر حضرت عائشہ رض ساٹھ ساٹھ سو سو شعر کے قصیدہ سنا دیا کرتی تھین۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے ابوسلمہ جو بڑے جلیل القدر تابعی تھے بیان کرتے ہین۔

ما رأیتُ اَحَدًا اعلم بسنن رسول اللہ ولا افقه فی رای ان احتیج الی رایه ولا اعلم بآیة فیما نزلت ولا فریضۃ من عائشۃ[3]

یعنی مین نے حضرت عائشہ سے زیادہ سنت نبوی کا عالم، تفقہ فی الدین کا ماہر، آیات کلام مجید کے شان نزول اور فرائض کا جاننے والا کسی اور کو نہین دیکھا۔

عطاء بن ابی الرباح کا قول ہے،

کانت عائشۃ افقه الناس واحسن الناس واعلم الناس رایًا فی العامۃ۔

حضرت عائشہ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ بہتر اور لوگون مین سب سے زیادہ صائب الرائے تھین[5]

ایک دن امیر معاویہ نے ایک درباری سے پوچھا کہ لوگون مین سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے کہا امیرالمومنین آپ ہین۔ انھون نے کہا نہین مین قسم دیتا ہون سچ سچ بتاؤ اسنے کہا اگر یہ ہے تو "عائشہ" اسکا جواب ہے۔

سیرت عائشہ رض پر ایک عمومی تبصرہ جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رض کی سیرۃ مبارک پر عمومی تبصرہ کیا جاتا ہے، تو سب سے زیادہ نمایان خصوصیت جو نہ صرف صحابیات بلکہ بعض صحابۂ کرام کے مقابلہ مین بھی آپ مین بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، یہ تھی کہ آپ فطرت کی طرف سے فلسفیانہ دماغ لیکر آئی تھین

---

[1] جامع ترمذی باب مناقب عائشہ [2] استیعاب صفحہ ۷۶۵ [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۵۰ [4] مستدرک حاکم [5] استیعاب ۷۶۵ [6] مستدرک حاکم ذکر عائشہ

اور تفقہ فی الدین، قوت اجتہاد، سلیقہ تنقید، ضبط واقعات، صرف روایت، صحت فکر و اصابت رائے میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

آپ جو بات فرماتی تھیں، جو توجیہ آپ کرتی تھیں وہ بالکل عقل کے مطابق ہوتی تھی اور مشکل سے کوئی روایت آپ کی ایسی ملے گی جسے باور کرنے کے لیے عقل انسانی کو دور از کار تاویلوں سے کام لینا پڑے۔

اس میں کلام نہیں کہ رسول اللہ کی قربت کی وجہ سے آپ کو آنحضرت صلعم کے اقوال و افعال کے مطالعہ کا نہایت اچھا موقعہ حاصل تھا، لیکن جس وقت ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علاوہ آپ کے اور بھی متعدد ہستیاں ایسی تھیں جنہیں قربت کا یہی درجہ حاصل تھا تو ہمیں حضرت عائشہ کا ذہنی تفوق نمایاں نظر آنے لگتا ہے کہ وہی ایک بات تھی جس کو رسول اللہ کی زبان مبارک سے علاوہ حضرت عائشہ کے اور بھی سُنتے تھے، لیکن جس نتیجہ پر آپ پہونچتی تھیں، اور اس کی حقیقی روح تک جس طرح آپ کے ذہن مبارک کی رسائی ہوجاتی تھی، وہ دوسروں کو نصیب نہ تھی۔

آپ کورانہ تقلید کی سخت مخالف تھیں، اور ہمیشہ رسول اللہ کے اقوال و افعال کے حقیقی مدعا تک پہونچنے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ "رعایتہا الاصلح فی الشرع" کا جیسا غالب رنگ آپ کی روایات سے مترشح ہوتا ہے، وہ عام طور سے دیگر راویوں میں نہیں پایا جاتا۔

رسول اللہ کے عہد مبارک میں عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور ر چاہیے تھا کہ حضرت عائشہ اس کو ہمیشہ جائز قرار دیتیں، لیکن چونکہ آپ اچھی طرح واقف تھیں کہ قدرتاً یہ اجازت کس وقت تک قائم رہ سکتی ہے، اسی لیے آپ نے زمانۂ مابعد میں عورتوں کی اخلاقی حالت کا تنزل محسوس کرکے فرمایا۔

لو ادرک رسول اللہ ما احدث النساء لمنعہن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔	اگر رسول اللہ کو معلوم ہوتا کہ عورتوں کی حالت کیا ہوگئی ہے تو آپ انکو مسجد میں آنے سے اسیطرح روکدیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکدیا تھا۔

اسلام میں شرک فی العبادت سے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے، جسقدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، اور خصوصیت کے ساتھ حضرت عمر، کہ آپ نے اس درخت کو جس کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی تھی، صرف اسی لیے قطع کرادیا کہ کہیں لوگ اسے بھی متبرک نہ سمجھنے لگیں۔

حضرت عائشہ بھی اس باب میں بہت سخت تھیں۔ چنانچہ جب شیبہ بن عثمان نے جو

آپ کے زمانہ مین کعبہ کا کلید بردار تھا، آپ سے ذکر کیا کہ کعبہ کا غلاف اتارنے کے بعد دفن کردیا جاتا ہے تاکہ وہ انسانون کے غیر طاہر ہاتھون تک نہ پہونچے، تو آپ نے فرمایا کہ" یہ تو کوئی معقول بات نہین ہے۔ جب غلاف اتر گیا تو پھر گیا جس کا جی چاہے استعمال کرے تم کیون نہین اس کو بیچکر قیمت غربا وغیرہ کو تقسیم کردیا کرتے[1]"

ہم ابھی بیان کرچکے ہین کہ آپ کو تفقہ فی الدین اور صرف درایت کے ساتھ کلام الٰہی کا بھی علم پورا حاصل تھا اور جب کبھی ایسے مباحث پیش آتے تھے تو آپ کی راے ایسے مجتہدانہ رنگ مین ڈوبی ہوتی تھی کہ اس سے آپ کا علوے مرتبت پوری طرح ثابت ہوتا تھا۔ مثلاً بد حضرت عمر سے ایک روایت سماع موتے کے متعلق یہ پائی جاتی ہے کہ رسول اللہ نے آپ کے دریافت کرنے پر فرمایا۔

ما انتم باسمع منہم ولکن لا یجیبون، یعنی وہ تم سے زیادہ سنتے ہین لیکن جواب نہین دیسکتے

جب حضرت عائشہ نے اس روایت کو سنا تو فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد یہ نہین تھا کیونکہ کلام مجید مین اس کے خلاف نص قطعی موجود ہے کہ۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ[2]۔ اے رسول تو نہ مردون کو اپنی بات سنا سکتا ہے اور نہ قبر مین مدفون ہونے والون کو۔

اسی طرح جب شب معراج کے واقعہ مین رویت باری تعالی اور مردے پر اہل عیال کے رونے سے عذاب ہونے کے مسائل پیش ہوئے تو آپ رویت کے متعلق کلام مجید کی آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ سورہ انعام - اور دوسرے مسئلہ کی نسبت، دوسری آیت لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى سورہ بنی اسرائیل پیش کرکے نہ صرف کلام الٰہی پر کامل عبور رکھنے کا ثبوت دیا، بلکہ حقیقتاً یہ بھی بتادیا کہ مسائل شرع مین درایت سے کام لینا ضروری ہے اور نیز یہ کہ وہ درایت کس نوع کی ہونی چاہیے،

آپ کی زندگی کے بعض واقعات ایسے ہین، جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اسلام کی حقیقی روح کو کسقدر تکمیل کے ساتھ سمجھا تھا۔ رسول اللہ کی تمام تعلیمات اور آپ کے ہر طرز عمل سے یہ بات مترشح ہوتی تھی کہ اسلام مین حد درجہ سہولت مرکوز ہے اور اسی لیے اسے فطری مذہب کہتے ہین۔ حضرت عائشہ نے اس نکتہ کو جسقدر خوبی کے ساتھ سمجھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا

[1] عین الاصابہ [2] بخاری غزوۂ بدر

آپ کے زمانہ مین ابن ابی السائب تابعی وعظ کے بڑے شایق تھے اور ہر نماز کے بعد دیر تک مسجع عبارت مین دعا مانگا کرتے تھے حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو ان سے مخاطب ہوکر بولین کہ ہفتہ مین ایک دن اور حد تین دن سے زیادہ وعظ نہ کہا کرو اور دعائیں مختصر مانگا کرو۔ مسجع و مقفی عبارت کی ضرورت نہین ہے۔ رسول اللہ اور ان کے صحابہ کا یہ وتیرہ نہین تھا کہ وہ وعظ و تلقین اور دعا کی طوالت سے لوگون کو گھبرا دین[1]،،

حضرت عائشہ اگر چاہتین تو صرف یہ کہہ سکتی تھین کہ وعظ و دعا مین اختصار کرو، لیکن آپ نے دعاؤن کی طوالت کے اصل راز کو معلوم کر کے مسجع عبارت کے بنانے سے منع کیا، کیونکہ آپ سمجھتی تھین کہ طوالت کی وجہ یہی ہے،

اسکے بعد ہم آپ کے وسعت معلومات، صحت فکر، اصابت رائے اور تفقہ فی الدین کی چند مثالین پیش کرتے ہین[2]

(۱) فجر کی نماز مین باوجود اس کے کہ وقت کافی ہوتا ہے صرف دو رکعت فرض کی اور دو سنت کی رکھی گئین جسکی وجہ بظاہر سمجھ مین نہ آتی تھی۔ حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "نماز فجر مین اس لیے زیادہ رکعتین نہین رکھی گئین کہ اسوقت قرأت طویل کی جاتی ہے،،

(۲) حضرت عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔ بظاہر اس ممانعت کا کوئی سبب معلوم نہ ہوتا تھا، لیکن حضرت عائشہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص ٹھیک طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھیگا تو آفتاب پرست لوگون کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی۔

(۳) آج کل عام طور سے لوگ نفل کی نماز بیٹھ کر ادا کرتے ہین، کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ سے اس کے بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ" یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ کمزور ہوگئے تھے۔

(۴) ایک بار رسول اللہ نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ بعض صحابہ نے خیال کیا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے اور بعض نے صرف اسوقت و زمانہ کے لیے مخصوص سمجھا۔ حضرت عائشہ نے بھی اس حکم کو وقتی حکم سمجھا جس کی وہ نہایت معقول وجہ یہ بیان

[1] مسند احمد ص ۲۱۷ [2] اسوۂ صحابہ جلد ۲۔

کرتی ہین کہ "اس زمانہ مین کم لوگ قربانی کرسکتے تھے اس لیے اللہ نے یہ حکم دیا تاکہ جن لوگون نے قربانی نہین کی ہے انھین بھی مل جائے،

(۵) مکہ معظمہ کے قریب ایک وادی ہے جس کا نام محصب ہے۔ چونکہ رسول اللہ نے ایام حج مین یہان قیام فرمایا تھا، اس لیے بعد کو صحابہ بھی یہان قیام کرتے تھے یہانتک کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تو یہان کے قیام کو سنن حج مین شامل کرلیا۔

حضرت عائشہ اس کے خلاف تھین، وہ فرماتی تھین کہ "یہان کے قیام کو سنن حج مین داخل کرنا اس لیے صحیح نہین ہے کہ رسول اللہ کا قیام یہان صرف اس لیے ہوتا تھا کہ یہان سے حج کے لیے کوچ کرنے مین آسانی ہوتی تھی نہ اس نیت سے کہ یہان کا قیام مذہبی نقطۂ نظر سے اولیٰ واحسن ہے،

(۶) جس آیت مین چار بیویون سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اسکے الفاظ یہ ہین :-

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی	اگر تمھین اندیشہ ہے کہ یتیمون کے باب مین تم سے
فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ	انصاف نہ ہوسکے گا تو عورتون مین سے اپنے حسب
مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (سورۃ النسآء)	خواہش دو دو، تین تین، چار چار نکاح کرسکتے ہو۔

بظاہر اس آیت کے معنے بہت مبہم ہین۔ یتیمون کے ساتھ انصاف اور پھر چار نکاحون تک کی اجازت کا جوڑ سمجھ مین نہین آتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عروہ نے جناب عائشہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ بعض اوقات یتیم لڑکیان جائداد مین ولی کی شریک ہوتی ہین اور وہ ان سے نکاح کرکے مہر کم دیتا ہے، ایسی حالت مین ان سے نکاح کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ انصاف کے خلاف تھا۔

(۷) کلام مجید کی ایک آیت ہے :-

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ	حتی کہ جب پیغمبر مایوس ہوگئے اور ان کو خیال ہوا کہ
قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ (سورۃ یوسف)	جھوٹ بولا گیا تو ہماری مدد آگئی۔

حضرت عروہ نے جناب عائشہؓ سے پوچھا کہ اس آیت مین کُذِبُوا (ان سے جھوٹ بولا گیا) ہے یا کُذِّبُوا (جھٹلائے گئے) آپ نے جواب دیا کہ کُذِّبُوا (جھٹلائے گئے) ہے حضرت عروہ نے کہا کہ جھٹلائے جانے کا تو یقین تھا پھر اس کے ساتھ ظنوا (گمان کیا) کی کیا ضرورت تھی اس لیے میرے خیال مین کُذِبُوا (جھوٹ بولا گیا) ہے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا پیغمبر خدا کے نسبت

یہ گمان کرسکتا ہے کہ خدا نے اس سے جھوٹ وعدہ کیا۔ اس کے بعد عروہ نے دریافت کیا کہ پھر اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ پیغمبروں کے معتقدین کے متعلق ہے کہ جب وہ ایمان لائے اور ان کی قوم نے انھیں ستایا اور نصرت الٰہی میں تاخیر نظر آئی تو پیغمبروں کو گمان ہوا کہ کہیں اس تاخیر کی وجہ سے ایمان لانے والے بھی نہ ہمیں جھٹلا دیں کہ اسی حالت میں خدا کی مدد ان کو پہونچ گئی۔

(۸) متعہ کے باب میں اس وقت بھی بعض لوگوں میں اختلاف تھا اور متعدد احادیث اس باب میں پیش کی جاتی تھیں لیکن جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خدا کی کتاب سے کیوں مدد نہیں لیتے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

وَالَّذِیْنَ ہُمْ لِفُرُوْجِہِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِہِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ فَاِنَّہُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ[1] سورۃ المؤمنون

(جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے۔ انپر کوئی ملامت نہیں (یعنی جو لوگ سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے کسی اور سے تعلق پیدا نہیں کرتے انپر کوئی ملامت نہیں)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کس دل و دماغ کی خاتون تھیں اور آپ کی نگاہ نکتہ رس معاملات کی حقیقت تک کیونکر پہونچ جاتی تھی۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے (اور یہی فطرت انسانی کا اقتضا ہے) کہ جو لوگ فلسفیانہ دماغ رکھتے ہیں وہ مذہبی احکام کی طرف سے ذرا بے پروا ہوجاتے ہیں ہر بات کو عقل کی روشنی میں دیکھنے کی وجہ سے وہ بہت سی باتوں کی تاویل کر لیتے ہیں اور آخر کار تقویٰ کے حدود تک نہیں پہونچتے، لیکن حضرت عائشہ باوجود اس کے بڑا انتہا تقویٰ کا لحاظ رکھتی تھیں۔

جب فتح عجم کے بعد جدید جدید شرابوں کے جدید نا موں کا رواج عرب میں ہوا تو لوگوں کو ان کی حلت و حرمت کے نسبت دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ عربی میں خمر، صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں اور اب بہت سی جدید شرابیں آگئیں تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ "شراب کے برتنوں میں چھوارے تک نہ بھگوئے جائیں" پھر عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اگر تمھارے مٹکوں کے پانی سے نشہ پیدا ہونے لگے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہ نے عام طور سے ہر مُسکر چیز کو حرام قرار دیا ہے"[1]

[1] سنن نسائی کتاب الخمر

عرب میں جہاں اور بہت سی مذموم رسمیں رائج تھیں، وہیں ٹوٹکے کا بھی بہت رواج تھا علی الخصوص عورتوں میں جنکا کوئی کام بغیر شگون کے پورا ہی نہیں ہوتا۔ لیکن حضرت عائشہ باوجود عورت ہونے کے ٹوٹکوں کو بہت برا سمجھتی تھیں۔ آپ نے ایک مرتبہ کسی بچہ کے سرہانے استرا رکھا ہوا دیکھا[1]، تو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ ٹوٹکوں کے سخت مخالف تھے[2]۔

آپ میں ان تمام صفات کے ساتھ وہ جوہر بھی تھا جس کے لیے سرزمین عرب کے مرد عورت مشہور ہیں، یعنے وہ خطرہ کے وقت بے انتہا جری تھیں اور میدان جنگ میں پیٹھ پر مشک لاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں[3]۔

دنیا کی عام تہذیب میں بھی آپ کا وہ عالم تھا جس پر آج بھی فخر کیا جاسکتا ہے۔ طلحہ کی صاحبزادی نے جنکا نام بھی عائشہ تھا حضرت عائشہ کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی اور لوگ دور دور سے انکے پاس آتے، خطوط روانہ کرتے اور تحایف بھیجتے۔ جب یہ حضرت عائشہ سے ذکر کرتیں تو آپ فرماتیں کہ "خطوں کا جواب لکھدو اور ہدیہ کا معاوضہ دیدو[4]"

حضرت عائشہ کا مرتبہ طبقہ رواۃ میں بھی بہت بلند ہے اور سوائے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے کسی اور صحابی سے اتنی روایتیں بیان نہیں کی گئیں جتنی حضرت عائشہ سے منقول ہیں،

حضرت ابو ہریرہ کی روایتیں سب سے زیادہ (۵۳۷۴) ہیں اس کے بعد عبداللہ بن عباس کا درجہ ہے جنھوں نے ۲۶۶۰ حدیثوں کی روایت کی اور پھر حضرت عائشہ ہیں جنسے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی گئی ہیں۔

واقعات وفات حضرت عائشہ کی ولادت ہجرت سے نو سال پہلے اور وفات ۵۸ھ ہجری میں متفق علیہ ہے اس اعتبار سے انکی عمر وفات کے وقت تریسٹھ ۶۳ سال ہوگی چونکہ حضرت عائشہ رضہ خود پسندی سے بہت نفور تھیں اسلیے تعریف کرنے والوں سے ملنے میں انہیں تامل ہوتا تھا۔ مرض وفات میں حضرت عبداللہ بن عباس نے ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی وہ جانتی تھیں کہ تعریف کرینگے اس لیے متامل ہوئیں مگر بھانجوں نے اصرار کیا کہ آپ ام المومنین ہیں اور ابن عباس، سلام کرتے اور آپ کو رخصت کرنے کے لیے آئے ہیں تو فرمایا اگر تم چاہو تو بلالو، حضرت ابن عباس بلائے گئے اور جیسا حضرت عائشہ کا خیال تھا

[1] استرا اسلیے رکھدیا جاتا تھا کہ بچہ آسیب سے محفوظ رہے [2] اسوۂ صحابہ جلد دوم [3] مسلم کتاب الجہاد [4] اسوۂ صحابہ جلد دوم۔

بیٹھتے ہی انھون نے کہا آپ کو بشارت ہو کہ محمد صلعم سے آپ کو ملنے مین اتنا ہی وقفہ ہے جتنا روح کے بدن سے جدا ہونے مین، آپ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین بیوی تھین، جس رات کو آپکا ہار گر گیا آنحضرت صلعم نے اسکی تلاش کی اور لوگون کو منزل پر پانی نہ ملا تو آپ ہی کے سبب سے اللہ تعالی نے آیۂ تیمم نازل فرمائی، آپ کی برارت جبریل امین آسمان سے لیکر آئے جو قیامت تک ہر مسجد مین پڑھی جائیگی،، فرمایا ابن عباس مجھے معاف رکھو، قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے، مجھے پسند تھا کہ مین معدوم محض ہوتی[1]

انتقال سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ "مجھے بقیع مین دفن کرنا جہان اور ازواج دفن ہین[2] بیماری مین فرمایا کرتین "اے کاش مین پیدا نہوتی کاش مین پتھر ہوتی، کاش مین ڈھیلا ہوتی[3] لوگ خیریت پوچھنے آتے تو فرماتین "الحمد للہ اچھی ہون[4]"،

آپ نے سہ شنبہ کی رات کو بتاریخ ۱۷ رمضان ۵۸ھ وفات پائی[5] یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

جس رات کو آپ نے وفات پائی مشعلین روشن کر لی گئی تھین اور عورتون کی اسقدر کثرت تھی کہ عید کا دھوکا ہوتا تھا[6]

ان کے انتقال سے لوگونکو بہت صدمہ تھا، مسروق کہتے تھے اگر بعض مصالح مانع نہوتے تو مین ام المومنین کے لیے مجلس ماتم برپا کرتا[7] عبید بن عمیر نے ایک شخص سے پوچھا حضرت عائشہ کی وفات سے کس کس کو صدمہ ہوا اوسنے جواب دیا جس جس کی وہ مان تھین اسکو انکا غم تھا[8]

آپ نے وصیت کی تھی کہ رات ہی کو دفن کر دینا، چنانچہ اوسی رات کو بعد نماز وتر بقیع مین دفن ہوئین۔ اس شب کو بقیع مین اس کثرت سے لوگون کا ہجوم تھا کہ ایسا پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا[9]

حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑہائی، عبداللہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن اور عبداللہ بن عبدالرحمن نے قبر مین اُتارا[10]

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۵۲ [2] ایضاً ۵۱ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً ۵۴ [6] ایضاً ۵۳ [7] ایضاً ۵۴۔

[8] ایضاً ۵۳ [9] ایضاً، [10] ایضاً

ام المومنین حضرت حفصہ رضہ

نام و نسب جناب حفصہ، سیدنا عمر ابن الخطاب فاروق اعظم خلیفۂ دوم کی صاحبزادی ہین[1] آپ کے دادا نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن عدی بن کعب تھے[2] اور والدہ زینب بنت مظعون رضہ۔

ولادت ہجرت سے پانچ سال پہلے جبکہ قریش تعمیر کعبہ مین مصروف تھے، پیدا ہوئین[3]

اسلام آپ کے اسلام کا ذکر صراحتاً مذکور نہین لیکن یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضہ جب دائرہ اسلام مین داخل ہوے تو آپ کا قبیلہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہوا، اور انہین مین یہ بھی تھین۔

نکاح خنیس رضہ بن حذافہ بن قیس بن عدی سے پہلا نکاح ہوا[4]۔

ہجرت خنیس اسلام مین آپ کے دوش بدوش تھے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اسوقت بھی زن و شوہر کا ساتھ تھا۔

عام حالات حضرت خنیس رضہ جنگ بدر مین شریک ہوئے چونکہ اس موقع پر مہلک زخم کھائے تھے، مدینہ پہونچکر وفات پائی یہ واقعہ ہجرت کے بعد کا ہے جبکہ آنحضرت جنگ بدر سے تشریف لے آئے تھے[5]

حضرت حفصہ رضہ بیوہ ہوگئین تو حضرت عمر رضہ نے جناب ابوبکر رضہ سے نکاح کر دینے کا خیال ظاہر کیا، وہ خاموش ہو رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ یہ بات حضرت عمر رضہ کو ناگوار ہوئی۔ اسوقت حضرت عثمان غنی رضہ کی بیوی، رقیہ بنت رسول اللہ صلعم کا انتقال ہو چکا تھا، اسلیے حضرت عثمان سے کہا، انھون نے جواب دیا کہ ابھی مین نکاح کرنا نہین چاہتا، حضرت عمر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے اور آپ سے صورت واقعہ بیان کی۔ حضرت عمر رضہ اور جناب رسالت مآب

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۴ [2] ایضاً ۷۲۸ [3] طبقات ج ۸ ص ۵۶ [4] ایضاً [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۲۵ [6] طبقات ج ۸ ص ۵۶۔

صلعم کے تعلقات خصوصی ایسے نہ تھے کہ قرابت تک نوبت نہ آتی، ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کی صاحبزادی عائشہ آپ کے نکاح میں آ چکی تھیں، حفصہ کو بھی یہ شرف عطا ہونا مقتضائے مشیت تھا اس لیے آپ نے فرمایا "حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہو جائے جو عثمان سے بہتر ہے" اور عثمان کو ایسی بیوی نہ بچائے جو حفصہ سے بہتر ہے" پھر آپ نے حضرت عمر رض کو حفصہ کا پیام دیکر اپنا نکاح کر لیا۔

بعد میں حضرت ابوبکر رضی عمر رض سے ملے اور کہا کہ آپ مجھ سے خفا ہوں رسول اللہ صلعم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا میں یہ بات ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا اس لیے خاموش ہو رہا اگر آنحضرت صلعم کا یہ خیال نہ ہوتا تو میں ہی نکاح کر لیتا۔[1]

حضرت حفصہ کا یہ نکاح سنہ ۳ھ میں ہوا۔[2]

تحریم ابو اسامہ حماد بروایت حضرت عائشہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوا اور شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ عصر کی نماز کے بعد ازواج کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے ایکدن حضرت حفصہ کے پاس معمول سے زیادہ دیر ہو گئی، بمقتضائے فطرت حضرت عائشہ کو رشک ہوا اور انھوں نے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ کسی عورت نے حفصہ کے پاس ہدیۃً شہد بھیجا تھا اور آنحضرت صلعم نے اسے کھایا ہے، حضرت عائشہ نے اسکا ذکر سودہ رض سے کیا اور ان کو سکھا دیا کہ جب آنحضرت صلعم تمہارے پاس آئیں تو کہنا یا رسول اللہ آپ نے مغافیر کھایا ہے (مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جسکو شہد کی مکھی چوستی ہے اسمیں کسیقدر بدبو ہوتی ہے اور یہ آنحضرت صلعم کو نہایت ناپسند تھی) آپ فرمائنگے مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے، تم کہنا شاید یہ شہد عرفط کی مکھی کا ہے۔ یہی بات حضرت صفیہ کو بھی سکھا دی۔ آپ سودہ کے پاس تشریف لائے تو انھوں نے حسب قرارداد یہی کہا۔ حضرت عائشہ اور حضرت صفیہ نے بھی یہی گفتگو کی اسکے بعد آپ ایک دن حفصہ کے پاس آئے تو انھوں نے حسب معمول شہد کے متعلق استمزاج کیا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں اور عہد کر لیا کہ آیندہ شہد نہ کھائیں گے۔

یہ روایت ابن سعد نے لکھی ہے مگر صحیح بخاری میں شہد پلانیوالا حضرت زینب کو بتلایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کے مشورہ سے حضرت حفصہ بنت عمر شریک تھیں اسکے بعد قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

---

۱ طبقات ج ۸ ص ۵۹ ۲ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹ -

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ۔ سورۃ التحریم
اے نبی تم بیویون کی خوشنودی کے لیے جو چیز خدانے حلال کی ہے اوسکو اپنے اوپر کیون حرام کرتے ہو،

ابن سعدنے اس روایت مین غلطی کی ہے کیونکہ اور کتابون مین کہین اس واقعہ کی نسبت حضرت حفصہ کے ساتھ دیکھی نہین گئی۔ پھر بخاری کی روایت کو صحیح ماننے مین کوئی تامل کی گنجائش بھی نہین جبکہ روایتًا ودرایتًا کسی قسم کا ضعف پایا نہین جاتا۔

واقعہ تحریم کے کچھ دن بعد آنحضرت صلعم نے کوئی بات راز کی حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید فرمادی کہ کسی سے نہ کہین۔ مگر وہ حضرت عائشہ سے چھپا نہ سکین۔ اسپر یہ آیت اتری۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (سورہ تحریم)

اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیویون سے راز کی بات کہی اور انھون نے فاش کردی اور خدا نے پیغمبر کو اسکی خبر کردی تو پیغمبر نے اسکا کچھ حصہ ان سے کہا اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اون سے کہا تو انھون نے کہا کس نے آپکو خبر دی پیغمبر نے کہا مجھکو خدائے علیم وخبیر نے خبر دی[1]۔

چونکہ یہ صورت رسول اللہ کے برہمی کی تھی اس لیے حضرت حفصہ وحضرت عائشہ نے متفق ہوکر معاملہ کو سلجھانا چاہا تو دونون کی شان مین اس آیت کا نزول ہوا[2]

وَاِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (تحریم)

اگر تم دونون خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہوچکے ہین اور اگر رسول اللہ صلعم کے مین مظاہرہ کرو تو خدا، جبریل اور دنیا تمام سب کے بعد فرشتے رسول اللہ کے مددگار ہین،

اس آیۃ مین منافقین کی طرف اشارہ ہے اور اونکو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر حفصہ اور عائشہ دونون مظاہرہ کرین اور منافقین سازش کرکے اس سے فائدہ اٹھانا چاہین تو بھی خدا پیغمبر کی مدد کریگا۔ اور خدا کے ساتھ جبریل، ملائکہ اور تمام دنیا ہے

فضائل وکمالات حضرت حفصہ بہت سمجھدار تھین انکو تعلیم وتفہیم کا بڑا شوق تھا، عبداللہ بن عمرؓ حمزہ بن عبداللہ حارثہ بن وہب، عبدالرحمان بن حارث، وغیرہ مردون مین اور صفیہ بنت ابی عبید، ام مبشر انصاریہ عورتون مین ان کے دائرہ تلامذہ مین داخل ہین حضرت

[1] و [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹

حفصہؓ سے ۶۰ حدیثین منقول ہین جو انھون نے خود آنحضرت صلعم اور جناب عمرؓ سے سُنی تھین[1]،

مسند ابن حنبل مین حضرت حفصہ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین مین ان کو کیا شغف تھا" ایک بار آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم مین داخل نہونگے، حضرت حفصہ نے اعتراض کیا کہ اللہ تو فرماتا ہے

وان منکم الا واردھا۔ — تم مین سے ہر ایک وارد جہنم ہوگا

آپ نے فرمایا، ہان مگر یہ بھی تو ہے،

ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا۔ — پھر ہم پرہیزگارون کو نجات دینگے اور ظالمونکو اسمین زانوؤن کے بل گرہوا چھوڑ دینگے[2]

اخلاق وعادات — حضرت حفصہ بڑی عبادت گذار اور مذہب کی پابند تھین۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھین، آخر وقت تک روزہ نہ چھوڑا[3]

حضرت عائشہ اور ان مین بہناپا تھا، اکثر معاملات مین ایک دوسرے کی شریک تھین کبھی کبھی رقابت کا بھی اظہار ہو جاتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہ کے ذکر مین لکھا گیا۔

حضرت عائشہ ان کی نسبت فرماتی تھین "حفصہ اپنے باپ کی بیٹی ہین" جیسے راسخ الارادہ ہر بات مین وہ ہین ویسے ہی یہ بھی ہین[4]

کسیقدر مزاج مین تیزی تھی، بعض اوقات آنحضرت صلعم کو برابر سے جواب دیتی تھین، صحیح بخاری مین حضرت عمرؓ کی روایت ہے "جاہلیت مین عورتون کی بہت کم وقعت ہوتی تھی، ایک دن مین کسی معاملہ مین شامل تھا میری بیوی نے مجھے مشورہ دیا مین نے انکو جھڑک دیا کہ تمکو ان امور سے کیا واسطہ بولین "تمکو میری بات اچھی نہین لگتی حالانکہ تمھاری بیٹی رسول اللہ صلعم کو برابر جواب دیتی ہے" مین یہ سُنکر حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہے انھون نے کہا بیشک مین ایسا کرتی ہون مین نے کہا خبردار ایسا نہ کیا کرو، مین تمکو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہون[5]"

وفات — ان کے سال وفات مین اختلاف ہے۔ ابن اثیر کا رجحان اس طرف ہے کہ جو زمانہ حضرت حسن بن علیؓ کے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کا ہے، وہی زمانہ حضرت حفصہ کی وفات کا ہے یعنی سنہ ۴۱ھ تھی[6]۔

---

[1] زرقانی ص ۲۷۱ ج ۳ [2] مسند ج ۶ ص ۲۸۵ [3] طبقات ج ۸ ص ۵۹ [4] سنن ابی داؤد ذکر حفصہ [5] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۰ [6] اسد الغابہ ۴۲۲ =

ابن سعد لکھتے ہین کہ حضرت حفصہ نے شعبان سنہ ۴۵ھ مدینہ مین وفات پائی اور یہی صحیح ہے کیونکہ اکثر ارباب سیر اس پر متفق ہین۔

مروان عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ابوہریرہ ان کا جنازہ مغیرہ کے گھر سے دفن تک لے گئے۔ عبداللہ بن عمر، عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم، عبداللہ اور حمزہ قبر مین اُترے اور بقیع مین آپ دفن کی گئین[1]۔

[1] ابن سعد ج ۸ ص ۶۱۔
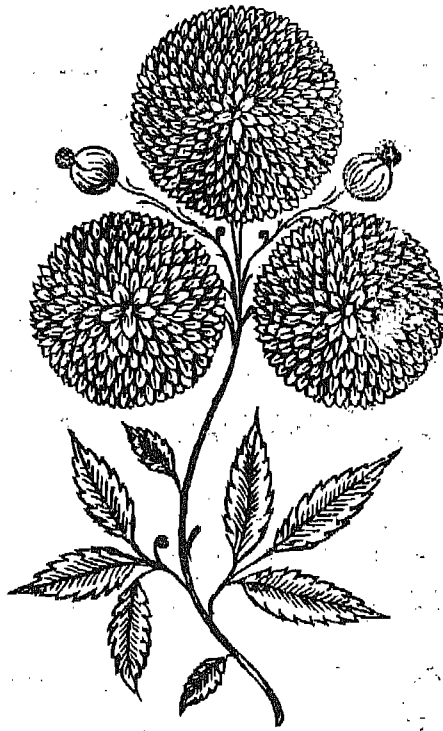
ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ

نام و نسب زینب نام، ام المساکین لقب، نسب یہ ہے زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ[1]۔

نکاح پہلے عبداللہ ابن حجش کی زوجیت میں تھیں جو جنگ احد ۳ھ میں شہید ہوئے، عبداللہ کے بعد اسی سال آنحضرت صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔ لیکن دو ہی تین مہینہ کے بعد سفر آخرت پیش آیا[2]۔ یہ پہلی بیوی ہیں جو آپ کی زندگی میں خدیجہ کے بعد رہگرائے فردوس ہوئیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر کم و بیش تیس سال تھی[3]۔ زمانہ انتقال آخر ماہ ربیع الاول ۴ھ ہے، رسول اللہ صلعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن فرمایا[4]۔

ان کے پہلے نکاح میں اختلاف ہے، ابن سعد کا خیال ہے کہ پہلے وہ طفیل بن حارث ابن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں، اس نے طلاق دے دی تو عبیدہ بن حارث سے نکاح ہوا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے[5] مگر ہمارے نزدیک آنحضرت صلعم سے قبل آپ کا نکاح عبداللہ بن حجش سے ہوا تھا۔ اور یہی خیال ہے علامہ بن عبدالبر اور مورخ ابن اثیر کا (ملاحظہ ہو استیعاب ص ۳ ج ۷ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۶)

آنحضرت صلعم سے ان کا نکاح اوائل رمضان ۳ھ میں ہوا اور بارہ اوقیہ زر مہر قرار پایا[6]۔

بعض لوگ حدیث "اولکن لحوقابی اطولکن یدا" زینب بنت خزیمہ کے حق میں بتاتے ہیں کیونکہ وہ بہت صدقہ دیا کرتی تھیں اور مساکین پر بہت مہربان تھیں، لیکن یہ غلط ہے اصل میں یہ حدیث زینب بنت حجش سے متعلق ہے جنکا انتقال آنحضرت صلعم کے بعد تمام ازواج سے پہلے ہوا۔ زینب بنت خزیمہ تو باتفاق محدثین آنحضرت صلعم کی زندگی میں وفات پا چکی تھیں[7]۔

---

[1] استیعاب ص ۷۵۳، [2] ایضاً [3] ایضاً، [4] طبقات ج ۸ ص ۸۲ [5] ایضاً [6] ایضاً [7] اصابہ ص ۹۵۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضا

نام ونسب آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ اصل نام ہند ہے لیکن چونکہ کنیت زیادہ متعارف ہے اس لیے ام سلمہ کے نام سے مشہور ہین۔ باپ ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھے اور مان عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک کنانیہ بعض لوگ حضرت ام سلمہ کا نام رملہ بھی بتاتے ہین مگر اسکی کوئی اصل نہین۔ محدثین اس روایت کو لَیْسَ بِشَیْءٍ سے تعبیر کرتے ہین[1]

ابوامیہ کا نام حذیفہ تھا اور زاد الراکب کے لقب سے مشہور تھے، کیونکہ مکہ کے فیاضون مین ان کا خاص اعتبار تھا اور جب کبھی سفر کرتے تھے تو تمام قافلہ کے خود کفیل ہوتے تھے، یہی فیاضانہ کفالت تھی جس کی دلپذیری نے زبان عرب سے ابوامیہ کو یہ لقب دلایا۔[2]

نکاح پہلے جناب ام سلمہ کا نکاح ابوسلمہ بن عبدالاسد سے ہوا جو ان کے چچیرے بھائی تھے[3]

اسلام یہ اور ان کے شوہر دونون ان لوگون مین سے ہین جنکو قدیم الاسلام کہا جاتا ہے[4] یعنی آغاز نبوت مین جبکہ لوگ "ترک واختیار" کی کشمکش مین مبتلا تھے اور مذہب کی نسبت حق بجانب فیصلہ کرنا صرف خوش نصیبون کا حصہ تھا، یہ میان بیوی اسلام کی غیر فانی دولت سے مالا مال ہوئے،

ہجرت جسطرح اسلام مین دونون دوش بدوش تھے اسی طرح ہجرت مین بھی ایکدوسرے کے ساتھ رہے۔ پہلے حبشہ کا رخ کیا وہان سے کچھ دنون کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی مدینہ کی ہجرت مین حضرت ام سلمہ کو جو المناک واقعات پیش آئے انہین کی زبان سے ابن اثیر نے اپنی کتاب مین بیان کئے ہین فرماتی ہین "جب ابوسلمہ نے مدینہ جانے کا فیصلہ کرلیا تو ان کے پاس ایک ہی اونٹ تھا اسی پر مجکو اور میرے بیٹے سلمہ کو سوار کردیا اور اونٹ کی نکیل ہاتھ مین لیے چلدیے۔ بنو مغیرہ نے جو میرے میکے کے لوگ تھے ہم لوگونکو

[1] و [2] اصابہ ق اص ۸۸۵ [3] ایضاً [4] ایضاً ۸۸۶ -

دیکھ لیا اور ابوسلمہ سے مزاحمت کی کہ ہم اپنی لڑکی کو ایسی خراب حالت میں نہ جانے دین گے ابوسلمہ کے ہاتھ سے نکیل چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ لے چلے۔ اتنے مین بنو عبدالاسد ابوسلمہ کے خاندان کے لوگ آپہونچے اور انھون نے میرے بچے سلمہ پر قبضہ کرلیا اور بنو مغیرہ سے کہا اگر تم اپنی لڑکی کو شوہر کے ساتھ نہین جانے دیتے تو ہم اپنے بچے کو تمھاری لڑکی کے پاس ہرگز نچھوڑینگے اب مین، میرا شوہر، میرا بچہ تینون ایک دوسرے سے جدا تھے، مارے صدمہ کے میری حالت خراب تھی چونکہ ہجرت کا حکم ہوچکا تھا اسلیے ابوسلمہ تو مدینہ پہونچ گئے مین تنہا رہگئی۔ روزانہ صبحکو گھر سے نکلتی اور ایک ٹیلے پر بیٹھکر شام تک رویا کرتی، اسی حال مین مجکو کم وبیش ایک سال ہوگیا۔ ایک دن بنو مغیرہ کے ایک شخص نے جو میرا عزیز تھا، میری یہ پریشانی دیکھ کر ترس کھایا اور بنو مغیرہ کو جمع کرکے سب کی طرف مخاطب ہوکر کہا "آپ لوگ اس مسکین کو کیون نہین چھوڑ دیتے جسکو آپ نے اوس کے بچہ اور شوہر سے جدا کردیا ہے" یہ مفہوم کچھ ایسے موثر الفاظ مین ادا کیا گیا تھا کہ میرے میکے والون کو رحم آگیا اور انھون نے اجازت دے دی کہ اگر تم چاہو تو اپنے شوہر کے پاس جاسکتی ہو، یہ سنکر بنو عبدالاسد نے بھی میرے بچے کو میرے پاس بھیجدیا اب مین نے اونٹ پر کجاوہ کسا اور سلمہ کو گود مین لیکر سوار ہوگئی۔ مین بالکل تنہا تھی اور اسی عالم مین تنعیم پہونچی وہان عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے۔ انھون نے میرا ارادہ معلوم کرکے مجھ سے پوچھا کیا کوئی تمھارے ساتھ ہے مین نے کہا، نہین صرف مین ہون اور یہ میرا بچہ، انھون نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور ہاتھ سے کھینچتے ہوئے آگے آگے چلنے لگے خدا جانتا ہے مجھے طلحہ سے زیادہ شریف آدمی عرب مین نہین ملا، جب منزل آتی اور ہمکو ٹھہرنا پڑتا تو وہ کسی درخت کی آڑ مین ہوجاتے، چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ کو تیار کرلاتے اور جب مین اطمینان سے بیٹھ جاتی تو اونٹ کی مہار لیکر آگے آگے چلنے لگتے۔ اثنار سفر مین یہی معمول رہا، مدینہ پہونچکر بنی عمرو بن عوف کی آبادی (موضع قبا) سے گذر ہوا تو عثمان ابن طلحہ نے مجھ سے کہا تمھارا شوہر اس گانو ن مین ہے ابوسلمہ یہان ٹھہرے ہوے تھے، مین اللہ کے بھروسہ پر اس محلہ مین داخل ہوئی اور خدا خدا کرکے اون سے ملاقات ہوئی، عثمان ابن طلحہ مجھے ابوسلمہ کا پتہ بتا کر مکہ واپس ہوگئے،،[1]

حضرت ام سلمہ پر اس ہمدردی کا ہمیشہ اثر رہا اور وہ اکثر فرمایا کرتی تھین۔

---

[1] اسدالغابہ ۵۸۸ و ۵۸۹۔

مَا رَأَيتُ صَاحِبًا قَطُّ أَكرَمَ مِن عُثْمَانَ بنِ طَلحَةَ ۔ — مین نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی کوئی نہین دیکھا،

اس دور ابتلا مین جبکہ مسلمان ہر طرف سے آماجگاہ حوادث بنے ہوے تھے اور اون کی پریشانیون کا کوئی ٹھکانا نہ تھا ہجرت کے موقع پر جو مصیبتین حضرت ام سلمہ کو اٹھانی پڑین انہین کا حصہ تھین چنانچہ اون کا دل خود بھی اس احساس سے خالی نہ تھا اور وہ جب ہجرت کا ذکر کرتین تو فخریہ کہتی تھین "مین نہین جانتی کہ اہل بیت مین سے کسی نے وہ مصیبتین اٹھائی ہون، جو اسلام کی خاطر خاندان ابو سلمہ کو جھیلنا پڑین[1]"

جہان اور اوصاف مین حضرت ام سلمہ دیگر ازواج سے ممتاز تھین ہجرت مین بھی انکو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ پہلی پردہ نشین بیوی تھین جنکو ابتدا اً مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا اتفاق ہوا[2]

حضرت ام سلمہ نہ بڑی با وقعت بیوی تھین، ان کے باپ ابو امیہ جنکا ذکر اجمالاً کیا جا چکا ہے، قریش کے نہایت معزز و معروف شخص تھے، ہجرت کے زمانہ مین جب یہ قبا مین داخل ہوئین تو لوگ ان کا حال پوچھتے اور باپ کا نام سنکر یقین نہ کرتے تھے۔ کیونکہ شریف عورتین اُس زمانہ مین بھی اسطرح تنہا نکلنے سے پرہیز کرتی تھین۔ حضرت ام سلمہ کو اسلام کا درد تھا اور خدا کے حکم کی پابندی فرض سمجھتی تھین اسلیے ان کو کچھ خیال نہ ہوتا اور مجبوراً چپ ہو رہتین جب کچھ لوگ حج کے لیے مکہ روانہ ہوے اور انھون نے اپنے گھر رقعہ بھیجا اسوقت سبکو ان کی شرافت و خاندانی بزرگی کا یقین آیا[3]

ابھی ہجرت کے مصائب تازہ تھے اور شوہر کے پاس زیادہ رہنے کا موقع نہ ملا تھا کہ حضرت ابو سلمہ کو بتقریب جہاد غزوۂ احد مین شریک ہونا پڑا، میدان جنگ مین انہین کے ہمنام ابو سلمہ جشمی کے تیر سے ان کا بازو زخمی ہوا۔ ایک ماہ تک علاج ہونے کے بعد صحت ہوئی۔ اس کے دو سال گیارہ ماہ بعد پھر آنحضرت صلعم کے حکم سے قطن کی طرف بھیجدیے گئے وہان انکو ۲۹ شبانہ روز صرف ہوئے[4]۔

سنہ ۴ھ مین صفر کی آٹھوین نوین کو پھر مدینہ آئے مگر اب زخم شق ہو گیا تھا اس سے جانبر نہو سکے اور اسی سال جمادی الاخری کی نوین تاریخ کو وفات پائی[5]

۱؎ اسد الغابہ ج۵ ص۵۸۹ ۲؎ ایضاً ۳؎ ایضاً ۴؎ ماخوذ از اصابہ ج۲ ص۸۸۸ ۵؎ و ۶؎ طبقات ج۸ ص۶۰ و ۶۱

حضرت ام سلمہ آنحضرت صلعم کو خبر وفات سنانے آئین آپ خود انکے گھر تشریف لائے مکان محشر غم بنا ہوا تھا حضرت ام سلمہ بار بار کہتین "ہائے غربت مین کیسی موت ہوئی" آپ نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا اُن کی مغفرت کی دعا مانگو اور کہو اَللّٰھُمَّ اَخْلُفْنِی خَیْرًا مِنْھَا "اے اللہ مجھے ان سے بہتر ان کا جانشین دے"، پھر رسول اللہ ابو سلمہ کی لاش پر تشریف لائے بڑے اہتمام سے جنازہ کی نماز پڑھائی گئی جس مین آپ نے ۹ تکبیرین کہین لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو سہو تو نہین ہوا؟ فرمایا یہ ہزار تکبیرون کے مستحق تھے چونکہ وفات کے وقت ابو سلمہ کی آنکھین کھلی رہ گئی تھین اس لیے رسول اللہ نے خود دست مبارک سے انکی آنکھین بند کین اور مغفرت کی دعا مانگی[1]۔

نکاح ثانی جب حضرت ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو حضرت ام سلمہ حاملہ تھین[2]۔ بعد انقضائے عدت حضرت ابو بکرؓ نے انکی غربت و کس مپرسی کے خیال سے اپنے نکاح کا پیغام دیا، انھون نے انکار کر دیا[3]۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے بھی اپنے نکاح کا پیام دیا تھا مگر صاحب اصابہ کا خیال ہے کہ حضرت عمر کے واسطے سے آنحضرت صلعم نے اپنے نکاح کا پیام بھیجا تھا، ابو سلمہ کی جان نثاریون اور ام سلمہ کی بے مائگی و غربت کا احساس ایسا نہ تھا کہ جناب سالتمآب صلعم کو متاثر نہ کرتا آپ نے بحکم الٰہی حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر کے ذریعہ سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا اب حضرت ام سلمہ کو یہ جرات نہ تھی کہ تعمیل ارشاد سے انحراف کرتین پہلے چند عذر کئے مگر آنحضرت صلعم نے سب شرطین منظور فرمائین تو راضی ہو گئین[4]۔ اور اپنے بیٹے عمر سے کہا "اٹھو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کر دو[5]" شوال سنہ ۴ھ کی اخیر تاریخون مین رسم ازدواج ادا ہوئی اور اس طرح نہ صرف حضرت ام سلمہ کے اوس جانگسل صدمہ کی تلافی ہو گئی جو انکو ابو سلمہ کی حسرت خیز وفات سے پیدا ہوا تھا بلکہ اونکی عارضی مدت حیات ابدی مسرت مین تبدیل ہو گئی۔

احمد بن اسحٰق حضرمی زیاد بن مریم کے حوالہ سے کہتے ہین کہ "ایک بار ام سلمہ نے اپنے شوہر ابو سلمہ سے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے اگر کسی عورت کا شوہر جنت نصیب ہو اور عورت اوسکے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اوس عورت کو بھی شوہر کے ساتھ جنت مین جگہ دیتا ہے

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۵ و مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۷ [2] سنن نسائی ص ۵۱۱ [3] طبقات ج ۸ ص ۶۲ [4] [5] ایضاً۔

یہی صورت مرد کے لیے ہے تو آؤ ہم تم معاہدہ کر لین نہ تم ہمارے بعد نکاح کرو نہ ہم تمھارے بعد ابو سلمہ نے جواب دیا کیا تم میری اطاعت کرو گی ؟ ام سلمہ نے کہا سوا ے تمھاری اطاعت کے مجھے کس بات مین خوشی ہوسکتی ہے ابو سلمہ نے کہا تو جب مین مرجاؤن تو میرے بعد نکاح کر لینا پھر ابو سلمہ نے دعا مانگی " یا اللہ میرے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر جانشین عطا فرما " حضرت ام سلمہ فرماتی ہین جب ابو سلمہ مر گئے تو مین اپنے دل مین کہتی تھی ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا اسکے کچھ دنون کے بعد آنحضرت صلعم سے میرا نکاح ہو گیا[1]

مذکورہ بالا بیان سے زوجین کے خوشگوار تعلقات کا پتہ چلنے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین اسلام کی سچی اور بے لوث تعلیم کا کتنا گہرا اثر تھا۔ کیا یہ اس دور حقانیت کی متبرک مثال نہ تھی کہ ایک شوہر اپنے جذبات کو دباتے ہوے بیوی کو صفائی سے نکاح ثانی کی ہدایت کر رہا ہے ؟

آنحضرت صلعم نے ام سلمہ کو دو چکیان ، دو مشکیزے ایک تکیہ چمڑے کا جسمین خرمے کی چھال بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا ، یہی سامان دوسری ازواج رضؓ کو عطا ہوا تھا[2]

رشک مقتضاے فطرت ہے اور یہ مذموم بھی نہین اگر حسد تک نوبت نہ آئے جب حضرت ام سلمہ آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین تو حضرت عائشہ رضؓ کو ان کے حسن وجمال کا حال سنکر رشک ہوا اور وہ دیکھنے آئین چونکہ انکی خوبروئی کا خیال ذہن مین راسخ ہوچکا تھا باوجود غور کرنے کے یہی سمجھ مین آیا کہ ام سلمہ جتنا کہا جاتا ہے اوس سے کہین زیادہ حسین ہین " اسکا ذکر حضرت حفصہ رضؓ سے کیا انھون نے سمجھایا کہ لوگ مبالغہ کرتے ہین غیرت کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی۔ پھر حضرت حفصہ نے بھی دیکھا اور یہی کہا اب جو حضرت عائشہ نے غور سے دیکھا تو قائل ہوگئین کہ واقعی حفصہ سچ کہتی ہین۔ بہرحال اس روایت سے حضرت ام سلمہ کی خوبروئی ثابت ہوتی ہے اور حضرت عائشہ رضؓ پر کوئی اخلاقی الزام نہین آتا۔[3]

ان کی حیا و شدت غیرت کا حال ان کے نکاح ثانی مین بیان کیا جا چکا ہے ابتداءً نکاح کے بعد بھی یہ صورت رہی کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لاتے تو اپنی شیرخوار لڑکی کو دودھ پلانے لگتین آپ یہ دیکھ کر واپس ہوجاتے حضرت عمار بن یاسر ان کے رضائی بھائی تھے یہ سنکر ناراض ہوئے اور لڑکی کو اپنے گھر لے گئے[4]

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۶۱ [2] ایضاً ص ۶۲ [3] طبقات ج ۸ ص ۶۳ [4] ایضاً

رفتہ رفتہ یہ بات کم ہوتی گئی اور جیسے دوسری بیویان رہتی تھین رہنے لگین بلکہ بعد مین تعلقات موانست اتنے بڑھ گئے کہ حضرت عائشہ کے بعد انہین کا درجہ قرار دیا جاتا ہے،

عام حالات حضرت ام سلمہ کے واقعات نکاح مین یہ واقعہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ جسدن یہ بیاہ کر لائی گئین اوسی دن اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ زینب بنت خزیمہ رضہ کا انتقال ہو چکا تھا رخصتی کے بعد حضرت ام سلمہ انہین کے گھر لائی گئین، اسباب خانہ داری پہلے ہی سے باقاعدہ تھا، سب چیزین مہیا تھین، حضرت ام سلمہ نے ایک گھڑے سے جو نکالے اور کچھ چربی نکالکر دیگچی مین چڑہا دی، جو پیسکر اوسی دیگچی مین چربی ملا کر کھانا تیار کیا یہ تھا وہ کھانا جو جناب رسالت مآب اور انکی شریک زندگی نے شب عروسی مین تناول فرمایا[1]

صلح حدیبیہ کے سلسلہ مین رسول اللہ کو انکا صائب مشورہ دینا بہت مشہور واقعہ ہے صحیح بخاری مین لکھا ہے کہ صلح کے بعد رسول اللہ نے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ مین قربانی کرین اور چونکہ شرائط صلح بظاہر مسلمانون کے خلاف تھین اس لیے عام طور پر شکستہ دلی پھیلی ہوئی تھی، آپ کے تین بار حکم دینے پر بھی کوئی شخص تعمیل ارشاد پر آمادہ نہ ہوا آپ گھر آئے اور حضرت ام سلمہ سے واقعہ بیان کیا انھون نے کہا "آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیے باہر نکلکر خود قربانی کیجیے اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیے" آپنے ایسا ہی کیا جب لوگون نے دیکھا کہ آپ کا فرمان ناطق ہے اور آپ خود اسپر عمل پیرا ہین تو سب نے قربانیان کین اور احرام اتارا[2]۔

حضرت ام سلمہ کی یہ وہ رائے تھی جس کی موزونیت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضرت ام سلمہ رضہ ہرچند بیمار تھین مگر آپ کو گوارا نہ ہوا کہ دینی فرض سے پہلو تہی کرین اس لیے باوجود عذر صحیح ہونے کے آنحضرت صلعم کے ساتھ آئین طواف کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا "ام سلمہ! جب نماز فجر ہونے لگے تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لینا[3]۔"

جب آنحضرت صلعم کی علالت نے طول کھینچا اور آپ حضرت عائشہ کے مکان مین منتقل ہو گئے تو حضرت ام سلمہ آپ کو دیکھنے اکثر آیا کرتی تین۔ ایک دن طبیعت زیادہ مضمحل ہوئی تو ضبط نہ کر سکین بے ساختہ چیخ نکل گئی آپ نے منع فرمایا کہ یہ مسلمانون کا شیوہ نہین[4]

[1] طبقات ج ۸ ص [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰ [3] ایضاً ج ۱ ص ۲۱۹ [4] طبقات ج ۲ ص ۱۳ ق ۲

سنہ ۵ ھ مین جبکہ بنو قریظہ کے محاصرہ مین یہود سے گفتگو کرنے کے لیے بارگاہ نبوت سے حضرت ابولبابہ بھیجے گئے تو حضرت ابولبابہ نے اثنار مشورہ مین ہاتھ کے اشارہ سے یہودیون کو بتلایا کہ تم قتل کیے جاؤ گے مگر اس کو افشا راز سمجھ کر بعد مین اتنے نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے تئین باندھ دیا اور دنون تک اپنے آپ کو اسی حال مین رکھا۔

ایک دن صبح کو جناب رسالتمآب حضرت ام سلمہ کے مکان مین مسکراتے ہوئے اٹھے تو آپ بولین "اللہ آپ کو ہمیشہ ہنسائے اسوقت ہنسی کا کیا سبب ہے فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی" حضرت ام سلمہ نے اجازت چاہی کہ انکو یہ مژدہ سنادین فرمایا "ہان اگر چاہو"۔ ان کا مکان مسجد نبوی سے اتنا قریب تھا کہ اگر گھر سے آواز دین تو مسجد مین سنی جاسکے، اجازت پاکر اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئین اور پکار کر کہا "ابولبابہ مبارک ہو تمھاری توبہ مقبول ہوئی"، پھر کیا تھا یہ آواز کانون مین پہونچتے ہی تمام مدینہ اکٹھا ہوگیا[1]

واقعہ ایلا مین جب حضرت ابوبکر و عمر رض نے اپنی اپنی صاحبزادیون کو سمجھایا اور حضرت عمر حضرت ام سلمہ کے پاس بھی آئے اور گفتگو کی تو حضرت ام سلمہ نے ذرا سخت لہجہ مین کہا۔

عجبًا لك يا ابن الخطاب دخلت في كل شيء حتى تبتغي ان تدخل بين رسول الله وازواجه۔	ابن خطاب! تعجب ہے کہ تم ہر بات مین دخل دیتے ہو یہانتک کہ اب تم رسول اللہ صلعم اور انکی ازواج کے درمیان بھی دخل دینے لگے[2]

جناب حسین رض کی شہادت کے متعلق رسول اللہ حضرت ام سلمہ رض سے پہلے ہی پیشین گوئی فرما چکے تھے۔ چنانچہ جسوقت حضرت حسین رض شامی افواج کے نرغہ مین دلیرانہ استقامت وپامردی سے اپنی زندگی کے آخری لمحے پورے کر رہے تھے عین اسی وقت حضرت ام سلمہ رض نے خواب مین دیکھا، کہ رسول اللہ تشریف لائے ہین اور نہایت پریشان ہین، سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے، پوچھا یا رسول اللہ کیا حال ہے؟ فرمایا حسین کے مقتل سے واپس آرہا ہون" آنکھ کھلی تو آنسو جاری ہوگئے اسی عالم مین زبان سے نکلا "اہل عراق نے حسین کو قتل کیا خدا انکو قتل کرے حسین کو ذلیل کیا خدا ان لوگون پر لعنت کرے"[3]

اولاد حضرت ام سلمہ کی تمام اولاد دین پہلے شوہر سے تھین آنحضرت صلعم کے صلب مبارک سے ان کے کوئی اولاد نہین ہوئی۔ ان کے ذکر مین اصابہ، اسد الغابہ و طبقات مین سلمہ، عمر

[1] زرقانی ج ۲ ص ۱۵۳ و ابن سعد ج ۲ ص ۵۴ [2] صحیح مسلم باب الایلا، [3] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۸،

دو لڑکون اور زینب ایک لڑکی کا بیان آیا ہے۔ صحیح بخاری مین دُرّہ کا بھی ذکر ان کی لڑکیون کو ذیل مین کیا گیا ہے بتفصیل مذکورہ حضرت ام سلمہ کے چار اولادین ہوئین جنکا مختصر تذکرہ یہ ہے

سلمہ کا مولد حبشہ ہے جس وقت حضرت ام سلمہ نے ہجرت کی ہے یہ انکی گود مین تھے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت حمزہ کی لڑکی امامہ کا نکاح انہین سے کیا تھا۔

عُمر آنحضرت صلعم کا نکاح حضرت ام سلمہ سے ان کے زیر اہتمام ہوا اور یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت مین فارس اور بحرین کے حاکم تھے،

دُرّہ۔ حضرت ابوامیہ جناب رسالتآب کے رضاعی بھائی تھے۔ ایک بار حضرت ام حبیبہ نے آنحضرت صلعم سے کہا "مین نے سُنا ہے آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہین،" فرمایا "یہ کیسے ہوسکتا ہے اگر وہ میری ربیبہ نہ ہوتی تو بھی میرے لیے کسی طرح حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے[1]

زینب زرقانی مین لکھا ہے کہ پہلے ان کا نام برّہ تھا پھر آنحضرت صلعم نے زینب رکھا۔

اخلاق وعادات حضرت ام سلمہؓ کی زندگی سرتاپا زہد تھی زخارف دنیوی کی طرف بہت کم توجہ کرتی تھین ایک دفعہ ایک ہار پہن لیا جسمین کچھ سونا بھی شامل تھا آنحضرت صلعم نے اعتراض فرمایا تو اتار ڈالا[2] ہر مہینہ مین دوشنبہ، جمعرات، اور جمعہ تین دن روزہ رکھتی تھین[3] پہلے شوہر کی اولاد ساتھ تھی جن کی پرورش نہایت احتیاط و دلسوزی سے کرتی تھین، آنحضرت صلعم سے ایک بار آپ نے پوچھا کہ "مجھے کچھ اسکا ثواب ملے گا فرمایا "ہان"[4] اوامر ونواہی کا بھی بہت خیال رکھتی تھین۔ نماز کے اوقات مین بعض لوگون نے مستحب وقت ترک کر دیا تو حضرت ام سلمہ نے انکو تنبیہ کی اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو[5]

خود بھی بڑی سخی تھین اور دوسرون کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھین۔ ایک بار چند فقیر ان کے گھر آئے اور بڑی لجاجت سے سوال کرنے لگے، ام الحسین ان کے پاس بیٹھی تھین انھون نے ڈانٹا مگر حضرت ام سلمہ نے انکو روکا اور کہا کہ ہکو اس کا حکم نہین ہے، پھر لونڈی کو حکم دیا کہ ان کو کچھ دیکر رخصت کرو کچھ نہو تو ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھدو[6]

ایکمرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان سے کہا "امان! میرے پاس مال اسقدر

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴، [2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۱۵۔ [3] ایضاً [4] صحیح بخاری ج ص ۱۹۸۔ [5] مسند ابن حنبل ص ۲۸۹ ج ۶ [6] استیعاب ج ۲ ص ۸۰۳،

جمع ہوگیا ہے کہ اب تباہی کا خطرہ ہے، بولین بیٹا! خرچ کرو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہین جو مجکو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھینگے۔[1]

آپ کو دوسرون کی راحت رسانی کا بھی بڑا لحاظ رہتا تھا، جہانتک ہوتا کا رخیر مین دریغ نکرتین مقتضائے محبت آنحضرت صلعم کے موئے مبارک تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھے تھے صحیح بخاری مین ہے کہ ان کے پاس ایک چاندی کا جلجلہ تھا اسمین موئے شریف رکھے ہوئے تھے صحابہ مین کسیکو تکلیف یا رنج پہونچتا تو ایک پیالہ مین بھر کر ان کے پاس لاتے آپ موی شریف نکالکر اس پانی مین حرکت دے دیتین اور اس کی برکت سے تکلیف دور ہوجاتی۔

آنحضرت صلعم کے آرام کا اتنا خیال رکھتی تھین کہ حضرت سفینہ کہ جو آنحضرت صلعم کے مشہور خادم اور دراصل ان کے غلام تھے، حضرت ام سلمہ نے اسی شرط پر آزاد کیا تھا کہ جب تک آنحضرت صلعم زندہ رہین ان کی خدمت مین حاضر رہین۔[2]

آپ مین متانت اسقدر تھی کہ حضرت عائشہ جیسی کامل الاوصاف بیوی نے جو باتین وفات سے قبل آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ کے کان مین کہی تھین، بیتابانہ حضرت فاطمہ سے اسی وقت دریافت کین اور جواب نہ پاکر شرمندگی اٹھانا پڑی مگر حضرت ام سلمہ نے توقف کیا اور بعد وفات رسول اللہ دریافت کین۔[3]

آیہ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ۔ انہین کے گھر نازل ہوئی یعنے آنحضرت صلعم ان کے مکان ہی مین تھے جب آیۂ تطہیر کا نزول ہوا۔ جسوقت یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور فرمایا ھٰؤلاءِ اھل بیتی یہ میرے اہل بیت ہین، حضرت ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا مین بھی اہل بیت سے ہون؟ فرمایا بَلٰی اِنْ شَاءَ اللّٰہ ہان اگر خدا نے چاہا۔[4]

جامع ترمذی مین کسیقدر تغیر سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان لوگون کو بلا کر کمل اڑھایا اور کہا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہین۔ انسے ناپاکی کو دور کر اور انکو پاک کر حضرت ام سلمہ نے یہ دعا سنی تو بولین یا رسول اللہ مین بھی ان مین شریک ہون فرمایا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو۔[5]

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۰ [2] ایضاً ج ۶ صفحہ ۳۱۹ [3] طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۴۰ - [4] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۸۹ [5] ترمذی صفحہ ۵۴۰ -

یہ دو روائتیں اس عنوان کے تحت میں اسلیے لکھی گئیں کہ ان واقعات سے حضرت ام سلمہ کے اچھے کاموں پر حریص ہونے کا اندازہ ہوسکے۔

فضائل وکمالات ازواج مطہرات میں فضل وکمال کے اعتبار سے حضرت عائشہ کے بعد انہیں کا درجہ تھا مصنف اصابہ نے ان کا ذکر ذیل کے الفاظ میں کیا ہے۔

كانت أُمّ سلمة موصوفةً بالجمال البارع والعقل البالغ والرأي الصائب ام سلمہ خوبروئی، کمال عقل اور اصابت رائے سے متصف تھیں[1]

حضرت ام سلمہ نے ابو سلمہ، حضرت فاطمہ زہرا اور خود جناب رسالت آب صلعم سے احادیث روایت کی ہیں۔ جن لوگوں نے حضرت ام سلمہ کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے ان کے نام یہ ہیں عمر، زینب (ان کی اولاد) عامر (ان کے بھائی) مصعب بن عبداللہ (ان کے بھائی کے بیٹے) نبہان (انکے مکاتب غلام) عبداللہ بن رافع، نافع، سفینہ، ابن سفینہ ابو کثیر، خیرہ والدہ حسن (ان کے آزاد کردہ غلام) صفیہ بنت شیبہ، ہند بنت حارث فراسیہ قبیصہ بنت ذریب، عبدالرحمن بن حارث بن ہشام (صحابہ میں سے) ابو عثمان عہدی، ابو وائل، سعید بن المسیب، ابو سلمہ وحمید (عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے) عروہ، ابو بکر بن عبدالرحمن، سلیمان بن یسار (تابعین سے) وغیرہ[2]۔ ان کی مرویہ حدیثیں کتب متداولہ میں ۳۷۸ پائی جاتی ہیں

آپ کو حدیث سننے کا بہت شوق تھا ایک دن بال گندھوانے میں مصروف تھیں کہ اتنے میں آنحضرت صلعم خطبہ دینے کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے، زبان سے "ایہا الناس" کا لفظ نکلا تھا کہ مشاطہ سے بولیں "بال باندھ دو" اسنے کہا جلدی کیا ہے، ابھی تو زبان سے "ایہا الناس" ہی نکلا ہے حضرت ام سلمہ نے کہا کیا خوب، ہم آدمیوں میں داخل نہیں ہیں؟ اسکے بعد خود بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھڑے ہوکر پورا خطبہ سنا[3]۔

اس واقعہ سے علاوہ ذوق علمی کے ان کی حاضر طبعی کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ذیل کے واقعات سے حضرت ام سلمہ کے تفقہ پر کافی روشنی پڑتی ہے،

(۱) حضرت ابو ہریرہ رمضان میں جنابت کو ناقض صوم خیال کرتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے اس خیال کی تصدیق چاہی دونوں نے تردید کی اور کہا

[1] اصابہ ص ۸۸۹ [2] الدرۃ البیضا مولانا شاہ علی انور ص ۱۵۲ [3] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۷،

کہ آنحضرت صلعم خود بحالت جنابت روزہ سے پائے گئے۔ حضرت ابوہریرہ رض کو معلوم ہوا تو سخت نادم ہوئے اور کہا مین کیا کرون فضل بن عباس نے مجھ سے یہی کہا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ ام سلمہ اور عائشہ کو زیادہ علم ہے[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رض عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیون پڑھتے ہین؟ کہا آنحضرت صلعم بھی پڑھا کرتے تھے چونکہ حضرت عبداللہ نے یہ حدیث حضرت عائشہ کے سلسلہ سے سنی تھی اسلیے مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، انھون نے کہا مجکو ام سلمہ سے پہونچی ہے حضرت ام سلمہ کے پاس آدمی گیا اور یہ قول نقل کیا تو بولین

یغفر اللہ لعائشۃ لقد وضعت امری علی غیر موضعہ ولم اخبرھا ان رسول اللہ صلعم قد نھی عنھما،	اللہ عائشہ کو بخشے انھون نے میری بات بیجا طریقہ پر سمجھی، مین نے ان سے یہ نہین کہا کہ آنحضرت صلعم نے انکے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے[2]؟

ایک مرتبہ ایک شخص کو کوئی مسئلہ بتایا اسکو تسکین نہین ہوئی وہ ان کے پاس سے دوسری ازواج کے پاس گیا سب نے ایک ہی جواب دیا، واپس آکر حضرت ام سلمہ کو یہ خبر سنائی تو بولین نعم وَاَشْفِیك، ٹھہرو! مین تمھاری تشفی کرنا چاہتی ہون مین نے اسکے متعلق آنحضرت صلعم سے حدیث سنی ہے[3]

اب ہم چند اکابر ملت کی رائین ان کے فضل وکمال کے متعلق لکھ کر وفات کا حال لکھین گے۔

محمود بن لبید کہتے ہین "

کان ازواج النبی صلعم یحفظن من حدیث النبی صلعم کثیرا ولا مثلا لعائشۃ وام سلمۃ	یعنی یون تو ازواج مطہرات مین سبکو کثرت سے احادیث حفظ تھین مگر حضرت عائشہ اور ام سلمہ کا کوئی حریف نہ تھا۔[4]

علامہ ابن قیم کا قول ہے " اگر ان کے فتاوے جمع کیے جائین تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہوسکتا ہے[5]،

---

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۰۶ و ۳۰۸ [2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۹ و ۳۰۳ [3] ایضاً ص ۲۹۷ [4] طبقات ج ۲ قسم ۲ ص ۱۲۶ [5] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۔

امام الحرمین فرماتے ہین "حضرت ام سلمہ سے زیادہ صائب الراے عورتون مین مجھے کوئی نظر نہین آتا"[۱]

وفات ان کے سنہ وفات مین اختلاف ہے واقدی کا خیال ہے کہ شوال ۵۹ھ مین وفات پائی اور حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑہائی، ابن حبان کہتے ہین آخر ۶۱ھ مین بعد شہادت حضرت حسین بن علی آپنے انتقال کیا اور ابوخیثمہ اسکے قائل ہین کہ ان کا زمانہ وفات یزید بن معاویہ کا عہد خلافت ہے (یعنی آخر ۶۰ھ) مگر حق یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ کا سال وفات ۶۳ھ ہے۔ اسی سال واقعہ حیرہ پیش آیا تھا یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیر کے محاصرہ کے لیے شامی افواج مکہ پر چڑھ آئین تھین[۳]

وفات کے وقت حضرت ام سلمہ کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے اسکے جنازہ کی نماز پڑہائی قاعدہ تھا کہ حاکم وقت جنازہ کی نماز پڑہاتا تھا اس زمانہ مین ولید بن عتبہ مدینہ کا والی تھا مگر حضرت ام سلمہ کی وصیت کی وجہ سے وہ نہ آنے پایا بجاے اسکے حضرت ابوہریرہ نے یہ فرض ادا کیا کیونکہ صحابہ مین فضل و کمال، قدر و منزلت کے اعتبار سے اس وقت سب سے زیادہ جلیل القدر یہی تھے[۴]

... LIBRARY ... UNIVERSITY

[۱] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۲ [۲] اصابہ قسم ا ج ۲ ص ۹۰۰ [۳] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۴ [۴] طبری کبیر ج ۱۳ حصہ ۳ ص ۲۴۴۲

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش

نام ونسب نام زینب، کنیت ام حکم، آپ کا تعلق خاندان اسدیہ سے تھا جو اسد بن خزیمہ سے منسوب ہے[1]۔ آپ کا نسب یہ ہے۔ زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ ماں کا نام امیمہ تھا جو آنحضرت صلعم کے دادا عبدالمطلب کی بیٹی تھین اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اس رشتہ سے حضرت زینب جناب رسالتمآب کی حقیقی پھوپھیری بہن ہوئین[2]۔

ہجرت و اسلام اسلام کے لحاظ سے آپ "سابقون الاولون" مین سے ہین یعنی پہلے دور مین اسلام لائین ابن اثیر لکھتے ہین۔ کانت قدیمۃ الاسلام،

رسول اللہ صلعم کے ساتھ جن عورتون نے ہجرت مین ہمرکابی کا شرف حاصل کیا انہی مین یہ بھی ہین[3]۔

نکاح حضرت زید بن حارثہ آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کے متبنّٰی بھی تھے، بایں ہمہ بارگاہ نبوت پناہ حضرت زینب انہی کے ساتھ بیاہ دی گئین، بظاہر تو یہ نکاح ایک معمولی حیثیت رکھتا ہے لیکن حقیقت مین مساوات اسلام کی بے لوث تعلیم کا عملی سنگ بنیاد ہے،

"غلامی" کی نسبت ایک ایسی نسبت تھی جسکو اس زمانہ کی تاریک خیالی پر نظر کرتے ہوئے قریش اور خاصکر خاندان ہاشم کا دامن شرافت اپنے لیے کبھی نہ گوارا کر سکتا تھا لیکن چونکہ اسلام اس قسم کا لایعنی امتیاز اٹھا دینے کے لیے آیا تھا اور حضرت زید بن حارثہ کی دینی خدمات ایسی نہ تھین کہ انکا رتبہ کسی طرح احرار سے کم سمجھا جاتا اس لیے آنحضرت صلعم نے حضرت زینب کو انکی زوجیت مین دے دیا، دوسرے یہ بھی مدنظر تھا کہ حضرت زید حضرت زینب کو کتاب وسنت کی تعلیم دین[4]۔

---

[1] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [2] ۴۶۳ [3] طبقات ج ۸ ص ۷۱ [4] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [5] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۶۳

نکاح ہونیکو تو ہوگیا لیکن حضرت زینب کو یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ انھون نے نکاح سے پہلے بھی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا تھا لَا اَرْضَاهُ لِنَفْسِیْ[1] (مین انکو اپنے لیے پسند نہین کرتی) صرف رسول اللہ صلعم کی تعمیل ارشاد منظور تھی، اسلیے تقریبًا ایک سال تک نباہا مگر اسکے بعد ناگواریان بڑھتی گیئن اور حضرت زید نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی کہ

اِنَّ زَیْنَبَ اشْتَدَّ عَلَیَّ لِسَانُهَا وَاَنَا	کہ زینب مجھسے زبان درازی کرتی ہین میرا ارادہ
اُرِیْدُ اَنْ اُطَلِّقَهَا۔	ہے کہ انکو طلاق دے دون[2]

آنحضرت صلعم انکو سمجھاتے رہے کہ طلاق نہ دین۔ قرآن مجید مین اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ	اور جبکہ تم اس شخص سے جسپر اللہ نے اور تم نے
اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ	احسان کیا کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح مین رکھو اور
وَاتَّقِ اللّٰهَ۔	خدا سے خوف کرو

مگر نباہ نہ ہوسکا۔ حضرت زید بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دے ہی دی[3]۔

جب حضرت زینب طلاق کی عدت پوری کر چکین تو اس خیال سے کہ وہ آپ کی بہن ہونیکے علاوہ آپ ہی کے زیر تربیت سن شعور کو پہونچی تھین اور آپ ہی کے حکم سے زید کے نکاح مین آئین آپ نے اس مین انکی دلجوئی دیکھکر خود نکاح کرنا چاہا، اسوقت تک رسوم جاہلیت کا اثر باقی تھا اور متبنّٰی کی وہی حیثیت سمجھی جاتی تھی جو اصلی بیٹے کی ہوتی ہے۔ حضرت زید، تبنیت کے رشتہ سے زید بن محمد مشہور تھے، اس لیے منافقون کے اعتراض کا خیال وجہ تامل ہوا[4] اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ	تم اپنے دلمین وہ بات چھپاتے ہو جسکو خدا ظاہر کر دینے
وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ	والا ہے اور لوگون سے ڈرتے ہو حالانکہ خدا ہی سے ڈرنا زیبا ہے

اللہ تعالیٰ نے ایک تو دل سے یہ خطرہ نکالدیا دوسرے کھلے لفظون مین منافقون کو یہ مسکت جواب دیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ	محمد تم مین سے کسی مرد کے باپ نہونگے،
اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ	لوگون کو ان کے باپ کے نام سے پکارو[5]،

[1] طبقات ج ۸ ص ۷۱ [2] فتح الباری تفسیر سورۂ احزاب و طبقات ج ۸ ص ۷۳ [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۴ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [5] ایضًا۔

اب کوئی امر مانع نہ تھا آپ نے حضرت زید سے فرمایا کہ تم جاؤ اور زینب کو میرے نکاح کا پیام دو حضرت زید حضرت زینب کے گھر آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم تم سے نکاح کرنا چاہتے ہین، حضرت زینب بولین، جب تک خدا کا حکم نہو ابھی مین کچھ نہین کہہ سکتی - یہ جواب دیکر مسجد کا رخ کیا ادھر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی -

فلما قضی زید منها وطرا زوجناکها

چونکہ حکم الہی ہوچکا تھا اب کوئی امر ایسا نہ تھا کہ استحکام ازدواج مین حائل ہوتا اسلیے نکاح کی تکمیل ہوگئی اور آنحضرت صلعم بغیر انتظار اجازت حضرت زینب کے پاس آنے جانے لگے[1]

ولیمہ مین گوشت روٹی کا انتظام کیا گیا تھا جو مسلمانون نے شکم سیر ہوکر کھایا - ولیمہ کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی جسکی صورت یہ ہوئی کہ کھانے کے بعد لوگ باتون مین مشغول ہوگئے آپ حضرت زینب کے گھر مین تشریف رکھتے تھے ان لوگون کے سبب سے بار بار آتے اور پھر چلے جاتے اخلاقاً کچھ نہ فرماتے اسپر یہ آیت اتری -

یا ایها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذالکم کان یوذی النبی فیستحیی منکم واللہ لا یستحیی من الحق واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب

اے ایمان والو نبی کے گھر نہ آؤ مگر اس صورت مین کہ تمکو کھانے کا اذن دیا جائے اس کے برتنون پر نظر ڈالے بغیر (آسکتے ہو) لیکن جب تمکو دعوت دیجائے تو آجاؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتون مین نہ لگ جاؤ کیونکہ تمھارا یہ فعل نبی کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے بسبب شرم کے کچھ نہین کہتا مگر اللہ کو حق بات کہنے سے کوئی شرم نہین اور جب تم اون (نبی کی بیبیون سے) کچھ مانگو تو اون سے پردہ کی آڑ سے مانگو[2]

آپ نے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا اور لوگون کو گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہوگئی یہ واقعہ ذی قعدہ ۵ھ کا ہے،

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت زینب دیگر ازواج کے مقابلہ مین اپنے نکاح پر فخر کرتی تھین اور کہا کرتی تھین میرا عقد اللہ تعالی نے آسمان پر کیا ہے اور میرے ہی نکاح

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۴ و ۷۵ ،

آنحضرت صلعم نے گوشت روٹی سے ولیمہ کیا[1]

ابن سعد اس ولیمہ کی خصوصیت ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

ما اولم رسول اللہ صلعم علی شیئ من نسائہ ما اولم علی زینب اولم بشاۃ۔

رسول اللہ صلعم نے اپنی کسی بیوی کا ولیمہ اس شان سے نہین کیا جس شان سے حضرت زینب کا ولیمہ کیا ان کا ولیمہ بکری کے گوشت سے کیا۔

محمد ابن عمر کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت زینب نے جناب رسالت مآب صلعم سے کہا یا رسول اللہ مین آپ کی کسی بیوی کی طرح نہین ہون، ان مین سے کوئی عورت ایسی نہین جسکا نکاح باپ یا بھائی یا خاندان کی ولایت مین نہ ہوا ہو سوائے میرے کہ مجھے اللہ نے آسمان سے آپ کی زوجیت مین دیا[2]

مذکورہ روایتین گویا حضرت زینب کی خصوصیات نکاح کا مظہر ہین جن مین ان کا کوئی شریک نہین۔ حضرت عائشہ اسی خیال سے حضرت زینب کے متعلق فرماتی تھین۔

ھی التی کانت تسا ومنی من ازواج النبی،

ازواج مطہرات مین یہی ایک تھین جنکو مجھ سے مساوات کا دعویٰ تھا[3]

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انکو اس دعوےٰ کا حق تھا کیونکہ ان کے اس نکاح سے بعض رسوم جاہلیت کی بیخکنی ہوگئی مثلاً پہلے رام خیال تھا کہ متبنٰے صلبی اولاد کا حکم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری نبی کے ذریعہ سے اس کی عملی اصلاح کی، آزاد و غلام کا امتیاز اٹھ گیا اور حضرت زینب کو خاندان ہاشم مین مساوات کی تکمیل کا مظہر بنایا گیا۔ بے پردگی کی مکروہ رسم موقوف ہوئی اور پردہ کا عام حکم مسلمانون کو پہونچایا گیا۔

اخلاق وعادات۔ حضرت زینب مین جو اخلاقی خصوصیات پائی جاتی ہین کم عورتین ایسی ہونگی جو اس مین انکی شریک ہون۔ باوصف اسکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اکثر انکا حریفانہ مقابلہ رہتا تھا اور مقتضاے طبیعت بشری ایک حد تک رشک و رقابت کا بھی تعلق تھا لیکن واقعہ افک مین جب حضرت عائشہ کے متعلق ان سے رسول اللہ صلعم نے دریافت کی گئی تو انہون نے نہایت صفائی سے کہا کہ مین ان مین بھلائی کے سوا کچھ نہین جانتی۔ غور کیا جائے تو عورت جیسی کمزور فطرت کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا علاوہ مذکورہ تعلقات کے ایک بات

[1] طبقات ج ۸ ص ۷۲ [2] ایضاً ج ۸ ص ۷۳ [3] اصابہ قسم ا ج ۲ ص ۴۰۰

یہ بھی تھی کہ حضرت زینب کی بہن حمنہ اس سازش مین شریک تھین مگر اللہ کو منظور تھا کہ حضرت عائشہ رض کی برات کے ساتھ ہی حضرت زینب کی بے لوث حقگوئی کا بھی اعلان کردے حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب مین لکھا ہے۔

وَقَدْ وَصَفَتْ عَائِشَةُ زینب بالوصف الجمیل فی قصۃ الافک	یعنی حضرت عائشہ نے افک کے معاملہ مین حضرت زینب کی بہت تعریف کی ہے[1]

آپ نہایت فیاض، فراخ دست، متوکل اور قانع تھین، یتامیٰ و مساکین کی سرپرست اور فقرا کی پشت و پناہ تھین، ابن سعد ایک روایت مین لکھتے ہین

ما ترکت زینب بنت جحش درھما ولا دینارًا کانت تصدق بکل ما قدرت علیہ وکانت ماوی المساکین،	زینب بنت جحش نے درہم و دینار کچھ نہ چھوڑا وہ جو کچھ پاتی تھین صدقہ کر دیتی تھین، وہ مساکین کی لجا و ماوی تھین[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اکثر تعریف کی ہے فرماتی ہین،

لم یکن احد من نساء النبی صلعم تسامینی فی حسن المنزلۃ عندہ الا زینب بنت جحش،	آنحضرت صلعم کی ازواج مین سوائے زینب بنت جحش کے آپ کے نزدیک حسن منزلت مین کوئی میرا مقابل نہ تھا[3]

ہاتھ کی صناع تھین، چمڑا پکاتی تھین اور اسکی آمدنی راہ خدا مین صدقہ کردیتی تھین[4]

سخاوت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کے بارہ ہزار درہم مقرر فرما دیے تھے انھون نے کبھی نہ لیے صرف ایک سال قبول فرمائے اور کہا

اللھم لا یدرکنی ھذا المال قابل فانہ فتنۃ"	اے اللہ آیندہ یہ مال مجکو نہ پائے کیونکہ یہ فتنہ ہے،

پھر اسکو اپنے قرابت دارون اور حاجتمندون مین تقسیم کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو بولے

ھذہ امرأۃ یراد بھا خیر	یہ بیوی بڑی صاحب خیر ہین،

اور ان کے دروازہ پر دیر تک ٹھہرے رہے سلام کہلا بھیجا اور کہا آپ نے جو کچھ کیا مجھے اسکی خبر ہوگئی اسکے بعد ہزار درہم انکے خرچ کے لیے اور بھیجے انھون نے وہ بھی اسی طرح

[1] اصابہ ج ۲ ق ا ص ۱۰۰ [2] طبقات ج ۸ ص ۸۱ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴ [4] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۲،

صرف کر دیے [1]

آپ نہایت خاشع و خاضع اور عبادت گزار بیوی تھیں، ایک موقع پر مہاجرین کے گروہ میں آنحضرت صلعم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، یہ بیچ میں بول اٹھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھڑک دیا کہ دخل در معقولات نہ کریں آپ نے فرمایا عمر انسے کچھ نہ کہو یہ اَوّاہ (یعنی بڑی عابد و زاہد) ہیں [2]

فضائل و مناقب حضرت زینب کے فضائل کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ جیسی سلیم الفہم اور عظیم المرتبت بیوی ان کے اوصاف میں رطب اللسان ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے حالات زندگی کا جس غائر نظر سے مطالعہ کیا تھا، کتب احادیث اسکی شاہد ہیں ہم یہاں بعض اقوال حضرت عائشہ کے اپنے بیان کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

موسیٰ بن طارق اپنی روایت میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے حضرت زینب کا ذکر کیا تو بولیں

لم تکن امرأۃ خیرا منھا فی الدین واتقی للہ تعالیٰ واصدق حدیثا واوصل للرحم واعظم صدقۃ واشد تبذلا لنفسھا فی العمل الذی تتصدق بہ وتقرب بہ	ان سے بہتر عورت معاملات دین، تقویٰ، صداقت صلہ رحم، سخاوت اور ایثار نفس میں کوئی نہ تھی [3]

ایک اور موقعہ پر علامہ ابن عبد البر نے حضرت عائشہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں،

ما رأیت امرأۃ قط خیرا فی الدین من زینب	میں نے مذہبی نقطۂ نظر سے حضرت زینب سے بہتر کبھی کوئی عورت نہیں دیکھی [4]

محمد بن عمر نے موسیٰ بن محمد کے سلسلے سے حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

یرحم اللہ زینب بنت جحش لقد نالت فی ھذہ الدنیا الشرف لایبلغہ شرف ان اللہ زوجھا نبیہ فی الدنیا ونطق بہ القرآن	اللہ زینب بنت جحش پر رحم کرے، واقعی انکو دنیا میں بے نظیر مرتبہ حاصل ہوا، اللہ نے اپنے نبی سے انکا بیاہ دیا اور ان کے سبب سے قرآن کی بعض آیتیں اتریں [5]

[1] اصابہ ج ۸ ص ۶۰۲ [2] ایضاً [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۴ [4] ایضاً [5] طبقات ج ۸ ص ۶۷،

حضرت ام سلمہ کا ارشاد ہے،

کانت صالحۃً صوّامۃً قوّامۃً[1]

وفات یہ عہد خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنہ ۲۰ھ میں دنیا کو خیرباد کہا اسّی سال مصر فتح ہوا تھا[2] وفات کے وقت آپ کی عمر ترپن سال کی تھی یہ روایت حافظ ابن حجر نے لکھی ہے اور اسی طرف عام مورخین کا رجحان ہے، مگر واقدی کی رائے ہے کہ حضرت زینب کی کل مدت حیات ۵۰ سال ہے جو اکثریت کے خلاف ہے[3]

حضرت زینب کی فیاضانہ روش آخر تک قائم رہی جب انتقال ہوا ہے تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا، سب کچھ صدقہ کر چکی تھیں، صرف ایک مکان انکی یادگار تھا جو ولید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم میں ان کے اعزہ سے خرید کر مسجد نبوی میں ملا دیا[4]

آپ نے مرنے سے قبل تاکید کر دی تھی کہ میں نے اپنا کفن تیار کر لیا ہے شاید عمر میرے لیے کفن بھیجیں اگر ایسا ہو تو ایک کفن صدقہ میں دیدینا، (طبقات ج ۸ ص ۷۷)

آپ نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت پر مجھکو اٹھایا جائے" اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کو اس تابوت پر قبر تک پہونچایا جا چکا تھا یہ پہلی خاتون تھیں جو حضرت ابوبکر کے بعد تابوت نبوی پر اٹھائی گئیں[5]

حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں دفن ہوئیں، عقیل اور ابن حنفیہ کی قبروں کے درمیان انکا مزار تیار ہوا، اس دن گرمی بہت شدت کی تھی، حضرت عمرؓ نے جہاں قبر کھد رہی تھی خیمہ لگوا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع میں قبر پر نصب ہوا[6]

دفن کے وقت حضرت عمر نے ازواج مطہرات سے دریافت کرایا کہ جناب زینب کی قبر میں کون اترے، جواب آیا کہ جو ان کی زندگی میں ان کے پاس آتا جاتا رہا ہو[7] چنانچہ حضرت عمر کے حکم سے محمد بن عبداللہ بن جحش، اسامہ ابن زید، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش، اور محمد بن طلحہ نے قبر میں اتارا، یہ سب حضرت زینب کے رشتہ دار تھے[8]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کا زیادہ صدمہ تھا جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو کہنے لگیں۔

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۱ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۵ [3] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۳ [4] طبقات ج ۸ ص ۱ [5] ایضاً [6] ایضاً ج ۸ ص ۸۰ [7] ایضاً ص ۷۷ [8] ایضاً ص ۸۱ –

ذَهبتْ حمیدۃً نقیۃ مفزع الیتامی ودالارامل — وہ نیکبخت بے مثل بیوی چلی گئین اور یتامی وبیوگان کو بیچین کر گئین [1]

حدیث اسرعکُنّ لحوقًا بی اطولکن یدًا

حضرت زینب کے متعلق بہت مشہور ہے اور انکی خصوصیات سے ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے وفات سے قبل ازواج کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ تم مین سے جسکا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا وہی سب سے پہلے مجھ سے ملیگا، دراصل ہاتھ کی بڑائی سے فیاضی مقصود تھی، ازواج نے حقیقی معنی ملحوظ رکھے۔ جب سب یکجا ہوتین۔ ایکدوسرے کے ہاتھ ناپا کرتین، جب تک حضرت زینب کی وفات نہ ہوئی تھی اسوقت تک یہی ہوا کرتا تھا۔ پھر غور کیا تو اصل مدعا رسول اللہ کا سمجھ مین آیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کی تشریح مین فرمایا۔

کانت اطولنا یدًا زینب لانھا کانت تعمل بیدہا وتتصدق — ہم مین سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینب تھین کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرتی تھین [2]

[1] طبقات ج ۸ ص ۷۸ [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۱

اُمّ المومنین حضرت جویریہ بنت حارث

نام ونسب جویریہ نام تھا اور بنی خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تعلق رکھتی تھین آپ کا نسب یہ ہے جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ ابن مصطلق[1]

پہلا نکاح پہلا نکاح مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا[2]۔ جو ان کا ابن عم تھا اور ابن ذی الشفر کے نام سے زیادہ مشہور تھا[3]۔

نکاح ثانی ودیگر حالات غزوہ مریسیع جو بنی مصطلق کی جنگ کا دوسرا نام ہے ۵ھ مین اور بقول بعض ۶ھ مین ہوا تھا، حضرت جویریہ اسی جنگ کی غنیمت مین ہاتھ آئین تھین جب اموال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو آپ ثابت بن قیس کے حصہ مین آئین، چونکہ نازک مزاج، خوبرو اور سردار قبیلہ کی بیٹی تھین لونڈی بنکر رہنا گوارا نہ ہوا، ثابت سے مکاتبت کی درخواست کی وہ راضی ہوئے تو آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین مبتلائے مصیبت ہون، اپنے تئین آزاد کرانا چاہتی ہون، آپ میری امداد فرمایئے، ارشاد ہوا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مین تمھارا زرکتابت ادا کردون اور تم سے نکاح کرلون، جویریہ نے کہا بہتر ہے آنحضرت صلعم نے روپیہ دیکر نکاح کرلیا، جب یہ حال مسلمانون کو معلوم ہوا تو انھون نے بنو مصطلق کے سارے قیدی آزاد کردیے کیونکہ اب قرابت نبوی کا پاس مانع تھا، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس تقریب مین بنو مصطلق کے سَو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ مند ہوے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت جویریہ کو اس خصوصیت پر مستحق تحسین قرار دیتی ہین اور فرماتی ہین۔

مَا رَأَيْتُ امرَءَةً اَعْظَمَ بَرَكَةً عليها على قومها — مین نے کسی عورت کو جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے وجہ برکت نہین دیکھا[4]

عام حالات رسول اللہ کے نکاح مین آنے کے کچھ دن بعد، حارث بن ابی ضرار بغیر اس علم

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۸۳ [2] ایضاً [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۱ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۰ [5] ایضاً

کے کہ انکی بیٹی حرم نبوی مین داخل ہوگئی ہے، اموال و اسباب اونٹون پر بار کرکے حضرت جویریہ کی رہائی کے لیے مدینہ روانہ ہوئے راستہ مین مقام عقیق پر اپنے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیے، ان مین سے دو اونٹ انکو بہت پسند تھے اسلیے انکو کسی گھاٹی مین چھپا دیا۔ مدینہ پہونچکر جناب رسالت مآب کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا "تم میری بیٹی کو قید کر لائے ہو اسکا فدیہ مجھسے لو اور اسکو میرے ساتھ کر دو" پھر جو مال اور اونٹ وغیرہ فدیہ دینے کے لیے لائے تھے پیش کرنے لگے آپ نے دریافت فرمایا "وہ دو اونٹ کہان ہین جنکو تم عقیق کی گھاٹیون مین چھپا آئے ہو"[1]

حارث پر اس اطلاع کا بڑا اثر ہوا اور وہ فوراً مسلمان ہوگیا اب اسکو معلوم ہوا کہ جس بیٹی کو چھڑانے کے لیے اس نے اتنی زحمت اٹھائی ہے، وہ حرم نبوی کی رونق بنی ہوئی ہے، بہت خوش ہوا اور بڑی مسرت کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملکر ہنسی خوشی معہ اپنی قوم کے گھر روانہ ہوا[1]

پہلے حضرت جویریہ کا نام برہ تھا، آپ نے بدلکر جویریہ رکھا کیونکہ پہلے نام مین ایک طرح کی بدشگونی پائی جاتی تھی اور خودستائی کا پہلو نکلتا تھا، ابن عباس کی روایت مین ہے

کرہ ان یقال خرج من عند برۃ، یعنے آپ کو یہ کہلانا ناپسند تھا کہ برہ کے پاس سے چلے آئے،

مگر ہماری راے مین اس توجیہ کے مقابلہ مین آیہ لا تزکوا انفسکم کی تاویل زیادہ مناسب ہے[2]

ابن سعد نے حضرت جویریہ کا مہر یہ بتلایا ہے۔

وجعل صداقہا عتق کل مملوک من بنی المصطلق، بنو مصطلق کے تمام قیدیون کی آزادی انکا مہر قرار پائی تھی[3]

حضرت جویریہ جبوقت آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین جوان تھین صورت اچھی پائی تھی حضرت عائشہ رض نے ان کا حلیہ اسطرح بیان کیا ہے،

کانت جویریۃ علیہا حلاوۃ وملاحۃ، جویریہ مین حلاوت و ملاحت دونون وصف تھے

لا یکاد یراہا احد الا وقعت فی نفسہ، جو شخص انکو دیکھتا اپنے دل مین جگہ دیتا،[4]

---

[1] اسد الغابہ [2] طبقات ج ۸ ص ۸۴ [3] ایضاً، [4] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۱

اخلاق و عادات آپ بہت خوددار تھین، عزت نفس کا بے انتہا خیال رکھتی تھین چنانچہ اپنی آزادی کے لیے جدوجہد اسکا کافی ثبوت ہے، زہد و عبادت سے بہت شغف تھا اکثر روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور انکو تسبیح و تہلیل مین مصروف پایا[۱]

صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے کہ "نبی صلعم جویریہ کے پاس آئے وہ مسجد مین تھین دوپہر کے قریب دوبارہ پھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم ہمیشہ اسی حالت مین رہتی ہو کہا "ہان" فرمایا مین تمکو ایسے کلمے نہ سکھلادون جن کا کہہ لینا تمھاری نقل عبادت سے زیادہ ترجیح رکھتا ہے، پھر آپ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے،

سبحان الله سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضی نفسه سبحان الله رضی نفسه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله مداد کلماته سبحان الله مداد کلماته[۲]

ابن سعد کی روایت ہے کہ جمعہ کے دن آنحضرت صلعم حضرت جویریہ کے پاس آئے اس دن وہ روزہ سے تھین۔ آپ چونکہ ایک روزہ رکھنا مکروہ خیال فرماتے تھے اس لیے دریافت کیا "تم نے کل روزہ رکھا تھا بولین "نہین" پھر فرمایا، کل ارادہ ہے کہا "نہین" ارشاد ہوا تو تم افطار کر لو[۳]

آنحضرت صلعم ان سے بہت محبت فرماتے تھے ایک مرتبہ تشریف لائے تو پوچھا "کچھ کھانیکو ہے" جواب دیا "میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے اسکے سوا اور کچھ نہیں" فرمایا لے آو کیونکہ صدقہ جسکو دیا گیا تھا اسکو پہونچ چکا[۴]

وفات حضرت جویریہ نے بعمر ۶۵ سال ۵۰ھ مین وفات پائی، بروایت محمد بن عمران کا سال وفات ۵۶ھ ہے جو امیر معاویہ کا عہد خلافت ہے، ماہ ربیع الاول مین انتقال ہوا، مروان بن حکم نے جو اس زمانہ مین مدینہ کا والی تھا نماز جنازہ پڑھائی، بقیع مین دفن کیگئین[۵]

آپ بڑی فضل و کمال والی بیوی تھین چند احادیث بھی آنحضرت سے روایت کی ہین۔ حسب ذیل بزرگون نے ان سے حدیث بیان کی ہے،

ابن عباس، جابر، ابن عمر، عبید بن السباق طفیل، ابو ایوب مراغی، مجاہد، کریب، کلثوم بن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد۔

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۰۱ ۲؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۱ ۳؎ طبقات ج ۸ ص ۸۵ ۴؎ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۵ ۵؎ طبقات ج ۸ ص ۸۵

ام المومنین حضرت ام حبیبہ

نام ونسب رملہ نام ہے اور یہی مشہور ہے، بعض کے نزدیک ہند ہے مگر بہ نسبت نام کے آپ کی کنیت، ام حبیبہ زیادہ معروف ہے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص تھیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھیں، اور باپ کا نام ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا[1]

ولادت بعثت نبوی سے سترہ سال قبل پیدا ہوئیں[2]

نکاح آپ کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش بن رباب سے ہوا جو بنی اسد بن خزیمہ کے خاندان سے تھے اور حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔

ہجرت واسلام اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور ساتھ ہی ہجرت کرکے حبشہ چلی گئیں، یہاں پہونچکر عبید اللہ کے صلب سے ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی، جسکے نام سے آپ ام حبیبہ مشہور ہوئیں[3]

کچھ دنوں کے بعد عبید اللہ نے ترک اسلام کرکے عیسائی مذہب اختیار کیا، عبید اللہ کے ارتداد سے پہلے حضرت ام حبیبہ نے شوہر کو نہایت بدنما صورت میں دیکھا بہت گھبرائیں اور دلمیں کہنے لگیں کہ یقیناً اس کی حالت خراب نظر آتی ہے، صبح ہوئی تو عبید اللہ نے ان سے کہا، "ام حبیبہ! میں نے مذہب کے معاملہ میں غور کیا تو مجھے نصرانیت سے بہتر کوئی مذہب نہ معلوم ہوا گو میں پہلے مسلمان ہو چکا ہوں لیکن اب پھر عیسائی ہوتا ہوں، حضرت ام حبیبہ نے بہت ملامت کی اور اپنا خواب بھی بیان کیا مگر اسپر کوئی اثر نہ ہوا، وہ آخر تک عیسائی رہا، چونکہ رندانہ زندگی بسر کرتا تھا، شراب خواری کے عالم میں مرگیا[4]

نکاح ثانی اب حضرت ام حبیبہ تنہا تھیں اور حبشہ میں بیوگی کے دن کاٹ رہی تھیں، عدت پوری ہوگئی تو جناب رسالتمآب صلعم نے نکاح کا پیغام دینے کے لیے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی

[1] اصابہ ج ۸ ص ۸۴ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] طبقات ج ۸ ص ۶۸

شاہ حبش کے پاس بھیجا، ان کے پہونچتے ہی نجاشی نے ابرہہ اپنی لونڈی کے ذریعہ سے حضرت ام حبیبہ کے پاس رسول اللہ صلعم کا پیام پہونچایا اور کہلا دیا کہ آنحضرت نے مجھکو تمھارے نکاح کے لیے لکھا ہے، تم اپنا کوئی وکیل مقرر کرو کہ یہ تقریب انجام پاسے۔ حضرت ام حبیبہ نے اس کے صلہ مین ابرہہ کو دو چاندی کے کنگن، دو پاؤن کے چھلے اور نقرئی انگوٹھیان عنایت کین، خالد بن سعید کو اسکی اطلاع کر دی اور انہین کو اپنا وکیل بنایا، جب شام ہوئی تو نجاشی نے وہان کے مسلمانون اور جعفر بن ابی طالب کو بلا کر خود نکاح پڑھایا اور چارسو دینار مہر کے آنحضرت صلعم کی طرف سے خالد بن سعید کو ادا کیے۔ جب مراسم نکاح سے فراغت ہو گئی اور لوگ اٹھکر جانے لگے تو خالد بن سعید نے ٹھہرایا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ نکاح کرتے ہین تو کھانا بھی کھلاتے ہین، پھر سبکو کھانا کھلا کر رخصت کیا[1]

یہ نکاح ۶ھ یا ۷ھ مین ہوا اسوقت حضرت ام حبیبہ ۳۶ یا ۳۷ سال کی ہونگی۔ نکاح کے بعد جہاز مین بیٹھکر روانہ ہوئین۔ اور مدینہ کی بندرگاہ مین اترین اسوقت آنحضرت صلعم خیبر مین تشریف فرما تھے[2]

نکاح کی روایت طبقات اور مسند وغیرہ صحیح کتب سیر سے ماخوذ ہے اور اسکی صحت مین کوئی کلام نہین لیکن مہر کی تعداد مشہور روایت پر مبنی معلوم ہوتی ہے، علامہ ابن عبدالبر، امام احمد بن حنبل وغیرہ محققون نے قابل وثوق ذرائع سے لکھا ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیون کا مہر چار چار سو درہم تھا اور اس مین بہت کم اختلاف ہے، اس بنا پر مہر کی تعداد قابل اعتبار نہین۔

اخلاق حضرت ام حبیبہ بڑے مستحکم ایمان کی خاتون تھین اور اس خصوص مین وہ اپنے کسی عزیز و قریب کی رعایت نہ کرتی تھین ان کے باپ ابوسفیان کفر کے زمانہ مین آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ آئے کہ میعاد صلح کی توسیع کے متعلق سلسلہ جنبانی کرین۔ بیٹی کو بھی دیکھنے گئے، اور رسول اللہ صلعم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے، حضرت ام حبیبہ نے بچھونا الٹ دیا اسپر باپ کا بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ ابوسفیان سخت ناراض ہوے بولے بیٹی! تجھکو بچھونا اتنا عزیز ہے کہ مجھ سے روگردانی کرتی ہے جواب دیا، یہ رسول اللہ صلعم کا بستر ہے اور آپ چونکہ مشرک ہین اسلیے ناپاک ہین، ابوسفیان نے کہا

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۴۲۷ و طبقات ج ۸ ص ۶۹ [2] مسند ج ۶ ص ۴۲۷

لَقَدْ اَصَابَکِ بَعْدِی شَرٌّ — تو میرے بعد بہت ہی خرابیوں میں مبتلا ہو گئی ہے[۱]

عمل بالحدیث کی بہت پابند تھین دوسرون کو بھی اس کی تاکید کرتی تھین ایک بار ان کے بھانجے ابوسفیان ابن سعید آئے اور انھون نے ستو کھا کر کلی کی تو بولین، تمکو وضو کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس چیز کو آگ پکائے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے[۲]

آنحضرت صلعم سے سنا تھا کہ جو شخص ۱۲ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اسکے لیے جنت مین گھر بنایا جائیگا،، اس کی اتنی پابند تھین کہ خود فرماتی ہین، فما برحت اصلیھن بعد یعنی یہ سُننے کے بعد مین ان رکعتون کو ہمیشہ پڑھتی ہون[۳]

ان کے باپ ابوسفیان کا انتقال ہوا تو خوشبو منگا کر رخسارون اور بازوون پر ملی اور کہا۔

انی کنت عن ھذا الغنیۃ لولا انی	مجھے اسکی خبر بھی نہ ہوتی اگر میں نے رسول اللہ
سمعت رسول اللہ صلعم یقول لا یحل	صلعم کو یہ فرماتے نہ سن لیا ہوتا کہ ایماندار عورت
لامرءۃٍ تومن باللہ والیوم الآخر	کے لیے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہین
ان تحد علی میتٍ فوق ثلاث	بجز شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار مہینہ
الا علی زوج فانھا تحد علیہ اربعۃ	دس دن ہے[۴]
اشھر وعشرا	

وفات سنہ۴۴ھ مین جبکہ امیر معاویہ کا عہد خلافت تھا ۷۳ برس کی عمر مین وفات پائی اور مدینہ مین دفن ہوئین۔ انتقال سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا مجھمین اور آپ مین سوکنون کے تعلقات تھے اگر کوئی لغزش ہوئی تو معاف کردیجیے اور میرے لیے دعاے مغفرت کیجیے۔ حضرت عائشہ نے دعا کی تو بولین۔

سررتنی سرک اللہ — آپ نے مجھے خوش کیا اللہ آپکو خوش کرے[۵]

عمومی تبصرہ آپ بڑی فاضل و کامل الاوصاف بیوی تھین، فن حدیث مین آپ کے کئی شاگرد تھے، اور آپ کی مرویہ احادیث کی تعداد ۶۵ بتلائی جاتی ہے جو آپ نے

---

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۵۸۶ [۲] مسند ج ۶ ص ۳۲۶ [۳] صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۲۷ [۴] طبقات ج ۸ ص ۷۰ و صحیح بخاری [۵] اصابہ ج ۲ ص ۵۸۷،

آنحضرت صلعم اور ام المومنین حضرت زینب بنت حجش سے روایت کین، جن لوگون نے
حضرت ام حبیبہ سے روایت کی ہے انین سے بعض کے نام یہ ہین - حبیبہ بنت عبید اللہ
(معاویہ بن ابی سفیان وعقیلہ بنت ابی سفیان، عبد اللہ بن عتبہ بن ابی سفیان، ابو سفیان
بن سعید بن المغیرہ، سالم بن سوار، ابن الجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ام سلمہ،
عروہ بن زبیر، ابوصالح سمان وغیرہ[1]-

ان کی قبر کے متعلق ایک عجیب روایت ہے صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا
جسمین لکھا تھا

هذا قبر رملة بنت صخر یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے،

انھون نے یہ دیکھ کر اس کتبہ کو پھر وہین رکھدیا[2]، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قبر حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کے گھر مین تھی۔ اس سے زیادہ حالات حضرت ام حبیبہ کے مدفن کے
متعلق نہین معلوم ہوسکے،

سلہ اصابہ ج ۸ ص ۸۷ ۵ سلہ استیعاب ج ۲ ص ۷۵

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حُیَیّ رضؓ

نام ونسب آپ کا نام صفیہ تھا، حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد سے تھیں اسی لیے ان کو صفیہ بنت حُیَیّ اسرائیلیہ کہتے ہیں نسب یہ ہے۔ صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر بن نحام بن ینحوم ماں برّہ بنت سموال تھیں جنکا سلسلہ نسب یہودیوں کے مشہور خاندان قریظہ سے ملتا تھا اس حساب سے حضرت صفیہ کا دادھیال بنی نضیر اور ننھیال بنی قریظہ یہود کے دو یکجدی خاندان قرار پاتے ہیں۔[1]

حضرت صفیہ کے باپ اور نانا دونوں اپنی قوم کے معزز وباوقار سردار تھے، اور اسی لیے بنی اسرائیل کے تمام عربی قبائل میں ممتاز سمجھے جاتے تھے حیی بن اخطب ان کے والد کی حد سے زیادہ قدرومنزلت کی جاتی تھی، تمام افراد قوم ان کی سرداری وجاہت کے آگے سر جھکاتے تھے، ان کی والدہ برہ سموال کی بیٹی تھیں جو سارے جزیرہ عرب میں اپنی شجاعت ودلیری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے، الغرض حضرت صفیہ کا حسب ونسب ایک خاص امتیاز رکھتا تھا،

نکاح پہلے سلام بن مشکم القرظی سے نکاح ہوا جو ایک مشہور شاعر اور سردار تھا اس سے طلاق ہو جانے کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق نے عقد کیا یہ بھی سلام سے کچھ کم رتبہ نہ رکھتا تھا بلکہ خیبر کے نامی قلعہ القموص کا سردار تھا اور یہیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بود وباش رکھتا تھا، جب جنگ خیبر میں مسلمانوں کو جو معرکہ آرا فتح حاصل ہوئی، اور القموص جیسا مضبوط قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو کنانہ ابن ابی الحقیق قلعہ ہی میں مارا گیا اور اسکے تمام اہل وعیال جنمیں حضرت صفیہ بھی تھیں قید ہو گئے۔

یہ لڑائی یہودیوں کے لیے ایسی تباہ کن تھی کہ ان کی سب امیدوں پر پانی پھر گیا اور

---

[1] طبقات جز ۸ ص ۸۶

آیندہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے، اس جنگ مین انکے نامی گرامی سردار جن جن کے کام آے جن مین حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی تھے، اس لیے اسیران جنگ مین حضرت صفیہ کی حالت بہت زیادہ قابل رحم تھی۔

جب اموال غنیمت کی تقسیم ہونے لگی اور تمام قیدی اس مقصد سے جمع ہو لیے تو دحیہ کلبی نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھے ایک لونڈی کی ضرورت ہے، آپ نے انتخاب کی اجازت دی، دحیہ نے حضرت صفیہ کو پسند کیا۔ چونکہ یہ عزت و وقار کی حیثیت سے اس سے زیادہ ذی وقعت تھین کہ حضرت دحیہ کے حصہ مین آتین یا ان کے ساتھ عام عورتون کا سا برتاؤ کیا جاتا اس خیال سے بعض صحابہ نے گذارش کیا کہ "صفیہ بنی نضیر و بنی قریظہ کی رئیسہ ہے وہ تو آپ ہی کے لیے مناسب ہے" آنحضرت صلعم نے یہ مشورہ قبول فرمایا اور دحیہ کو دوسری لونڈی عنایت فرما کر صفیہ کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا[۱]

یہ واقعہ سنہ ۷ھ کا ہے نکاح کے بعد جب خیبر سے روانگی ہوئی تو مقام صہبا مین رسم عروسی ادا کی گئی اور وہاں دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلنے لگے تو آپ نے انکو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور خود اپنی عبا سے انپر پردہ کیا تاکہ لوگون کو معلوم ہو جاے کہ صفیہ ازواج مطہرات مین داخل ہو گئین تھین

اب آپ مدینہ پہونچے، صفیہ کو حارث بن نعمان کے مکان مین اتارا، حضرت حارث بن نعمان آنحضرت صلعم کے نہایت جان نثار اور فدا کار صحابی تھے پھر خدا نے دولت بھی عطا کی تھی ایسے موقعون پر خود سبقت کرتے تھے اور آنحضرت صلعم کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے چنانچہ اسوقت بھی انھین کا ایثار کام آیا۔ اس مکان مین حضرت زینب بنت جحش، حضرت حفصہ حضرت عائشہ اور حضرت جویریہ برقعہ پہنے انصار کی عورتون کے ساتھ حضرت صفیہ کو دیکھنے آئین، یہ روایت ام سنان سلمیہ کی ہے، عطا بن یسار کی روایت ہے کہ حضرت صفیہ کے حسن و جمال کا حال سنکر انصار کی عورتین انکو دیکھنے آئین حضرت عائشہؓ بھی نقاب ڈالے ان لوگون مین شامل تھین، جب دیکھ کر جانے لگین تو آنحضرت صلعم بھی پیچھے پیچھے آئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا

کیف رأیتہا یا عائشۃ؟ — عائشہ! تم نے اسکو کیسا پایا؟

۱- بخاری جزء ۵ ص ۱۴۴ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴۶ ۲- ایضاً طبقات ج ۸ ذکر صفیہ

بولیں "یہودی ہے" فرمایا یہ نہ کہو وہ تو مسلمان ہو گئی ہے اور اسکا اسلام بہتر ہے[1]۔

اخلاق وعادات آپ مزاج کی بہت حلیم اور بے انتہا ضابط تھیں۔ جس وقت قلعہ القموص فتح ہوا اور خیبر پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو حضرت صفیہ اور انکی چچا زاد بہن کو حضرت بلال رض اپنے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں لے چلے راستہ میں ان کا گذر یہودیوں کی لاشوں پر ہوا ایسے موقع بہت نازک ہوتے ہیں، مضبوط سے مضبوط دل ہلجاتے ہیں چنانچہ اسکے ساتھ والی عورت یہ ہولناک سمان دیکھکر چیخ اٹھی اور سر پر خاک ڈالنے لگی مگر حضرت صفیہ رض کی متانت دیکھیے کہ محبوب شوہر کی نعش سے گذریں اور جبین پر شکن تک نہ آئی[2]۔

ان کی ایک لونڈی نے، حضرت عمر رض سے ان کی شکایت کی اور کہا کہ ان میں اب تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے، کیونکہ وہ اب بھی "ہفتہ" کو دوست رکھتی ہیں اور یہودیوں سے ان کے تعلقات قائم ہیں، حضرت عمر رض نے تصدیق کے لیے حضرت صفیہ سے دریافت کرایا، انھوں نے جواب دیا کہ "جب سے مجھے اللہ نے ہفتہ کے بدلہ جمعہ عنایت فرمایا، ہفتہ کو دوست رکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہی، رہے یہودیوں سے تعلقات تو ان سے میری قرابت ہے مجھے صلہ رحم کا خیال رکھنا پڑتا ہے" اسکے بعد اس لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا تھا، لونڈی نے کہا شیطان نے۔ یہ سنکر حضرت صفیہ خاموش ہو گئیں اور اسکو آزاد کر دیا[3]۔

آپ رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب رکھتی تھیں، جب آپ علیل ہوئے اور تمام ازواج عیادت کے لیے آئیں تو حضرت صفیہ بحسرت کہنے لگیں یا نبی اللہ کاش آپ کی تمام تکلیفیں مجھے ملجاتیں" یہ سنکر اور بیویاں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا "واللہ وہ سچی ہے"[4]

یہی حال قریب قریب آنحضرت صلعم کی محبت کا تھا، حضرت صفیہ کے ساتھ آپ کو ان کی خاطر بہت عزیز تھی، اور ان کی دلجوئی کا بہت خیال رکھتے تھے، ایک بار سفر میں ساتھ ازواج مطہرات ساتھ تھیں، اتفاق سے حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا، یہ بہت گھبرائیں اور بے اختیار رونے لگیں آپ کو معلوم ہوا تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۰ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۰ [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۴۳
[4] اصابہ ج ۲ ص ۶۶۹

انکے آنسو پونچھنے لگے مگر اس طرح انکی گریہ وزاری مین اور اضافہ ہوگیا، آخر آپ سب کے ساتھ اتر پڑے جب شام ہوئی تو زینب بنت جحش رض سے فرمایا" زینب! تم صفیہ کو ایک اونٹ دیدو" حضرت زینب بولین" کیا مین اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دون" یہ کلمہ آنحضرت صلعم کو بہت ناگوار ہوا اور آپ اسقدر ناراض ہوے کہ دو یا تین مہینہ تک حضرت زینب سے بات نہ کی پھر حضرت عائشہ نے بمشکل معاف کرایا[1]

اسلام کا تقدس حاصل ہو جانے کے بعد یہودیت کا طعن آپ کے لیے سخت دلخراش ہوتا تھا، بعض اوقات جب انپر اس قسم کا طنز کیا جاتا تو بہت رنجیدہ ہوتین ایک بار آپ تشریف لائے تو حضرت صفیہ رو رہی تھین سبب دریافت فرمایا تو کہا" عائشہ اور زینب کہتی ہین کہ وہ تمام ازواج مین افضل ہین کیونکہ وہ بیوی ہونے کے علاوہ آپ کی چچا زاد بہن بھی ہین" آنحضرت صلعم نے دلجوئی کے لیے فرمایا" تم نے کیون نہ کہدیا کہ میرے باپ ہارون میرے چچا موسیٰ اور میرے شوہر محمدؐ ہین اسلیے تم لوگ مجھ سے کیونکر افضل ہو سکتی ہو"[2]

درایتًا تو اس حدیث مین کوئی کلام نہین ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو، تمام اہل سیر ابن سعد، حافظ ابن حجر وغیرہ اپنی تصانیف مین اسے نقل کرتے ہین، روایتًا البتہ اسکے متعلق امام ترمذی کی راے ہے کہ

هذا حديث غريب لا نعرفه	یہ حدیث غریب ہے ہاشم کوفی کے سوا
الا من حديث هاشم الكوفي	اور کسی سے نہین سنی گئی اور اسکی سند کچھ
وليس اسناده بذلك	ایسی نہین ہے،

یہ ہاشم کوفی وہی ہین جن کی نسبت محدثین کی رائین اچھی نہین ہین

آپ بے انتہا سیر چشم اور فیاض تھین، ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ کا صرف ایک ذاتی مکان تھا اور وہ بھی اپنی زندگی مین صدقہ مین دے ڈالا[3] زرقانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ ام المومنین کی حیثیت سے مدینہ آئین تو انھون نے جناب فاطمہ زہرا اور ازواج مطہرات مین اپنی سونے کی بجلیان تقسیم کر دین[4]

آپ مین دوسرون کے ساتھ ہمدردی کرنے کا فطری جذبہ پایا جاتا تھا چنانچہ جب ۳۵ھ مین حضرت عثمان غنی رض محصور ہوگئے اور ان کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا گیا تو حضرت

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۳، [3] طبقات ج ۸ ص ۹۲ [4] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶

صفیہ ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے خچر پر سوار ہوئیں اور ان کے مکان کی طرف چلیں اشتر نخعی نے دیکھا تو خچر کو مارنے لگا۔ چونکہ آپ اشتر نخعی کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکتی تھیں، اس لیے مصلحتاً واپس چلی گئیں اور اپنی جگہ حضرت حسنؓ کو اس خدمت پر مامور کیا[1]

تمام ارباب سیر ان کے محاسن اخلاق کے ستائشگر ہیں۔ علامہ ابن عبد اللہ لکھتے ہیں"

کانت صفیۃ حلیمۃ عاقلۃ فاضلۃ — صفیہ عاقل، فاضل اور حلیم تھیں[2]

ابن اثیر کی راے ہے۔

کانت عاقلۃ من عقلاء النساء — وہ نہایت عقلمند عورت تھیں[3]

فضل وکمال — حضرت صفیہ دیگر ازواج کی طرح علمی خصوصیات کا بھی مخزن تھیں، اکثر لوگ ان سے مسائل پوچھتے اور اطمینان حاصل کرتے تھے۔ صہیرہ بنت جیفر جب حج سے فارغ ہو کر حضرت صفیہ سے ملنے مدینہ آئیں، تو دیکھا کہ کوفہ کی بہت سی عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لیے ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور آپ سب کے سوالات کا جواب نہایت حسن کے ساتھ دے رہی تھیں[4]

حضرت صفیہ سے چند احادیث کی بھی روایت کی گئی ہے جنکو امام زین العابدینؒ، اسحاق بن عبد اللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے بیان کیا ہے[5]

وفات — سنہ ۵۰ھ میں جب کہ آپ کی عمر ۶۰ سال کی تھی وفات پائی جنت البقیع میں دفن ہوئیں وفات سے قبل وصیت کی تھی کہ میری متروکہ املاک کا ثلث میرے بھانجے کو دیدیا جائے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ درہم چھوڑے تھے مخالفت مذہبی کی وجہ سے لوگوں نے وصیت پوری کرنے میں تامل کیا کیونکہ حضرت صفیہ کا بھانجا یہودی تھا لیکن جب حضرت عائشہ رضہ نے کہلا بھیجا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو تب اس کی تعمیل ہوئی[6]

---

[1] اصابہ ج اص ۱۲۷، [2] استیعاب ج ۲ص ۷۴۳، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۰، [4] مسند ابن حنبل ج ۳ص ۳۳۷، [5] اصابہ ج ۲ص ۷۶۹، [6] طبقات ج ۸ ص ۹۲۔

حضرت ریحانہ بنت شمعون

نام ونسب آپکا تعلق یہودیون کے مشہور قبیلہ بنی نضیر سے تھا، آپ کا نسب یہ ہے:۔
ریحانہ بنت شمعون بن زید اور بقول بعض ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ بن شمعون بن زید[1]
نکاح پہلے بنی قریظہ کے ایک شخص حکم سے آپ کا نکاح ہوا۔ جب مسلمان قریظہ پر غالب آئے اور انکے اموال واملاک پر قبضہ ہو گیا تو مال غنیمت کے ساتھ بزمرۂ اسیران جنگ حضرت ریحانہ بھی آئین۔ چند روز تک ام المنذر بنت قیس کے گھر ٹھہرائی گئین اور مال غنیمت کی تقسیم اور قیدیون کا فیصلہ ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلعم تشریف لائے اور ریحانہ سے فرمایا "تم اگر اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کرو تو ہین تمکو اپنے لیے مناسب سمجھتا ہون"، ریحانہ نے منظور کیا۔ پھر آنحضرت صلعم نے انکو آزاد کر کے بارہ اوقیہ ایک نش مہر دیکر نکاح کر لیا جو اور ازواج کا مہر تھا، اور ام المنذر کے گھر رخصت کرا لائے[2]۔

آنحضرت صلعم کو حضرت ریحانہ سے بڑی محبت تھی اور آپ ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ابن سعد کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ریحانہ آنحضرت صلعم کے حصہ مین آگئین تو آپ نے انکو اختیار دیا کہ خواہ مسلمان ہو جائین خواہ اپنے مذہب پر قائم رہین۔ ریحانہ نے کہا کہ مین اپنے مذہب پر قائم رہونگی۔ اسپر رسول اللہ کو قلق ہوا اور دوبارہ فرمایا، اگر تو مسلمان ہو گئی تو مین تجکو اپنے پاس رکھونگا مگر وہ اب بھی راضی نہ ہوئین۔ یہ بات آپ کو زیادہ گران گذری ایک دن سر مجلس آپ تشریف رکھتے تھے۔ یکایک کسی کے پانون کی چاپ سنائی دی تو فرمایا یہ ثعلبہ بن شعبہ ہے مجھے ریحانہ کے اسلام کی بشارت دینے آتا ہے چنانچہ یہی ہوا اور رسول اللہ صلعم نے ریحانہ کو بطور ملک اپنے پاس رکھا نکاح نہین کیا[3]۔

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۵۹۱ [2] طبقات ج ۸ ص ۹۳ [3] ایضاً ص ۹۴،

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس نکاح مین اختلاف ہے صرف ابن سعد نے متعدد طریقو سے
یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ریحانہ کو آزاد کر کے حبالۂ نکاح مین لیا
انپر پردہ عائد کیا، اور بیویون کی طرح رکھا۔ حافظ ابن حجر کا رجحان بھی اسی طرف ہے،
سواے ان دو مورخون کے دیگر ارباب سیر بالاتفاق حضرت ریحانہ کا وہی رتبہ سمجھتے ہین،
جو ماریہ قبطیہ کا ہے یعنی یہ کہ وہ آنحضرت صلعم کی خادمہ تھین بیوی نہ تھین۔

ریحانہ بروایت ابن سعد محرم سنہ ۶ھ مین آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین[1] اور
بروایت ابن اسحاق آپ کی وفات سے دس سال پہلے انتقال کیا[2]

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۳ [2] اصابہ ج ۲ ص ۶۹۲۵

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ

نام ونسب   آپ کا پہلا نام برّہ ہے، آنحضرت صلعم کے نکاح مین آنے کے بعد میمونہ نام نام رکھا گیا۔ آپ ام الفضل لبابۃ الصغریٰ کی بہن تھین۔ ان کا نسب یہ ہے :-
میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ ماں کا نام ہند تھا جنکا سلسلۂ نسب یہ ہے :- ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن جرش[1]۔

نکاح   پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا، یہ روایت طبقات و زرقانی و دیگر کتب سیر مین پائی جاتی ہے، لیکن صاحب اصابہ نے اسکا ذکر نہین کیا کہ ان کے پہلے شوہر کون تھے، اجمالاً یہ لکھدیا ہے کہ نبی صلعم سے قبل ابورہم بن عبدالعزیٰ کی زوجیت مین تھین، بہرحال مسعود بن عمر سے طلاق ہوجانے کے بعد ابورہم بن عبدالعزیٰ سے نکاح ہوا، جب سنہ ۷ھ مین ابورہم نے وفات پائی تو رسول اللہ صلعم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا، یہ آنحضرت صلعم کی آخری بیوی تھین یعنے ان کے بعد پھر کسی سے رسول اللہ صلعم نے نکاح نہین کیا[2]۔

یہ نکاح حضرت عباس بن عبدالمطلب کی ولایت مین ہوا، آنحضرت صلعم جب ذیقعدہ کے مہینہ مین عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوے تو جعفر بن ابی طالب کو حضرت میمونہ کے پاس نکاح کا پیام دیکر بھیجا، انھون نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو وکیل بنایا، بعض کا یہ خیال ہے کہ خود حضرت عباس نے آنحضرت صلعم کو ان سے نکاح کرنے پر آمادہ کیا[3]۔ غرض اسی احرام کی حالت مین جو عمرہ کی نیت سے آپ باندھے ہوے تھے شوال سنہ ۷ھ مین بعوض ۵۰۰ درہم حضرت میمونہ سے نکاح ہوا[4] جب آپ عمرہ سے فارغ

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۴ و [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۵۰ [4] طبقات ج ۸ ص ۹۸،

ہو کر مدینہ تشریف لانے لگے تو مقام سرف میں جو مدینہ کی راہ میں مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے قیام فرمایا۔ رسم عروسی ادا ہوئی، ابو رافع آنحضرت صلعم کے خادم حضرت میمونہ کو یہیں لے آئے تھے[1]

اخلاق و عادات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے

انھا کانت من اتقانا للّٰہ واوصلنا للرحم — میمونہ ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحم کا خیال رکھنے والی تھیں[2]

آپ نہایت صحیح العقیدہ اور راسخ الخیال بیوی تھیں، ایک عورت نے بیماری کی حالت میں منت مانی تھی کہ شفا ہو گئی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھونگی، اللہ نے اسکو شفا دی اور وہ منت پوری کرنے کے لیے حضرت میمونہ سے رخصت ہونے آئی کہ ان سے ملکر روانہ ہو حضرت میمونہ نے اسکو سمجھایا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے، تم یہیں رہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو[3]

کبھی کبھی قرض لے لیتی تھیں ایک مرتبہ زیادہ لے لیا تو کسی نے پوچھا اسکی ادائی کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے خدا اسکا قرض خود ادا کر دیتا ہے[4]

اوامر و نواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں اور اس بارہ میں بہت سخت تھیں۔ ایکدفعہ ان کا ایک رشتہ دار ان کے پاس آیا اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی انھوں نے اسکو بہت سختی سے جھڑک دیا اور کہدیا کہ آیندہ کبھی میرے پاس نہ آنا[5]

انکی ایک کنیز حضرت ابن عباس کے گھر گئی تو میاں بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہوئے دیکھے۔ سمجھی کہ کچھ رنجش ہو گئی ہے مگر پوچھا معلوم ہوا کہ ابن عباس نسوانی امراض کی حالت میں بستر الگ کر لیتے ہیں، جب حضرت میمونہ کو یہ خبر پہونچی تو بولیں انسے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلعم کے طریقہ سے اسقدر کیوں اعراض ہے، آپ تو برابر ہم لوگوں کے بچھونوں پر آرام فرماتے تھے[6]

فضائل و کمالات ان کی مرویہ حدیثیں ۴۶ ہیں اور بقول بعض ۷۶، ان میں سے متفق علیہ

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۴ و [2] ایضاً ج ۲ ص ۹۸ [3] ایضاً ج ۸ ص ۹۹ و [4] اصابہ ج ۸ ص ۳۳۳
[5] ایضاً ج ۸ ص ۳۳۲ [6] طبقات ج ۸ ص ۹۹ و اصابہ ج ۸ ص ۲۳۲۔

ایک فرد بخاری ۵ فرد مسلم، باقی اور کتابوں میں ہیں۔ بعض احادیث سے ان کے تفقہ کا پتہ چلتا ہے مثلاً ایک روایت پر اکتفا کی جاتی ہے،

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضؓ پراگندہ مو آئے تو بولیں بیٹا اسکا کیا سبب ہے؟ جواب دیا ام عمار (ان کی بیوی) نسوانی امراض میں مبتلا ہے وہی میرے کنگھا کرتی تھی، بولیں کیا خوب! آنحضرت صلعم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں چٹائی اٹھا کر مسجد میں رکھ آتے تھے بیٹا! کہیں ہاتھ میں بھی مرض ہوتا ہے[1]

جن حضرات نے حضرت میمونہ رضؓ سے حدیث کی روایت کی ہے انکے نام یہ ہیں:۔

حضرت ابن عباس، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبدالرحمٰن بن السائب، یزید بن اصم (یہ سب ان کے بھانجے تھے) عبیداللہ الخولانی (ربیب) ندبہ (کنیز) عطا بن یسار، سلمان بن یسار (غلام) ابراہیم بن عبداللہ بن سعید بن عباس کریب (ابن عباس کے غلام) عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع

وفات ان کے سوانح زندگی میں یہ واقعہ بھی یادگار رہے گا کہ جس مقام پر رسم عروسی ادا ہوئی وہیں آپ کی وفات بھی ہوئی، یعنی سرف جو ایک وقت ان کی شادی کا منظر تھا آخر میں وہی مدفن قرار پایا سنہ ۵۱ھ سال وفات ہے حضرت ابن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی، جسوقت نعش اٹھائی جانے لگی تو حضرت ابن عباس نے کہا " یہ رسول اللہ صلعم کی بیوی ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو با ادب آہستہ لے چلو[2]

جسطرح سب سے آخر میں ان کا نکاح ہوا تھا، اسی طرح آنحضرت صلعم کی ازواج میں انکی وفات بھی سب کے بعد ہوئی۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم

نام زینب نام ہے، جناب سرورِ کائنات خاتم المرسلین امام الثقلین کی سب سے بڑی صاحبزادی ہین، جو راہ الٰہی مین شہید ہوئین آپ کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ آنحضرت صلعم کا ارشاد نقل کرتی ہین کہ آپ نے فرمایا، وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت مین ستائی گئی[1]

آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہین، جنھون نے تصدیق رسالت مین سب سے پہلے پیشقدمی کی اور جن کے فضائل ومناقب اسقدر ہین کہ اس اُمت مین آپ کا وہی مرتبہ ہے جو اُمتِ ماضیہ مین حضرت مریم کا تھا۔

ابو عمرو کا قول ہے کہ یہ سب صاحبزادیون مین بڑی صاحبزادی ہین۔ اس مین کوئی اختلاف نہین ہے اور جو لوگ اختلاف کرتے ہین غلطی پر ہین اور ان کا دعویٰ ناقابل التفات ہے اگر اختلاف ہے تو اس امر مین کہ اولادِ رسول اللہ صلعم مین اولاً حضرت زینبؓ پیدا ہوئین یا حضرت قاسمؓ علمائے نسب کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اول حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے اُنکے بعد حضرت زینبؓ۔

ابن کلبی کہتے ہین کہ پہلے حضرت زینبؓ پیدا ہوئین پھر حضرت قاسمؓ بہرحال حضرت زینبؓ صاحبزادیون مین سب سے بڑی صاحبزادی تھین[2]،

ولادت بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئین اس وقت آنحضرت صلعم کی عمر تیس سال کی تھی، حضرت زینبؓ کے حالات عہد طفولیت کے پردۂ خفا مین ہین، کتب تاریخ سے کہین پتہ نہین چلتا اس لیے آپ کا حال زمانہ شادی سے قلمبند کیا جاتا ہے،

نکاح آنحضرت صلعم کی صاحبزادیون مین سب سے پہلے حضرت زینبؓ کی شادی کمسنی مین قبل نبوت آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی ابو العاص (ملقب بہ لقیط) بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس

[1] زرقانی بحوالہ طحاوی وحاکم ترجمہ زینبؓ، [2] طبقات صفحہ ۲۰،

بن عبد مناف بن قصیّ کے ساتھ ہوئی[1] جو حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے[2]

حضرت زینبؓ کے جہیز میں منجملہ دیگر سامان کے عقیق یمنی کا ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے دیا تھا[3]

اسلام جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو حضرت زینبؓ بھی اسلام لے آئیں[4]

ہجرت حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر ابو العاص کے اسلام نہ لانے سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی[5] اور ان کو شرک کی حالت میں وہیں مکہ میں چھوڑ دیا۔

عام حالات آنحضرت صلعم حضرت زینبؓ اور حضرت ابو العاص کے باہمی تعلقات ارتباط اور شریفانہ طرز عمل کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے[6]

چونکہ ابو العاص شرک میں مبتلا تھے اور اسلام کا حکم یہی ہونا چاہیے تھا کہ زوجین میں تفریق کر دیجائے لیکن آنحضرت صلعم اس وقت مکہ میں مغلوب تھے اور کوئی اسلامی قوت نہ تھی کفار کی ایذا رسانی کا بازار گرم تھا، اشاعت اسلام کا پہلا زینہ تھا اس لیے آنحضرت صلعم نے مصلحتاً زوجین میں تفریق نہ فرمائی[7]

اشاعت اسلام کے ساتھ کفار کی مخالفت بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم کو تکلیف دینے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے اختیار نہ کیا ہو۔ قریش کے چند لوگوں نے ابو العاص کو مجبور کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دیدیں۔ اور بجائے اُن کے قریش کی کسی لڑکی سے نکاح کر لیں لیکن اُنھوں نے اس سے انکار کیا یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم اُنکی قرابت کو اچھا سمجھتے تھے اور تعریف کرتے تھے[8]

حضرت زینبؓ کو بھی حضرت ابو العاصؓ سے بہت محبت تھی۔ حضرت زینبؓ کی محبت و ایثار کا حال ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے،

نبوت کے تیرھویں سال جب آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینبؓ اپنے سسرال میں تھیں۔ اور ابو العاصؓ مشرکین کے ہمراہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ عبد اللہ بن جبیر بن نعمان نے دوسرے قیدیوں کے ساتھ ابو العاص کو بھی گرفتار کیا۔ اِس گرفتاری کی خبر

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] ایضاً، [6] ایضاً صفحہ ۲۱ و ۲۲ وصفحہ ۲۳ ج ۲ قسم ۱ زرقانی صفحہ ۱۸۰ ج ۲ وسنن داؤد صفحہ ۲۲۲ ج ۱ [7] داؤد صفحہ ۲۲۱۔ [8] طبری جلد اول صفحہ ۱۳۴۶ جز ثالث وسیرت ابن ہشام صفحہ ۲۸،

اہل مکہ کو پہونچی تو اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کو وہ ہار (جو آپ کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا) دیکر روانہ کیا رسول اللہ صلعم کی خدمت میں وہ ہار پیش کیا گیا آنحضرت صلعم اس کو دیکھکر مغموم و محزون ہوئے اور ہار کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی، پھر آپ نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب خیال کرو تو زینبؓ کے شوہر کو رہا کر دو اور اس کا ہار بھی واپس کر دو۔ چنانچہ وہ رہا کر دیے گئے اور ہار بھی واپس کر دیا گیا۔[1]

چونکہ سب قیدی فدیہ پر چھوڑے گئے تھے اور یہ شان نبوت کے خلاف تھا کہ ابو العاص صرف آنحضرت صلعم کے داماد ہونے کی حیثیت سے بغیر کسی فدیہ کے چھوڑ دیے جاتے، اسلیے ابو العاص کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچکر حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیجدیں۔[2]

حضرت زینبؓ کے لانے کے لیے ابو العاص کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کو بھی روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم بطن یاحج میں ٹھہر کر انتظار کرنا جب حضرت زینبؓ وہاں آجائیں تو اُن کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ معظمہ چلے آنا۔ ابو العاص نے مکہ پہنچکر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کی اجازت دیدی۔

حضرت زینبؓ جب سامان سفر کی طیاری میں مشغول تھیں تو ہند بن عتبہ آپ کے پاس آئیں اور کہا اے بنت محمدؐ کیا تم اپنے باپ کے پاس جارہی ہو حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ فی الحال تو ایسا ارادہ نہیں ہے، آگے جو خدا کو منظور رہو ہند نے کہا بہن اس پوشیدگی کی کیا ضرورت ہے اگر تم واقعی جارہی ہو اور کچھ زادراہ وغیرہ کی ضرورت ہے تو بے تکلف کہدو میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

ابھی طبقہ نسوان میں عداوت کا وہ زہریلا اثر نہیں پیدا ہوا تھا جو مردوں میں سرایت کرچکا تھا۔ اس لیے حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ ہند جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ سچے دل سے کہہ رہی تھیں یعنی اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ غالباً ضرور پورا کرتیں لیکن وقت کی مصلحت سے انکار کر دیا۔[3]

غرض جب سامان سفر سے فراغت ہوگئی تو اپنے دیور کنانہ بن ربیع کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر روانہ ہوئیں۔ چونکہ کفار کا غلبہ تھا اور اُن کے تعرض کا خوف تھا اس لیے آپ کے

[1] طبقات صفحہ ۲۰، [2] ایضاً، [3] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۸ تا ۳۱۔ طبری صفحہ ۴۲ تا ۶۲ جلد اول۔

دیور کنانہ نے اپنے ساتھ ترکش اور کمان وغیرہ بھی رکھ لیا۔ جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو قریش مین کھلبلی مچ گئی اور گرفتاری کی فکر کی گئی چنانچہ قریش کی ایک جماعت اُن کی جستجو مین نکلی اور مقام ذی طویٰ مین اُن دونون کو گھیر لیا، اس جماعت مین ہبّار بن اسود۔

(یہ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی لڑکے تھے اور اس رشتہ سے حضرت زینبؓ کے بھائی تھے اُنکی اس بیجا حرکت پر فتح مکہ کے دن آنحضرت صلعم نے اُنکے قتل کی اجازت دیدی تھی۔ لیکن اُنھون نے اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور مشرف بہ اسلام ہوئے (اصابہ حالات ہبّار بن اسود)

اوران کے ساتھ ایک اور دوسرا شخص بھی تھا اِن دونون مین سے کسی ایک نے نیزہ سے حضرت زینبؓ پر حملہ کیا وہ اونٹ سے زمین پر گر پڑین۔ وہ حاملہ تھین حمل ساقط ہو گیا چوٹ بہت زیادہ آئی اس پر کنانہ نے ترکش سے تیر نکالا اور کہا اب جو کوئی میرے قریب آئیگا وہ اِن تیرون کا نشانہ بنے گا۔ لوگ منتشر ہوگئے، ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آگے بڑھا اور کہا کہ "تم اپنے تیرونکو تھوڑی دیر روکے رکھو کہ ہم تم سے کچھ باتین کر لین"۔ کنانہ نے اپنے تیر ترکش مین رکھ لیے اور اُنسے پوچھا کہ کیا کہتے ہو جو کچھ کہنا ہو کہو۔ ابوسفیان نے کہا "محمدؐ کے ہاتھون جو مصیبتین اور تکلیفین شکست رسوائی اور ذلت کی صورت مین ہم لوگون کو پہنچین ہین اس سے تم بے خبر نہین ہو، اب اگر تم محمد صلعم کی بیٹی کو علانیہ ہمارے سامنے سے لیجاؤگے تو لوگ اسے ہماری کمزوری اور بزدلی پر محمول کرینگے اور ہمارے ضعف وادبار کا پیش خیمہ خیال کرین گے۔ یہ تو تم خود خیال کرسکتے ہو۔ کہ ہمین محمد صلعم کی بیٹی کو روکنے کی کوئی ضرورت نہین ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ اس وقت تم لوٹ چلو جب ہنگامہ فرو ہو جائے اور لوگون کو معلوم ہو جائے کہ محمد صلعم کی بیٹی کو واپس کرا لائے، تو تم چوری چھپے دوسرے وقت اُن کو لیجانا کنانہ نے اس بات کو منظور کیا اور وہ واپس آگئے جب یہ واقعہ عام طور سے مشہور ہو گیا تو ایک روز مخفی طور سے اُن کو لیکر روانہ ہوگئے اور بطن یاجج مین حضرت زید بن حارثہ کے سپرد کرکے واپس چلے آئے جو حضرت زینبؓ کو لیکر مدینہ منورہ روانہ ہوگئے[1]

چونکہ ابوالعاص کو بھی حضرت زینبؓ سے بہت محبت تھی اوران دونون کے تعلقات اتحاد وارتباط بہت خوشگوار تھے، اس لیے حضرت زینبؓ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئین توابوالعاص بہت مغموم رہنے لگے۔ اکثر تبہ شام کے سفر مین حضرت زینبؓ بہت یاد آئین تو اُنھون نے

[1] زرقانی صفحہ ۲۲۳، ج ۳۔ وسیرت ابن ہشام صفحہ ۱۳ وطبری جلد اول صفحہ ۱۳۴۹۔

یہ دو شعر پڑھے[1]

ذکرتُ زینب لما ورکت ارما   فقلتُ سقیًا لشخص یسکن الحرما
بنت الامین جزاها اللہ صالحہ   وکل بعلٍ یثنی ما الذی علما

"جبکہ میں موضع ارم سے گذرا تو زینبؓ کو یاد کیا اور بیساختہ یہ دعا دی کہ اللہ تعالےٰ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جو حرم میں سکونت پذیر ہے۔ امین (محمد صلعم) کی لڑکی کو خدائے تعالیٰ جزائے نیک دے اور ہر شوہر اُسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔"

ابو العاص تجارتی تجربہ اور امانت داری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔ اہل قریش اپنا تجارتی مال اُن کے ساتھ فروخت کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ جمادی الاول سنہ ۶ھ میں ابو العاص قریش کے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو آنحضرت صلعم کو خبر پہنچی۔ آنحضرت نے زید بن حارثہ کو مع ایک سو ستر سوار کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ مقام عیص میں دونوں قافلے ایک دوسرے سے ہوئے۔ سوارانِ اسلام نے مشرکین کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال اُن کے پاس تھا اُس پر قبضہ کیا۔[2] لیکن ابو العاص سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی گئی۔[3]

ابو العاص نے جب قافلہ کا یہ حشر دیکھا تو فورًا مدینہ منورہ گئے اور وہاں پہنچکر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی چنانچہ حضرت زینبؓ نے اُن کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ آنحضرت صلعم نماز فجر میں مشغول تھے، حضرت زینبؓ نے آواز بلند فرمایا "انی قد اجرت ابا العاص"۔ یعنی میں نے ابو العاص کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ جب آنحضرت صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے لوگو تم نے کچھ سُنا سب نے عرض کیا جی ہاں سُنا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے قبل اس واقعہ کی کچھ اطلاع نہ تھی۔ کیا عجب بات ہے کہ مسلمانوں کے کمزور لوگ دشمنوں کو پناہ دیتے ہیں۔[4]

جب آنحضرتؐ گھر میں تشریف لائے تو حضرت زینبؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ابو العاص کا جو کچھ مال و متاع لیا گیا ہے وہ واپس کرا دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے اہل سریہ کے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے اور ابو العاص کے رشتہ سے واقف ہو اگر تم اُس کے ساتھ احسان کروگے اور اُس کا مال و متاع واپس کردوگے تو میری خوشی کا باعث ہوگا ورنہ تمھیں اختیار ہے۔ سب نے کہا ہم کل چیزیں واپس کرنے کے لیے حاضر ہیں۔ چنانچہ سب

[1] طبقات صفحہ ۲۲ [2] ایضاً صفحہ ۲۲۔ طبری صفحہ ۱۳۵ [3] طبقات صفحہ ۲۲ [4] ایضاً [5] ایضاً

چیزیں واپس کر دی گئیں - ادھر یہ حکم اہل سریہ کو بھیجا اور ادھر اپنی بیٹی زینبؓ سے یہ فرمایا کہ تم ابو العاص کی خاطر مدارات اعزاز و احترام میں کوئی کمی نہ کرنا - لیکن جبتک وہ مشرک رہیں اُنکی قربت سے احتراز کرنا کیونکہ اسلام و کفر دونوں جمع نہیں ہو سکتے[۱]۔

اس روایت سے پہلی روایت عدم تفریق زوجین کی بظاہر تردید ہوتی ہے لیکن حقیقتاً چونکہ اب اسلام کی قوت بڑھ گئی تھی اور دشمنوں کا مقابلہ آسانی سے ہو سکتا تھا - اس لیے اب کوئی وجہ نہ تھی کہ آنحضرت صلعم ایسا حکم نہ دیتے - چونکہ وہ وقت حقیقتاً بہت نازک تھا اسلیئے اسوقت تفریق نہیں کی گئی -

اس کے بعد ابو العاص اپنا مال و اسباب لیکر مکہ معظمہ روانہ ہو گئے - مکہ پہنچکر جس کا جو کچھ لینا دینا تھا اسے دیکر حساب صاف کیا[۲] - اور ایک روز قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ "اے اہل قریش - اب میرے ذمہ کسی کا کوئی مطالبہ تو باقی نہیں ہے" اہل قریش نے کہا "ہاں بیشک آپ کوئی مطالبہ نہیں ہے اور خدا تم کو جزائے نیک دے تم ایک باوفا اور کریم النفس شخص ہو" ابو العاص نے کہا "ہاں سُن لو میں اب مُسلمان ہوتا ہوں" اور یہکر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ پڑھا اور فرمایا کہ "خدا کی قسم مجھے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اسلام لانے سے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ یہ خیال نکرلو کہ میں تمھارے مال کو غبن کر چکا ہوں اس لیے مُسلمان ہو گیا ہوں، اب جبکہ خدا نے مجھے اس بارِ گران سے بخیر و خوبی سبکدوش کر دیا تو اب کوئی امر حائل نہیں کہ میں اسلام نہ قبول کر دوں"[۳] یہ واقعہ محرم ۷ھ کا ہے اس کے بعد حضرت ابو العاص مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے[۴]

جب حضرت ابو العاصؓ مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ کو بعقد اوّل اُنکی طرف رجوع کر دیا[۵] (یعنی تجدید نکاح نہ کی بلکہ وہی پہلا نکاح قائم رکھا) اس وقت سورۂ برأت نازل نہیں ہوئی تھی - مسلمان عورتیں اپنے شوہروں کے پاس اسلام لانے کے بعد بلا تجدید نکاح اُنکی زوجیت میں آجایا کرتی تھیں[۶]

حضرت زینبؓ اپنے والد رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو العاص سے بہت محبت رکھتی تھیں[۷] ریشمی کپڑے پہننے کی شائق تھیں - حضرت انسؓ نے آپ کو ریشمی چادر اوڑھے دیکھا ہے - جس پر

---

[۱] ایضاً [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] ایضاً [۷] اصابہ کتاب النساء حالات زینبؓ [۸] استیعاب [illegible] [۹] [illegible] در منثور صفحہ [illegible]

زرد رنگ کی دھاریاں تھیں[1]۔

اولاد حضرت ابوالعاصؓ کے صلب سے حضرت زینبؓ کی دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ ایک فرزند علی اور ایک دختر امامہ علی ہجرت کے قبل پیدا ہوئے، آنحضرت صلعم نے اُن کو اپنی کفالت میں لیا، اور وہ آپ کے سایۂ عاطفت میں فخرِ تربیت حاصل کرتے رہے۔ فتح مکہ کے روز جب آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے تو علی آپ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ سنِ بلوغ اپنے والد ابوالعاص کی زندگی میں انتقال کیا۔ لیکن ابن عساکر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ علی جنگ یرموک تک زندہ رہے اسی جنگ میں اُنھوں نے جام شہادت نوش کیا[2]۔

حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہ اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت علیؓ کی بیوی فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کا عقد ثانی حضرت امامہؓ سے ہوا۔

وفات حضرت زینبؓ حضرت ابوالعاصؓ کے اسلام لانے کے بعد تقریبًا سال سوا سال تک زندہ رہیں رسول صلعم کی حیات مبارک میں ۸ھ میں رگرائے فردوس ہوئیں[3]۔ حضرت زینبؓ کی وفات کا حال استیعاب میں یہ لکھا ہے

وکان انھا سبب موتھا انھا لما خرجت من مکۃ الی رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمد لھا ھبار بن الاسود ورجل آخر فدفعھا احدھا فسقطت علی صخرۃ فاسقطت واھراقت الدماء فلم یزل بھا مرضھا ذلک حتی ماتت سنۃ ثمان من الھجرۃ[4]۔	یعنے جب حضرت زینبؓ مکہ سے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں آنے لگیں تو راستہ میں ہبار بن اسود اور ایک دوسرے شخص نے آپ پر حملہ کیا اِن دونوں میں سے کسی ایک نے نیزہ حضرت زینب کے مار دیا وہ اونٹ پر سے گر پڑیں حمل ساقط ہو گیا اور بہت خون نکلا عرصہ تک اسی مرض میں بیمار رہیں حتی کہ ۸ھ میں انتقال کر گئیں،

حضرت اُم ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت اُم سلمہؓ اور اُم عطیہؓ غسل میں شریک تھیں[5]، انہی لوگوں نے غسل دیا۔ آنحضرت صلعم خود قبر میں اُترے۔ اور اپنی نور دیدہ کو سپرد خاک فرمایا، اس وقت آنحضرت صلعم کے چہرۂ مبارک پر رنج و ملال کے آثار نمایاں تھے[6]۔ آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ اور آپ کے ضعف کو یاد کیا تو خدا تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ اے خدا تو زینب

---

[1] طبقات صفحہ ۲۲ [2] اصابہ صفحہ ۴۰۰ حالات امامہ، [3] طبقات صفحہ ۲۲ و طبری صفحہ ۱۳۵۱ [4] استیعاب صفحہ ۱۵۲ [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۶۸ [6] ایضًا،

کی مشکلات کو آسان کر دے۔ اور اس کی قبر کی تنگی کو کشادگی سے بدل دے[1]۔

حضرت ام عطیہؓ کہتی ہین کہ ہمین زینبؓ بنت رسول اللہ صلعم کے غسل مین شریک تھی غسل کا طریقہ آنحضرت صلعم خود بتلاتے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اس کے بعد کافور لگاؤ[2]۔

ایک روایت مین سات بار بھی غسل دینا آیا ہے مقصود یہ تھا کہ اگر طہارت تین مرتبہ مین ہوجائے تو زیادہ غسل کی ضرورت نہین اسی قدر کافی ہے۔ ورنہ اگر ضرورت ہو تو بڑھا دیا جائے تاکہ اچھی طرح طہارت ہو جائے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر کر دینا چنانچہ جب وہ فارغ ہو گئین تو آنحضرت کو مطلع کیا تو آپ نے اپنا تہ بند عنایت فرمایا اور فرمایا اس کو کفن کے اندر پہنا دو۔

حضرت زینبؓ کے انتقال کے تھوڑے دن بعد حضرت ابو العاصؓ کا بھی انتقال ہو گیا[3]۔

[1] ایضاً [2] طبقات صفحہ ۲۲، [3] دار المنثور صفحہ ۲۳۱ و اسد الغابہ صفحہ ۴۶۸
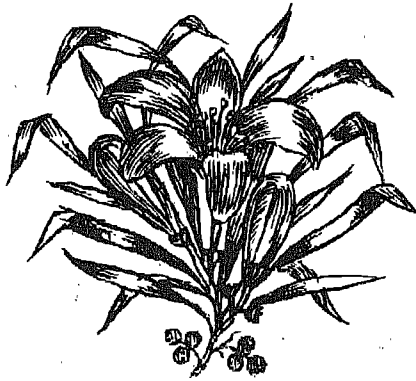
حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

نام رقیہ نام ہے، آپ سرور کائنات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی تھیں آپ کی والدہ ماجدہ بھی حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ ہیں۔ (یعنی آپ جناب زینب رضی کی حقیقی بہن تھیں۔

ولادت نبوت سے سات سال قبل ولادت ہوئی۔ ابن زبیر اور اُن کے چچا مصعب کا گمان ہے کہ حضرت رقیہ سب صاحبزادیوں میں چھوٹی تھیں چنانچہ جرجانی نساب نے اسی کی تصحیح کی ہے لیکن ان کے علاوہ اور لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت زینب بڑی صاحبزادی تھیں اور منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ تھیں۔

ابو العباس محمد بن اسحاق سراج بروایت عبید اللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیس سال کے تھے جب حضرت زینب پیدا ہوئیں۔ اور تینتیسویں سال حضرت رقیہ کی ولادت ہوئی۔ بہرحال ارباب سیر نے حضرت رقیہ کو منجھلی صاحبزادی قرار دیا ہے،

نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت رقیہ کا پہلا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا[1] جب آنحضرت صلعم کو شرف نبوت حاصل ہوا تو قریش کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ قریش نے منجملہ اور تکلیف پہنچانے کے یہ صورت بھی اختیار کی کہ حضرت ابوالعاص سے کہا کہ تم زینب بنت محمد (صلعم) کو طلاق دیدو مگر اُنھوں نے انکار کر دیا[2] جب قریش نے حضرت ابوالعاص رضی سے یہ دندان شکن جواب سُنا تو اپنا سا مُنھ لیکر رہ گئے پھر عتبہ کے پاس گئے اُن سے بھی یہ کہا کہ تم رقیہ بنت محمد (صلعم) کو طلاق دیدو، قریش کی اور جس لڑکی سے کہو اس سے عقد کرا دیں گے۔ عتبہ نے اس بات کو منظور کیا، اور کہا سعید بن العاص کی لڑکی

---

[1] طبقات صفحہ ۲۴ [2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۰۰ وطبری جلد اول جزء ثالث صفحہ ۱۳۴۷،

سے میرا نکاح کر دو، اسپر قریش بخوشی راضی ہوگئے اور کیون نہ ہوتے یہ تو اُن کا عین منشا تھا کہ جس طریقہ سے ہو رسول صلعم کو روحانی وجسمانی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم پر سورہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب اور اُسکی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے کبیدہ خاطر ہوکر اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ اگر تم نے رقیہ بنت محمد (صلعم) کو طلاق نہ دی تو میری زندگی اور تمھارے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ عتبہ نے بتعمیل حکم والدین حضرت رقیہ کو طلاق دیدی[1]

اس موقع پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ عتبہ سے صرف عقد ہوا تھا ہنوز رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ طلاق وقوع مین آئی[2]

حضرت عثمان کا قبول اسلام اور شادی کا عجیب واقعہ اور حضرت رقیہ رض کا عقد ثانی

حضرت عثمان رض اپنے قبول اسلام اور شادی کا واقعہ خود بیان فرماتے ہین کہ مین خانہ کعبہ کے صحن مین چند دوستون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتًا کسی آدمی نے آکر مجھے یہ اطلاع دی کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا، چونکہ حضرت رقیہ رض حسن وجمال اور اپنے قابل رشک اوصاف کے لحاظ سے امتیاز رکھتی تھین اسلیے میرا رجحان خاطر انکی طرف تھا، جب یہ خبر پہونچی تو مین مضطرب ہوگیا اور سیدھا گھر پہونچا اتفاق سے گھر مین میری خالہ سعدہ تشریف رکھتی تھین، جو کہانت مین ماہر تھین مجھے دیکھتے ہی بیساختہ بولین۔

ابشر وحييت ثلاثًا وترًا ثم
ثلاثًا وثلاثًا اخرىٰ
ثم باخرىٰ كي تتم عشرا
لقيت خيرا ووقيت شرا
انكحت والله حصانا زهرا
وانت بكر ولقيت بكرا
وافيتها بنت عظيم قدرا

(اے عثمان) تمھین مژدہ ہو اور تم پر تین مرتبہ سلام پہنچے پھر تین مرتبہ اور پھر تین بار تم پر سلام پہنچے۔ پھر ایک سلام پہنچے تاکہ دس سلام پورے ہو جائین (خدا کرے) تم بھلائی سے ملو اور بُرائی سے بچائے جاؤ۔ خدا کی قسم تمنے ایک عفیفہ اور حسینہ وجمیلہ خاتون سے نکاح کیا۔ تم بھی ناکتخدا ہو اور ناکتخدا ہی تمکو ملگئی۔ ایک بڑے عظیم القدر جلیل المرتبت شخص کی بیٹی تمنے پائی۔

---

[1] طبقات صفحہ ۲۴ [2] ایضًا، واصابہ کتاب النساء حالات رقیہ رض،

اُن کی ایسی گفتگو سے مجھے سخت تعجب ہوا میں نے پوچھا خالہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں کہا،

عثمان یا عثمان یا عثمان	عثمان ، اى عثمان ، اى عثمان
لك الجمال و لك الشان	تم صاحب جمال اور صاحب شان ہو
هذا نبيٌّ معه البرهان	یہ نبی صاحب برہان ہیں
ارسله بحقّه الديان	وہ رسول برحق ہیں
وجاءه التنزيل والفرقان	ان پر قرآن نازل ہوا ہے
فاتبعه لا يغرنك الاوثان[1]	انکا اتباع کرو اور بتوں کے فریب میں نہ آو

میں اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا میں نے پھر کہا کہ ذرا تفصیل و تشریح کے ساتھ فرمائیے۔ تو کہا،

ان محمد بن عبد الله رسول الله من	محمد بن عبد اللہ جو خدا کے رسول ہیں قرآن
عند الله جاء بتنزيل الله يدعوا	لیکر آئے ہیں خدا کی طرف بلاتے ہیں اسکا چراغ
به الى الله مصباحه مصباح ودينه	در اصل چراغ ہے اسکا دین ذریعہ فلاح ہے جب
فلاح ما ينفع الصياح ولو وقع	قتل و قتال شروع ہوگا اور تلواریں کھینچ لیجائینگی اور
الذباح وسلت الصفاح	برچھیاں تن جائیں گی۔ اسوقت شور و غل کوئی
ومدت الرماح[2]	نفع نہ دیگا،

ان کی اس گفتگو نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور میں تامل کار پر غور و فکر کرنے لگا، حضرت ابوبکر کے پاس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ دو روز کے بعد ان کے پاس گیا اسوقت انکے پاس کوئی شخص نہ تھا میں فکرمند بیٹھا تھا کہ انھوں نے پوچھا کہ تم آج اسقدر متفکر کیوں ہو چونکہ وہ میرے دوست تھے میں نے ان سے اپنی خالہ کی گفتگو کا ماحصل بیان کیا۔ فرمایا اے عثمان تم ایک ذی فہم آدمی ہو، اگر تم حق و باطل کی تمیز نہ کرو تو سخت تعجب ہے تمھاری قوم ان بتوں کی پرستش کرتی ہے، کیا یہ بت پتھر کے نہیں ہیں۔ یہ نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان،،

میں نے کہا بیشک آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے وہ بولے خدا کی قسم تمھاری خالہ نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ محمد بن عبد اللہ خدا کے رسول ہیں جنھیں خدا نے اپنا پیام بندوں تک پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ کیا حرج ہے اگر تم انکے پاس چلو اور جو کچھ وہ فرمائیں

[1] ماخوذ اصابہ صفحہ ۶۲۸ [2] ایضاً صفحہ ۶۲۹،

اسے بغور سنو۔ چنانچہ مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین گیا (لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس گفتگو کے بعد آنحضرت صلعم خود ہی تشریف لے آئے) آپ نے فرمایا ای عثمان خدا تعالے تم کو جنت کی طرف بلاتا ہے تم اسکو قبول کرو مین خدا کا رسول ہون، جو تمھارے اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہون۔

خدا ہی جانے آپ کے ان جملون مین کیا اثر تھا کہ مین بے قابو ہو گیا اور مین نے بے اختیار کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله پڑھا اور مسلمان ہو گیا[1]۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عثمان سے بمقام مکہ حضرت رقیہ رض سے عقد ہو گیا[2]۔

اسلام حضرت رقیہ اپنی والدہ حضرت خدیجہ کے ساتھ اسلام لائین[3]۔ اور بیعت اسوقت کی جب اور عورتین آنحضرت صلعم کی بیعت سے سرفراز ہوئین[4]،

ہجرت ۵ھ نبوت مین حضرت رقیہ نے اپنے شوہر حضرت عثمان کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کی[5]۔

حضرت اسمار ذات النطاقین بنت ابی بکر رض سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکر غار مین تشریف رکھتے تھے اور مین غار مین کھانا لیکر جایا کرتی۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رض نے آنحضرت صلعم سے ہجرت کی اجازت مانگی آپ نے حبشہ کی طرف جانے کی اجازت دی۔ اسلیے وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ اسکے بعد مین کھانا لیکر پھر گئی تو آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا کہ عثمان اور رقیہ گئے؟ مین نے عرض کیا جی ہان گئے۔ آپ نے میرے والد حضرت ابو بکر رض سے فرمایا لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہین جنھون نے کفار کی ایذا رسانی کے باعث مع اپنی بیوی کے وطن کو خیر باد کہہ کر ہجرت کی[6]۔ اس کے بعد حبشہ سے پھر مکہ واپس آئین لیکن یہان کی حالت پہلے سے زیادہ خراب تھی قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور پھر حبشہ کی طرف واپس چلی گئین۔

وہان عرصہ تک انکا قیام رہا اور آنحضرت صلعم کو ان کی خیریت کے متعلق کوئی خبر نہ ملی اتفاق سے ایک عورت حبشہ کی آئی تو اس سے آپ نے ان لوگون کی خیریت دریافت کی عورت نے کہا جی ہان مین نے ان دونون کو دیکھا ہے وہ خیریت سے ہین۔ جب آنحضرت صلعم کو

[1] ماخوذ اصابہ صفحہ ۶۲۹، [2] طبقات صفحہ ۲۴، [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً، درالمنثور صفحہ ۲۰۷، [6] اصابہ صفحہ ۸۲ و طبقات صفحہ ۲۴

ان کی جانب سے اطمینان ہوگیا تو فرمایا۔

صحبھما اللہ ان عثمان اول من ھاجر باھلہ[1] یعنی خدا ان دونوں پر رحم فرمائے عثمان پہلے شخص ہین جنھوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی۔

حبشہ مین ایک عرصہ تک رہنے کے بعد حضرت عثمان رض نے مکہ کی طرف مراجعت کی اور بہت تھوڑے دن قیام کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کو لیکر مدینہ منورہ چلے گئے[2]

اولاد۔ دوران قیام حبشہ مین حضرت رقیہ رض کے بطن سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے[3] عبداللہ ہی کے نام سے حضرت عثمان رض کی کنیت ابوعبداللہ تھی[4]۔

اس ولادت سے قبل ہجرت اولی مین ایک حمل ساقط ہوچکا تھا[5]۔

عبداللہ کی ہنوز چھ سال کی عمر تھی کہ ایک مرغ نے آنکھ مین چونچ ماردی جس سے تمام چہرہ ورم کر آیا اور نظام جسم مین فساد پیدا ہوگیا۔ آخر اسی صدمہ سے جمادی الاول سنہ ۴ ھ مین انتقال ہوگیا[6]۔

آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان رض نے قبر مین اتارا[7]۔ اسکے بعد حضرت رقیہ کی کوئی اولاد نہین ہوئی[8]

علالت و وفات۔ مدینہ منورہ پہونچکر سنہ ۲ ھ مین حضرت رقیہ رض کی صحت خراب ہوگئی یعنی چیچک نکل آئی (بروایت صاحب تاریخ الخمیس صفحہ ۳۱۱ حضرت رقیہ کی کنکری لگ گئی تھی جس سے بیمار ہوگئین) بہرحال وہ صاحب فراش ہوگئین یہی زمانہ جنگ بدر کا تھا آنحضرت صلعم جنگ کی تیاری مین مشغول تھے اسی لیے آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رض کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ مین چھوڑ دیا[9]۔ اور آپ خود جنگ مین تشریف لے گئے۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا ہجرت کو ایک سال سات مہینے گذر چکے تھے[10] کہ حضرت کا انتقال ہوگیا۔ عین اسوقت جبکہ قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی[11] زید بن حارثہ فتح مکہ کی خوشخبری لیکر مدینہ مین داخل ہوئے[12]۔

اس لحاظ سے آپ کی وفات سنہ ۲ ھ مین ہوئی۔

عام حالات۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری پر حضرت رقیہ کی

---

۱ اصابہ صفحہ ۵۸۲ و ۵۸۳ ۲ ایضاً ۳ طبقات صفحہ ۲۱ ۴ ایضاً ۵ ایضاً ۶ اسد الغابہ صفحہ ۴۵۶ ۷ ایضاً ۸ طبقات ۲۴

۱۰ ایضاً و اصابہ صفحہ ۵۸۳ ۱۱ ایضاً ۱۲ ایضاً و اصابہ ۵۹۰

وفات کا حال بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا[1]

الحقی بسلفنا عثمان بن مظعون ، عثمان بن مظعون پہلے جا چکے اب تم بھی اُن سے جا ملو (عثمان بن مظعون ایک جلیل القدر اور مقتدر رکن ملت صحابی تھے مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ میں انہیں کا انتقال ہوا تھا)۔

آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر تمام عورتیں رونے لگیں[2]۔ حضرت عمرؓ بھی آ گئے تھے عورتوں کو روتا ہوا دیکھ کر تنبیہ و تہدید فرمانے لگے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان لوگوں کو روتا ہوا چھوڑ دو کیونکہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت آئے تو شیطانی تحریک سمجھنا چاہیے[3]۔

لوگوں نے آنحضرت صلعم سے حضرت رقیہ کی وفات پر تعزیت کی تو آپ نے فرمایا[4]،

"الحمد للہ دفن البنات المکرمات"

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رقیہ کی قبر کے کنارہ آنحضرت صلعم کے پہلو میں بیٹھ کر رونے لگیں تو آنحضرت صلعم اپنی چادر کے کناروں سے اُن کے آنسو پونچھتے جاتے تھے[5]۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اسی روایت کا ذکر میں نے محمد بن عمر سے کیا انھوں نے کہا میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رقیہؓ کی وفات کے وقت آنحضرت صلعم جنگ بدر میں شریک تھے۔ دفن میں شریک نہ تھے پس گمان غالب ہے کہ یہ روایت کسی دوسری صاحبزادی کے بارہ میں ہو گی۔ جس کے دفن میں آپ شریک ہوں گے۔ راوی کو غلط فہمی ہوئی۔ اور اگر اس غلط فہمی کو تسلیم نہ کیا جائے تو بشرط ثبوت یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم بدر سے مراجعت فرما کر قبر پر تشریف لے گئے ہوں اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو،

حضرت رقیہ بہت خوبصورت اور موزون اندام تھیں در المنثور میں مذکور ہے[6]،

کانت ذات جمال بارع   یعنی وہ نہایت حسینہ و جمیلہ خاتون تھیں،

حبشہ کا ایک گروہ آپ کے حسن و جمال پر تعجب کرتا تھا۔ اس گروہ نے آپ کو بہت تکلیفیں پہونچائیں آپ نے ان لوگوں کے لیے بد دعا کی اور آخر کار وہ سب

---

[1] طبقات صفحہ ۲۴ و اصابہ ۵۸۲، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] استیعاب صفحہ ۲۹، [5] ایضاً صفحہ ۲۴ و ۲۵، [6] ایضاً، [7] در المنثور صفحہ ۲۰۷،

ہلاک ہو گئے[۱]

حضرت عثمان رض اپنی ہمدم و غمگسار بیوی کے انتقال کے بعد سے بہت مغموم رہنے لگے ان دونوں میں باہم بہت محبت تھی "احسن الزوجین راھما الانسان رقیۃ وزوجھا عثمان"[۲] یہ مقولہ انھیں کے نسبت میں بولا جاتا تھا جو عرب میں بطور ضرب المثل کے مشہور رہو گیا۔

[۱] درالمنثور صفحہ ۲۰۷، [۲] اصابہ صفحہ ۶۲۹،

حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

نام ام کلثوم نام ہے، آپ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں، آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھیں۔

زبیر کہتے ہیں حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ سے بڑی تھیں، دیگر ارباب سیر نے زبیر کے اس قول کی مخالفت کی ہے لیکن صحیح اور قابل وثوق یہی ہے کہ حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں۔ اور جب حضرت رقیہ رض کا انتقال ہوگیا تو حضرت رسول اللہ صلعم نے حضرت ام کلثوم رض کو حضرت عثمان رض سے بیاہ دیا۔[1]

اگر حضرت ام کلثوم حضرت رقیہ سے بڑی ہوتیں تو بالضرور پہلے حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان سے ہوتا نہ کہ حضرت رقیہ کا اور یہی اقتضائے فطرت وتمدن ہے کہ پہلے بڑی لڑکی کی فکر عقد سے فراغت حاصل کی جائے۔ غالباً ارباب سیر نے زبیر کے قول کی تردید اسی قول سے کی ہوگی۔

ولادت آپ کا سال ولادت کتب تواریخ وسیر میں مذکور نہیں لیکن اقتضائے قیاس یہ ہے کہ چھ سال قبل بعثت ولادت ہوئی ہوگی اسلیے کہ حضرت رقیہ کی ولادت سات سال قبل ہوئی اور حضرت فاطمہ رض کی ولادت پانچ سال قبل ہے اور جب یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ حضرت رقیہ رض سے حضرت ام کلثوم رض چھوٹی اور حضرت فاطمہ رض سے بڑی تھیں تو لامحالہ ان دونوں کی ولادت کے درمیان کا زمانہ ان کی ولادت کے لیے تسلیم کرنا پڑیگا اس لحاظ سے وہ چھ سال قبل نبوت پیدا ہوئیں،

نکاح آپ کے حالات طفولیت بھی غیر معلوم ہیں کیونکہ وہ ایسا پُر آشوب زمانہ تھا کہ اسوقت کسی کے سوانح کا ضبط کرنا بہت دشوار تھا، اسلیے زمانہ شادی سے آپ کا حال لکھا جاتا ہے،

---

[1] طبقات صفحہ ۲۵،

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کا عقد ابولہب کے ایک بیٹے عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے قبل بعثت کر دیا تھا لیکن جب آنحضرت صلعم مرتبہ رسالت پر فائز ہوئے اور سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے ہر ایک بیٹے کو مخاطب کر کے کہا[1]

راسی من راسک حرام ان لم تطلق ابنتہ "یعنی میری زندگی اور میرا اُٹھنا بیٹھنا تم لوگوں میں حرام ہے اگر تم نے اُسکی (رسول اللہ) کی لڑکی کو طلاق نہ دیدی۔ (جیسا کہ ہم حضرت رقیہ کے حال میں بھی لکھ چکے ہیں کہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی) (علیحدہ) عتیبہ نے بھی اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ام کلثوم کو طلاق دیدی۔ اس لحاظ سے دونوں کی طلاق کا زمانہ اور سبب ایک ہی ہے اس طلاق میں ابولہب کی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے بھی اپنے شوہر کے قول کی تائید کی تھی[2] لیکن دونوں بہنوں کی رخصتی ابھی تک نہ ہوئی تھی کہ یہ طلاق وقوع میں آئی۔

جب ۲ھ میں حضرت رقیہ رض کا انتقال ہوگیا اور حضرت عثمان رض اس وفات کے بعد بہت زیادہ مغموم و محزون رہنے لگے تو آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رض کی یہ حالت دیکھکر فرمایا کہ اے عثمان میں تم کو غم و الم میں مبتلا پاتا ہوں اس کا کیا سبب ہے حضرت عثمان رض نے عرض کیا یا حضرت غمگین و پریشان نہ ہوں تو کیا کروں مجھ پر وہ مصیبت پڑی جو کبھی کسی پر نہ پڑی ہوگی حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا اونکی وفات سے میری کمر ٹوٹ گئی حضور سے جو رشتہ قرابت وابستہ تھا منقطع ہوگیا اب کیا چارہ ہے ابھی اُن کی گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ حکم پہنچایا ہے کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم کو اوسی مہر پر جو رقیہ کا تھا تمھارے عقد میں دوں[3] چنانچہ آنحضرت صلعم نے ربیع الاول ۳ھ میں حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان رض سے کر دیا[4]

رخصتی نکاح کے دو مہینے بعد جمادی الآخر ۳ھ میں رخصتی عمل میں آئی[5]

اولاد آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی[6]

اسلام حضرت ام کلثوم اپنی والدہ معظمہ حضرت خدیجہ رض کے ساتھ اسلام لائیں[7] اور اپنی بہنوں کے ساتھ اسوقت بیعت کی جب اور عورتیں آنحضرت صلعم کے شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوئیں۔

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲ [2] ایضاً صفحہ ۶۱۲ و ۶۱۳ [3] طبقات صفحہ ۲۵ [4] ایضاً [5] ایضاً [6] ایضاً [7] ایضاً

ہجرت جب آنحضرت صلعم مدینہ کی طرف ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو اہل وعیال کو مکہ مین چھوڑ گئے تھے جب مکہ کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور حضرت سودہ رضہ وحضرت فاطمہ رضہ مدینہ کی طرف ہجرت کرکے جانے لگین تو حضرت ام کلثوم بھی اُن کے ہمراہ ہجرت کرکے چلی گئین[۱]۔

عام حالات انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کو حضرت ام کلثوم کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا آپ قبر پر بیٹھے ہوے تھے اور آپکے آنکھون سے آنسو بہہ رہے تھے[۲]

ایک روایت مین یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت رقیہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت عثمان رضہ سے کہا تم میری بیٹی حفصہ سے عقد کرلو لیکن حضرت عثمان رضہ نے تامل کیا اور کوئی جواب نہین دیا اسلیے کہ وہ سن چکے تھے کہ آنحضرت صلعم کا حضرت حفصہ سے عقد کرنے کا خیال ہے، جب رسول اللہ صلعم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عمر رضہ سے فرمایا کیا مین حفصہ کے لیے عثمان سے بہتر شوہر اور عثمان کے لیے حفصہ سے بہتر زوجہ تلاش کردون پھر آپ نے حضرت حفصہ کو اپنے نکاح مین لیا، اور حضرت عثمان کا عقد حضرت ام کلثوم سے کردیا[۳]۔

حضرت ام کلثوم کے انتقال کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میری دس لڑکیان ہوتین تو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ہی کے رشتہ تزویج مین منسلک کرتا[۴]۔

دوسری روایت مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میری سو لڑکیا ہوتین تو مین سب لڑکیان یکے بعد دیگرے (ہر ایک لڑکی کے انتقال کے بعد) حضرت عثمان کے عقد مین دیتا[۵]۔

وفات آخر وقت تک مدینہ منورہ مین آپ کا قیام رہا اور شادی کے پانچ سال گذرنے کے بعد شعبان سنہ ۹ھ مین آپ نے انتقال فرمایا۔

انصار کی عورتون نے آپ کو غسل دیا انہین ام عطیہ بھی تھین[۶] آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت ابو طلحہ، حضرت علی بن طالب وحضرت فضل بن عباس واسامہ بن زید نے قبر مین اُتارا

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۵ (اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲ [۲] ایضاً [۳] طبقات صفحہ ۲۶ [۴] استیعاب صفحہ ۹۳ ۷ [۵] طبقات صفحہ ۲۵ ۲
[۶] تاریخ الخمیس صفحہ ۱۲۳ [۷] طبقات صفحہ ۲۵ و اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲ [۸] طبقات صفحہ ۲۶

سیدۂ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلعم

نام فاطمہ آپ کا نام ہے اور ام محمد کنیت آنحضرت سرور کائنات امام البشر خاتم المرسلین کی آپ چھوٹی صاحبزادی تھیں اور تمام مکارم اخلاق و فضائل اوصاف آپ پر ختم ہو گئے تھے،

آپ کی والدہ محترمہ بھی حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں،

لقب آپ سیدۂ عورات عالم اور سردار نساء اہل جنت ہیں۔ آپ کے القاب زہرا، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، اور بتول ہیں[1]

فاطمہ، بتول، زہرا، زاکیہ، شیخ ابن حجر، فاطمہ، بتول، اور زہرا کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں۔ کہ آپ کا راضیہ کی وجہ تسمیہ نام فاطمہ اسوجہ سے ہے کہ خدا تعالی نے آپ کو اور آپ کے دوست رکھنے والوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا۔

اور بتول لقب اسوجہ سے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی عورتوں سے فضل و دین اور حسب میں ممتاز تھیں،

صاحب اخبار الدول زہرا کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پیدا ہوے تو عصر و مغرب کا درمیانی وقت تھا اُسی وقت آپ نفاس سے پاک ہوئیں اور غسل کر کے مغرب کی نماز ادا فرمائی اسی واسطے زہرا لقب ہوا۔

مولٰنا حضرت شیخ عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضہ میں بہجت، زہرت، جمال و کمال بہت زیادہ تھا اس مناسبت سے زہرا لقب قرار پایا۔ اور یہی صحیح ہے۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ فطم کے معنی لغت میں بچے کو دودھ پینے سے روکنے کے ہیں، تو گویا حضرت فاطمہ رضہ لوگوں کو دوزخ کی آگ سے روکنے والی ہیں۔

اور بتول مشتق ہے تبل سے جسکے معنے قطع کرنے کے ہیں منتہی الارب میں لکھا ہے کہ

[1] اصابہ صفحہ ۳۷۸، [2] الدرۃ البیضاء ۷

بتول بروزن صبور عورت دوشیزہ کو کہتے ہین۔ جو دنیا اور ماسوائے اللہ سے علحدہ ہو حضرت مریم والدہ عیسٰے علیہما السلام کا بھی لقب بتول تھا۔

بچپن ہی سے حضرت فاطمہ رض کی طبیعت مین بہت زیادہ متانت سادگی اور سنجیدگی تھی آپ کی اور بہنین لہو ولعب مین مشغول رہتین لیکن آپ کا دل کھیل مین نہین لگتا تھا آپ کہین آنا جانا پسند نہ فرماتی تھین۔ ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھین آپ کی یہ سادگی اور استغنا آنحضرت صلعم کو بہت پسند تھا اسی وجہ سے آپ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد فرمائی جاتی تھین،

چونکہ آپ آنحضرت صلعم سے صورت سیرت مین بہت مشابہ تھین اس لحاظ سے آپ کا لقب زاکیہ اور راضیہ قرار پایا۔

ولادت آپ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ اور یہ وہ مبارک زمانہ تھا کہ اہل قریش خانہ کعبہ کی تعمیر مین مشغول تھے[1]۔

ابن سراج بروایت عبداللہ بن محمد بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض پہلے سال نبوت مین پیدا ہوئین[2]۔

عباس سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رض کی ولادت اسوقت ہوئی جبکہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوری تھی۔ اور اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی[3]۔

ابوعمر بروایت عبداللہ بن محمد لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض کی ولادت سنہ ۴۱ مولد نبوی مین ہوئی بعثت سے ایک سال قبل یا کچھ زیادہ آپ حضرت عائشہ رض سے پانچ سال بڑی تھین[4]۔

نکاح جسوقت آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اسوقت حضرت فاطمہ رض نا کتخدا تھین لوگون نے پیغام دیا ان مین سب سے پہلے حضرت ابوبکر رض نے آنحضرت صلعم سے حضرت فاطمہ رض سے عقد کرنے کی استدعا کی حضور صلعم نے فرمایا حکم الٰہی کا انتظار کرو[5]۔ اس کا ذکر حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر بن الخطاب رض سے کیا اور ان کو بھی ترغیب دی کہ تم اپنے لیے پیغام دو۔ چنانچہ حضرت عمر رض نے بھی پیغام دیا اور وہی جواب پایا جو حضرت ابوبکر رض کو ملا تھا حضرت عمر رض نے حضرت ابوبکر رض کو اس جواب سے اطلاع دی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لوگون نے آمادہ کیا لیکن آپ کو اپنی بے سروسامانی پر تامل ہوا اور دوسرا خیال یہ بھی ہوا کہ

---

[1] طبقات صفحہ ۱۱ [2] استیعاب صفحہ ۷۷ [3] اصابہ صفحہ ۲۵، [4] ایضاً، [5] طبقات صفحہ ۱۱

اب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد میری کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن لوگوں نے پھر مجبور کیا اور آنحضرت صلعم کی قرابت کا استحقاق یاد دلایا پھر آپ نے آنحضرت صلعم سے بطریقہ پیغام عرض کیا آپ نے یہ استدعا قبول فرمائی۔ آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ سے ذکر کیا کہ علی کا رجحان خاطر تمھاری طرف ہے آپ خاموش ہو رہیں (یہ خاموشی ایک طرح کی رضامندی تھی) آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی کے چار مہینے بعد اوائل محرم سنہ ۲ھ میں حضرت فاطمہؓ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا۔[1]

بروایت دیگر ارباب سیر آپ کی شادی حضرت علیؓ سے غزوۂ احد کے بعد ہوئی۔[2]

بعض مورخین کہتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار مہینے بعد نکاح ہوا اور ساڑھے سات مہینے گزرنے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ کو رخصت کرایا۔[3]

اور بعض کا گمان ہے کہ آپ کا عقد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے پانچ ماہ بعد ہوا اور حضرت علیؓ نے نکاح کے ساڑھے نو مہینے گزرنے کے بعد رخصتی کرائی۔ اسوقت حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکیس سال ساڑھے پانچ مہینے کے تھے[4] گویا حضرت علیؓ تقریباً ۶ سال بڑے تھے۔

حضرت علیؓ نے شادی کے لیے اپنا اونٹ اور بعض اسباب فروخت کر ڈالا تھا جسکی کل قیمت چار سو اسی درہم ملی تھی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا دو تلث خوشبو وغیرہ میں صرف کرو۔ اور ایک تلث متاع میں[5] (یعنی سامان شادی یا خورد و نوش اور دیگر ضروریات خانہ داری وغیرہ میں)

مولنا سعید صاحب انصاری، سیرت الصحابیات کے (صفحہ ۹۴) پر حضرت فاطمہؓ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ "ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی آپ نے فرمایا جو خدا کا حکم ہوگا پھر حضرت عمرؓ نے جرأت کی اُن کو بھی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا بلکہ یہی الفاظ فرمائے" اس کے بعد مولنا موصوف لکھتے ہیں کہ بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہؓ کے حال میں روایت کی ہیں لیکن اسکو نظرانداز کر دیا ہے۔"

---

[1] اصابہ صفحہ ۲۵، [2] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰، [3] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [4] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰

[4] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [5] طبقات صفحہ ۱۱،

سمجھ مین نہین آتا کہ صاحب موصوف ابن سعد سے بالخصوص اس روایت مین کیون اسقدر بدظن ہین اور صرف حافظ ابن حجر کی نظر انداز کر دینے پر اس روایت کو غیر صحیح ماننے کی کیا وجہ ہے مولنا نے محض اپنی ذاتی رائے سے کام لیا ہے۔

کسی قسم کا محاکمہ نہین کیا اور نہ کوئی دلیل پیش کی، میرے نزدیک اس روایت کی صحت مین کوئی کلام نہین حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیغام دینے سے نہ اخلاق پر کوئی بُرا اثر پڑتا ہے اور نہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم یا آپ کی صاحبزادی کی اہین کسرشان ہے متعدد اصحاب کا پیغام دینا کوئی تعجب کی بات نہین، پھر آنحضرت صلعم سے شرف انتساب حاصل کرنے کی کسکو آرزو نہ ہوگی۔ چہ جائیکہ حضرت ابو بکرؓ جیسے یار غار اور حضرت عمرؓ جیسے حامیانِ اسلام بہرحال صرف حافظ ابن حجر کا اپنی کتاب مین نہ لکھنا اس روایت کی عدم صحت کے لیے کافی نہین ہے،

شادی کا حال حضرت علی کی زبان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی شادی کا حال اس طرح بیان فرماتے ہین "میرے پاس ایک لونڈی تھی جسکو مین آزاد کر چکا تھا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت فاطمہؓ کا کسی نے پیغام دیا؟ مین نے کہا معلوم نہین پھر اُس نے کہا کہ آپ پیغام دیجیے۔ آپ کو کونسا امر مانع ہے، مین نے کہا مین کس بنا پر جرأت کرون میرے پاس کوئی چیز نہین جس سے مین عقد کرون اُسنے مکرر پھر کہا کہ نہین آپ آنحضرت صلعم کی خدمت مین جائیے۔ چنانچہ مین اُسکے اصرار سے حضور صلعم کی بارگاہ مین گیا لیکن آنحضرت صلعم کی جلالت وہیبت کا مجھ پر اسقدر اثر ہوا کہ مجھے کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور مین خاموش بیٹھا رہا مجھ مین بالکل طاقت نہ تھی کہ مین کچھ گفتگو کرتا لیکن حضور ہی نے توجہ فرما کر دریافت فرمایا کہ کیا فاطمہ کے پیغام کے لیے آئے ہو مین نے عرض کیا جی ہان حضورؐ نے فرمایا تمھارے پاس کوئی چیز مہر ادا کرنے کے لیے بھی ہے مین نے عرض کیا نہین آپ نے فرمایا وہ حطمی زرہ کہان ہے جو مین نے تمکو دی تھی۔ وہی مہر مین دیدو۔ اُس زرہ کی قیمت چار سو درہم سے زائد نہ تھی نکاح ہوا اور وہی زرہ بالعوض مہر دیدی گئی[۱]۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ کا پیغام دینے کی ترغیب دی چنانچہ آپ آنحضرت صلعم کے پاس گئے آنحضرت صلعم نے فرمایا

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱)

تم کیا چاہتے ہو آپ نے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ رض سے عقد کی خواہش ہے آنحضرت صلعم نے
"اهلاً و مرحبا" فرمایا ان دو کلمون سے زیادہ آپ نے کچھ ارشاد نہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ واپس آئے انصار کی جماعت جو باہر منتظر تھی مستفسر ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے کیا فرمایا
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے اہلا و مرحبا کے سوا اور کچھ
نہ فرمایا اُن لوگون نے کہا رسول اللہ صلعم کا اہلا و مرحبا ہی فرمانا کافی ہے،

جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شادی کے لیے ولیمہ بھی ضروری
ہے۔ حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک بھیڑ ہے اس سے ولیمہ کر دیا جائے اور اسی طرح
انصار کے ایک قبیلہ نے بھی اپنی حسب استطاعت ولیمہ کا انتظام کیا[۱]۔ چنانچہ ولیمہ کا کھانا بھی
دیا گیا،

رخصتی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک چھوٹا سا مکان رسول اللہ صلعم کے مکان سے کیقدر
فاصلہ پر کرایہ پر لے لیا تھا آپ نے اپنی لونڈی ام ایمن کے ہمراہ حضرت فاطمہ رض کو حضرت علی
کے گھر رخصت کر دیا۔ رخصتی کے وقت آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم مجھ سے مل لینا پھر آنحضرت
صلعم حضرت علی رض کے گھر تشریف لے گئے پانی طلب کیا اس سے وضو کر کے حضرت علی پر وہ
پانی ڈالدیا اور یہ دعا پڑھی[۱]۔

اللهم بارك فيهما و بارك عليهما و بارك لهما في نسلهما،

دوسری روایت مین یہ ہے کہ جب رسول اللہ کی معزز بیٹی رخصت ہو کر سسرال
جانے لگین تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض سے فرمایا کہ میرے منتظر رہنا، حضرت علی رض اور
حضرت فاطمہ رض دونون گھر کے ایک گوشہ مین بیٹھ گئے پھر رسول اللہ صلعم تشریف لائے آپ نے
دروازہ کھلوایا۔ ام ایمن دروازہ کھولنے آئین۔ تو یہ گفتگو ہوئی۔

آنحضرت صلعم۔ کیا میرا بھائی اس مکان مین ہے۔

ام ایمن۔ آپ کے بھائی کیسے ہوئے، حالانکہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے
کیا ہے،

آنحضرت صلعم۔ ہان وہ ایسا ہی ہے (پھر آپ نے دریافت فرمایا) کیا اس جگہ اسما بنت عمیس
بھی ہین اور کیا تم بنت رسول اللہ کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہو۔

[۱] طبقات صفحہ ۱۳ [۲] ایضاً۔ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۱ و اصابہ صفحہ ۷۲۷،

UNIVER

ام ایمن - جی ہاں اسمار بنت عمیس بھی ہیں - اور میں بنت رسول اللہ کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہوں -

آپ نے ام ایمن کو دعائے خیر سے سرفراز فرمایا پھر اندر تشریف لیجا کر پانی طلب کیا پیالہ یا کسی اور برتن میں پانی پیش کیا گیا، آپ نے اس کو جھوٹا کر کے (دوسری روایت کے موافق اس پانی سے ہاتھ کا دھویا جانا پایا جاتا ہے[1]) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر اُن کے دونوں شانوں اور بازوؤں اور سینہ پر وہ پانی چھڑک دیا پھر حضرت فاطمہ رض کو بلایا تو وہ شرم و حیا سے جھجکتی ہوئی آنحضرت صلعم کے پاس آئیں آپ نے اُن پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا اے فاطمہ میں نے تمھاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے[2]

مہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ میں مہر ادا کرتا میں اسی شش و پنج میں تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مہر کیا دو گے میں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وہ زرہ حطمی کہاں ہے جو میں نے تم کو فلاں دن (جنگ بدر کے بعد) دی تھی میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے فرمایا - بس وہی مہر میں دیدو چنانچہ میں نے وہی زرہ مہر میں حضرت فاطمہ رض کے نذر کر دی - عکرمہ کہتے ہیں اس زرہ کی قیمت صرف چار درہم تھی[3] بظاہر اس روایت میں چار درہم زرہ کی قیمت راوی کا سہو ہے - چار سو درہم ہوگی کیونکہ دیگر روایات میں صراحتاً چار سو اسی درہم قیمت بتلائی گئی ہے، پھر فاطمہ رض کا مہر بھی بالاتفاق چار سو درہم سے کم نہ تھا -

حضرت فاطمہ رض کے بارہ میں ارباب سیر کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اسوقت زر و مال کچھ نہ تھا صرف ایک زرہ تھی وہی مہر قرار دی گئی - بعض کہتے ہیں چار سو اسّی درہم کا مہر قرار پایا جسکا ثلث حصہ رسول صلعم نے خوشبو میں صرف کرنے کا حکم دیا - بعض اصحاب کا گمان ہے کہ حضرت علی رض نے رسول اللہ صلعم کے حکم سے رخصتی سے قبل وہی زرہ بعوض مہر حضرت فاطمہ رض کے روبرو پیش کی[4]

سامان جہیز شہنشاہ عالم نے اپنی صاحبزادی سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رض کو بروایت عکرمہ مندرجہ ذیل جہیز دیا -

نقشی تخت، چمڑے کا تکیہ (جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی)

---

[1] طبقات صفحہ ۱۵ [2] ایضاً، [3] ایضاً صفحہ ۱۲ [4] استیعاب صفحہ ۷۷۱

پیالہ	مشکیزہ
یک	یک

بروایت دیگر ارباب سیر

کپڑا	تکیہ (جسمین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی)	چکیان	مشکیزہ	گھڑے[1]
یک	۲ عدد	۲ عدد	یک	۲ عدد

اولاد حضرت فاطمہ رض کے دو لڑکے حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہما السلام، اور دو لڑکیان ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئین[2] جو اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ اسلام مین بہت مشہور ہین۔

آنحضرت صلعم کو ان سب سے بہت محبت تھی۔ آنحضرت صلعم کی صاحبزادیون مین یہ شرف صرف حضرت فاطمہ رض کو ہی حاصل ہوا کہ ان سے آپ کی نسل باقی رہی[3]۔

دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محسن، اور رقیہ بھی آپ کی یادگار تھے[4] جو بچپن ہی مین انتقال کر گئے۔

فضائل ومناقب حضرت فاطمہ رض کے فضائل ومناقب بہت ہین آنحضرت صلعم کے اہلبیت مین اگرچہ بہت سے بزرگ داخل ہین لیکن ان سب مین فرد کامل سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رض کا وجود گرامی ہے۔ آیت تطہیر "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" (سورۃ الاحزاب ع ۴) کا نازل ہونا حضرت فاطمہ رض کے فضائل ومناقب پر خاص طور سے دال ہے،

عبدالرحمن بن ابی نعیم بروایت ابی سعید الخیری لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، سیدۃ النساء اہل الجنۃ (یعنی فاطمہ رض) جنت کی عورتون کی سردار ہین۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

سیدۃ نساء اھل الجنۃ مریم ثم فاطمۃ بنت محمد ثم خدیجۃ ثم آسیۃ امرأۃ فرعون،	جنت کی عورتون کی سردار مریم پھر فاطمہ بنت محمد، پھر خدیجہ، پھر آسیہ (فرعون کی بیوی) ہین[6]،

ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے پھر لوگون سے فرمایا کہ تم لوگ

---

[1] طبقات صفحہ ۱۲، ۱۲ [2] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [3] اسد الغابہ صفحہ ۲۲۰ [4] زرقانی صفحہ ۲۳۳ [5] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [6] ایضاً

جانتے ہو کہ یہ کیا ہے سب نے عرض کیا اللہ اور اُسکا رسول زیادہ واقف ہے آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد، خدیجہ بنت خویلد، مریم بنت عمران آسیہ بنت مزاحم (بیوی فرعون) ان لوگون کو جنت کی عورتون پر سب سے زیادہ فضیلت ہے[۱]

خدا تعالیٰ نے طبقہ نسوان مین حضرت فاطمہؓ کی ذات مبارک کے ساتھ جو مناقب مخصوص کردیے تھے اونکی نظیر نہین ملتی۔ چنانچہ یہ حدیث حضرت فاطمہ رض کے فضائل پر بہترین شاہد ہے

کفاک من نساء العالمین مریم بنت	تمھاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتون مین
عمران وخدیجة بنت خویلد و	مریم، خدیجہ، فاطمہ، آسیہ، کافی ہین۔
فاطمة بنت محمد و آسیہ امرأة فرعون[۲]	

صداقت و راست گوئی مین بھی حضرت فاطمہ رض کا کوئی جواب نہ تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہین[۳]۔

ما رأیت احدًا کان اصدق لهجة	مین نے فاطمہ سے بڑھکر راست گو کسیکو نہین دیکھا
من فاطمة الا ان یکون الذی	لیکن اُن کے والد آنحضرت صلعم البتہ مستثنیٰ
ولدها صلعم،	ہین،

حضرت رسول اللہ صلعم جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رض کے گھر تشریف لاتے[۴]،

حضرت فاطمہ رض کے ساتھ جسقدر محبت رسول اللہ صلعم کو تھی اُتنی اور کسی اولاد کے ساتھ نہ تھی۔ حالانکہ آپ کی بعض بہنین آپ سے زیادہ تیز فہم اور خوبصورت تھین لیکن آنحضرت صلعم کو حضرت فاطمہ رض بہت محبوب تھین[۵]۔

حضرت فاطمہ رض اگرچہ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین اولاد تھین لیکن آپ نے کوئی دنیاوی فائدہ نہین اُٹھایا[۶]۔

رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ رض سے فرمایا تمھاری رضامندی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور تمھارے غیظ وغضب سے وہ غضبناک ہوتا ہے[۷]۔

آنحضرت صلعم جب کسی سفر یا جنگ سے مراجعت فرماتے تو پہلے مسجد مین تشریف

[۱] استیعاب صفحہ ۷۷۲، [۲] ترمذی کتاب المناقب [۳] استیعاب صفحہ ۷۷۲ [۴] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۳
[۵] ایضاً صفحہ ۵۲۰ [۶] سنن ابوداؤد [۷] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲ و اصابہ،

لیجا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر حضرت فاطمہ رض کے گھر تشریف لیجاتے پھر دیگر ازواج مطہرات کے پاس[1]۔

ایک تابعی نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم سب سے زیادہ کسکو محبوب رکھتے ہین آپ نے جواب دیا عورتون مین فاطمہ کو اور مردون مین اُنکے شوہر علی کو[2]۔

حضرت فاطمہ رض اپنے تمام مشاغل حیات مین رسول اللہ صلعم کی تقلید کرتی تھین۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہین کہ مین نے نشست و برخاست، عادات و خصائل طرز گفتگو اور لب و لہجہ مین آنحضرت صلعم کے مشابہ فاطمہ رض سے زیادہ کسیکو نہین دیکھا۔ حضرت فاطمہ جب رسول اللہ صلعم کے پاس آتین تو آنحضرت صلعم کھڑے ہوجاتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا لیتے[3]۔ اور یہی طریقہ عمل حضرت فاطمہ رض کا تھا[4]۔

ام سلمہ کہتی ہین کہ رفتار و گفتار مین بہترین نمونہ رسول اللہ صلعم کا فاطمہ رض تھین حضرت فاطمہ کی صورت بھی آنحضرت صلعم سے بہت ملتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہین کہ میری آنکھون نے رسول اللہ صلعم کے بعد فاطمہ رض سے بہتر کسیکو نہین دیکھا[5]۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہین[6]۔

فاطمة بضعة منى فمن اغضبها فقد اغضبنى، — فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اسکو ناراض کریگا وہ مجھکو ناراض کرے گا۔

عام حالات لڑکی خواہ امیر کی ہو یا فقیر کی سن شعور تک تو وہ اپنے شفیق والدین کے گھر مین پرورش پاتی ہے اور فطرتاً اپنے والدین اور اُس گھر سے جہان اپنی عمر کا بہترین حصہ وہ گذار چکی ہے، محبت و ہمدردی ہوجاتی ہے لیکن اسکے بعد وہ وقت آتا ہے جب اُسکو ایک نئی دنیا نئی زندگی اور نئے لوگون سے واسطہ پڑتا ہے، یہ وہ وقت ہے جب والدین باتباع شریعت و قانون تمدن اپنی لڑکی کا ہاتھ دوسرے مرد کے ہاتھ مین دے دیتے ہین کون نہین جانتا کہ یہ وقت بہت نازک ہوتا ہے اور رخصتی کے وقت لڑکی کا گھر بجائے عشرتکدہ کے ماتمکدہ بنجاتا ہے۔ لڑکی تقاضائے دل سے مجبور ہوکر گردن جھکا کر زار و قطار رو رہی ہے چنانچہ

---

[1] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [2] ایضاً صفحہ ۷۷۲، [3] ابوداؤد بروایت حضرت عائشہ رض [4] استیعاب صفحہ ۷۷۲، [5] اصابہ صفحہ ۷۲۶، [6] صحیح بخاری صفحہ ۵۳۲،

حضرت فاطمہ رض سیدۃ النساء کا جب عقد ہوا تو آپ بھی بخیال مفارقت رو رہی تھین اسی عرصہ میں سرور کائنات نبی صلعم مکان کے اندر تشریف لائے حضرت فاطمہ رض کو اس عالم مین (روتا ہوا) دیکھ کر فرمایا اے بیٹی فاطمہ رض یہ رونا کیسا؟ مین نے تمھاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو علم و حلم مین سب سے افضل اور اسلام لانے مین سب سے اول ہے[1]،

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ کی کچھ طبیعت ناساز ہو گئی آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے آپ نے فرمایا بیٹی تم کیسی ہو حضرت فاطمہ رض نے عرض کیا کہ مجھے تکلیف ہے لیکن اس تکلیف مین مزید اضافہ یہ ہے کہ میرے گھر مین کھانے کی کوئی چیز نہین ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا بیٹی کیا تم کو یہ پسند نہین ہے کہ تم عورات عالم کی سردار بنو، انھون نے عرض کیا مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے آپ نے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتون کی سردار ہین اور تم اپنے زمانہ کی اور خدا کی قسم مین نے تمھاری شادی دنیا اور دین کے سردار سے کی ہے[2]،

آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوایوب انصاری کے مکان مین فروکش ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ رض کا عقد ہوا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم کوئی مکان کرایہ پر لے لو حضرت علی رض نے ایک مکان آنحضرت صلعم کے مکان سے کسیقدر فاصلہ پر لے لیا اسی مکان مین رخصت کرا کے لے گئے۔ رخصتی کے بعد آنحضرت صلعم حضرت فاطمہ رض کے پاس تشریف لے گئے اثنائے گفتگو مین آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تم کو اپنے قریب بلا لون حضرت فاطمہ رض نے عرض کیا کہ آپ حارث بن نعمان سے فرمائیے وہ کوئی اپنا مکان دیدینگے، آنحضرت صلعم نے فرمایا بیٹی حارث بن نعمان سے یہ بات کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ جب حارث کو یہ خبر پہونچی تو آنحضرت صلعم کی بارگاہ اقدس مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو اپنے قریب کے مکان مین منتقل کرانا چاہتے ہین میرے تمام مکانات موجود ہین حضرت فاطمہ کو بلا لیجیے۔ میرا جان و مال اللہ اور اسکے رسول پر قربان ہے۔ اور بخدا جو چیز آپ مجھ سے لے لینگے مجھے اسکا آپکے پاس رہنا میرے پاس رہنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا تم کو برکت دے اور اپنی رحمت تم پر نازل کرے۔ پھر حضرت فاطمہ کو حارث بن نعمان کے مکان مین منتقل کرا لیا[3]۔

[1] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰، [2] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [3] طبقات صفحہ ۱۴ و اصابہ ۳۷۲

حضرت فاطمہ رض نہایت متقی پرہیزگار دیندار خاتون تھین آپ کی زندگی کا تمام تر حصہ زہد و قناعت مین گذرا صبر و تحمل زہد و ورع اور شرم و حیا رکی آپ بہترین مثال ہین دنیا کی تکالیف و مصائب کا آپ کو ذرا بھی خیال نہ ہوتا تھا آپ کی زندگی جس عسرت و تنگدستی مین بسر ہوئی اوسکا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے گھر کا تمام کام خود کرتی تھین ۔ روزانہ کی محنت و جانفشانی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھون مین چھالے پڑجاتے تھے ۔ مشک بھر بھر کر لانے سے کمر و سینہ مین نشان پڑگئے تھے ۔ گھر مین جھاڑو دینے اور چولھا پھونکنے سے کپڑے میلے ہوجاتے تھے ۔

یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحات کی کثرت تھی مدینہ مین مال و زر کے خزانے لٹ رہے تھے لیکن کوئی سوال کرے کہ سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رض کا اسمین کوئی حصہ تھا یا نہین تو اسکا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہین ہوسکتا باایںہمہ جب آنحضرت صلعم سے یہ حال عرض کرکے لونڈی کی استدعا کرتین تو آنحضرت صلعم دوسرے طریقہ سے تسکین و تشفی کردیتے کبھی کوئی وظیفہ بتادیتے اور کبھی دنیا کی بے ثباتی کا حال بیان فرمادیتے کبھی صاف انکار کرکے فرماتے کہ یہ فقراء و یتامیٰ کا حق ہے ۔ ائمہ حدیث فرماتے ہین کہ چکی پیسنے کے نشان حضرت فاطمہ رض کے ہاتھون مین پڑگئے تھے ۔ اور چولھا پھونکنے سے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا تھا ۔ لیکن اتنی قدرت نہ تھی کہ کوئی کنیز رکھ سکین ۔ ایک دن حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض سے کہا اب تو پانی بھرتے بھرتے سینہ درد کرنے لگا آجکل دربار نبوت مین بہت سے قیدی آئے ہوئے ہین تم جاؤ اور ایک خادم آنحضرت صلعم سے مانگو ۔ حضرت فاطمہ رض نے کہا مین کس سے کہون میرا خود یہی حال ہے کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھون مین گھٹے پڑگئے پھر آپ اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین گئین آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کیا حال ہے کیسے آئین ۔ کیا کوئی کام ہے آپ نے عرض کیا کوئی کام نہین صرف سلام کے لیے حاضر ہوئی ۔ آپ (حضرت فاطمہ) مراسم آداب و سلام بجالاکر اپنے گھر واپس آگئین جن باتون کی اظہار کی ضرورت تھی اور جس گذارش کے لیے گئی تھین ۔ شرم کے مارے اُسکا اظہار نہ کیا جب گھر آئین تو حضرت علی رض نے کہا تم جس کام کے لیے گئی تھین کیا کرکے آئین آپ نے جواب دیا مین سلام کرکے چلی آئی میری شرم و حیا نے اجازت نہ دی کہ مین کوئی سوال کرتی پھر دونون میان بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے حضرت

علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ پانی بھرتے بھرتے سینہ میں درد ہونے لگا ہے حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں مین گھٹے پڑ گئے ہین، اب تو یہ تکلیفین ناقابل برداشت ہین۔ حضور کی بارگاہ مین بہت سے قیدی آئے ہین اُن مین سے ایک ہم کو دیجیے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا مین تم دونون کو کوئی قیدی خدمت کے لیے نہین دے سکتا۔ کیا مین اہل صفہ کے حق کو تلف کردون اور اُن کو بھول جاؤن جو فقر و فاقہ کی بدولت نان شبینہ کے محتاج ہین اور میرے پاس کوئی چیز نہین ہے کہ مین اُن لوگون کے لیے صرف کرون اور امداد کرون سوا اسکے کہ اُن قیدیون کو فروخت کردون اور اُسکی قیمت سے اہل صفہ کی ضروریات پوری کرون جب یہ دونون ایک منصفانہ اور اصولی جواب سُنکر گھر واپس آئے تو آنحضرت صلعم حضرت علی رضؓ کے گھر تشریف لائے اسوقت دونون اپنے اپنے بسترون پر آرام کے لیے لیٹ چکے تھے لیکن جب آنحضرت صلعم کو تشریف لاتے دیکھا تو تعظیماً و تکریماً استقبال کے لیے اُٹھے آنحضرت صلعم نے ان دونون کو روکا اور فرمایا تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی تھی اور جسکے تم خواہشمند تھے اُس سے بہتر ایک چیز مین تم کو بتاتا ہون اُن دونون نے عرض کیا جی ہان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ و الحمد للہ، اور اللہ اکبر، پڑھا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ و الحمد للہ ۳۳-۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴- بار پڑھکر دم کر لیا یہی تمھارے لیے بہترین خادم ہین[1]۔

اسی روایت کے سلسلہ مین راوی نے حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ کی بےبضاعتی و بےمائگی کا اظہار اسطرح کیا ہے کہ جب وہ دونون بسترون مین آرام کرنے کے لیے لیٹے تو اوڑھنے کا چادرہ اسقدر چھوٹا تھا کہ جب دونون اپنے پیرون کو ڈھاکنا چاہتے تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھاکنا چاہتے تو پیر کھل جاتے تھے[2]۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جناب سیدۂ فاطمہ رضؓ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور کوئی بات منشا کے خلاف نہ کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی رسول اللہ صلعم اُن کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ فاطمہ رضؓ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اُدھر حضرت فاطمہ رضؓ کو بھی بار بار نصیحت کرتے رہتے تھے کہ عورت کا بڑا فرض شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ الغرض آپ ہمیشہ دونون کے تعلقات مین خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہتے تھے۔ لیکن زن و شو کے تعلقات معاشرت ایسے اہم ہین کہ

[1] طبقات صفحہ ۱۶ و اصابہ صفحہ ۲۹، ۳۰، [2] طبقات صفحہ ۱۶،

کبھی نہ کبھی ایسے اتفاقات پیش آہی جاتے ہین جن سے رنج و ملال کا اظہار ہو ہی جاتا ہے لیکن نظر غائر سے دیکھا جائے تو اسمین بھی محبت پنہان ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت علی رضؓ کے طرف سے کچھ ایسا برتاؤ ہوا جو حضرت فاطمہ رضؓ کو ناگوار ہوا آپ کبیدہ خاطر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین گئین آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علی رضؓ بھی گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہوگئے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت فاطمہ رضؓ کی گفتگو سن سکین۔ اوس حضرت علی رضؓ کے غصہ کی شکایت کی، آپ نے فرمایا اے بیٹی جو کچھ مین کہون اوس کو غور و فکر سے سنو اور عمل کرو وہ کون سے مرد عورت ہین جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش واقع نہ ہو اور یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشا کے مطابق ہی کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے[1]

حضرت علی رضؓ پر اس مصلحانہ جواب کا اسقدر اثر ہوا کہ پھر انھون نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے حضرت فاطمہ رضؓ رنجیدہ خاطر ہوتین۔

حضرت علی رضؓ خود فرماتے ہین کہ مین جو تشدد حضرت فاطمہ پر کیا کرتا تھا اس سے دست بردار ہوگیا اور مین نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم آیندہ مین اب کبھی ایسا طرز عمل اختیار نہ کرونگا جس سے تم کو تکلیف پہنچے یا تمھاری دلشکنی ہو[2]

حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ کے درمیان جب کبھی خانگی معاملات مین کوئی رنجش ہوجاتی تو اسیطرح آنحضرت صلعم صلح کرادیتے اور آپ کو ان دونون کی مصالحت سے غیر معمولی مسرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پھر پیش آیا آپ حضرت علی رضؓ کے یہان تشریف لے گئے اسوقت آپ کے چہرۂ مبارک پر کچھ آثار رنج و ملال کے نمایان تھے آپ نے ان دونون مین صلح کرادی جب باہر تشریف لائے تو چہرۂ مبارک بشاش تھا لوگون نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے جب آپ گھر مین تشریف لے گئے تو چہرۂ مبارک متغیر تھا اور اب بشاش ہے۔ فرمایا مین نے ایسے دو شخصون مین مصالحت کرادی جو مجھے بہت محبوب ہین[3]

چونکہ آنحضرت صلعم دنیاوی زینت و آرائش کو بہت ناپسند فرماتے تھے، اس لیے وہ ایسی چیزین اولاد کو نہ خود دیتے تھے اور نہ دوسرون کا دینا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کو ایک سونے کا ہار دیا جب آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا فاطمہ

[1] طبقات صفحہ ۱۶، [2] طبقات صفحہ ۱۹ دراصابہ ۳۰،۷، [3] ایضاً۔

کیا تم لوگون سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ نے اسکو فروخت کرکے اوس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے حضرت سیدہ فاطمہ نے بطور خیر مقدم گھر کے دروازون پر پردے لگائے۔ اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو چاندی کے دو کنگن پہنائے جب آنحضرت صلعم حسب معمول حضرت فاطمہ رض کے گھر تشریف لائے تو اس ساز و بسامان و آرائش کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت فاطمہ رض واپسی کا سبب سمجھ گئین فوراً پردون کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادون کے ہاتھون سے کنگن اُتار لیے، صاحبزادے روتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس گئے آپ نے فرمایا۔ اگرچہ یہ میرے اہل بیت ہین مگر مین نہین چاہتا کہ دنیا کے مزخرفات سے آلودہ ہون۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ طلائی ہار کے عوض فاطمہ کے لیے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگنون کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑ کنگن خرید لاؤ۔[1]

ابن ہشام بن مغیرہ برادر ابی جہل نے حضرت علی رض سے کہا تم غور ار بنت ابی جہل سے نکاح کرلو۔ حضرت علی رض کا ارادہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ کو سخت ناگوار گذرا۔ (اور صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے آنحضرت صلعم سے اس واقعہ کو بیان کیا) آنحضرت صلعم مسجد مین تشریف لائے اور ممبر پر یہ خطبہ پڑھا جسمین اپنی ناخوشی کا اظہار فرمایا،

ان بنی هشام بن المغیرة استأذنونی ان ینکحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا آذن ثم لا آذن۔ الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتهم فانما هی بضعة منی یریبنی ما رابها ویؤذینی ما آذاها۔	آل ہشام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لیے مجھ سے اجازت چاہتے ہین لیکن مین نہ دونگا کبھی اجازت نہ دونگا۔ البتہ ابن علی ابی طالب میری لڑکی کو طلاق دیکر اُسکی لڑکی سے عقد کرسکتے ہین۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اُسکو اذیت دی (گویا) اُسنے مجھے اذیت دی جس سے اُسکو دُکھ پہونچیگا اس سے مجھے بھی تکلیف ہوگی،

اور فرمایا"

وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ لا تجتمع بنت	اور مین حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہین کرنا چاہتا ہون لیکن خدا کی قسم رسول اللہ کی

[1] ابوداؤد و نسائی، [2] صحیح بخاری صفحہ ۵۰۸ ج ۲ - و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۱

رسول اللہ و بنت عدو اللہ[1] بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونون ایک جگہ جمع نہین ہو سکتین

اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کی زندگی تک کوئی دوسرا نکاح نہین کیا[2]

آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضؓ و حضرت فاطمہ رضؓ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام سے فرمایا کہ تم لوگون کی جس شخص سے لڑائی ہے اوس سے میری بھی لڑائی ہے اور جس سے تمھاری صلح ہے اوس سے میری بھی صلح[3] یعنے جن لوگون سے تم نارضامند ہو گے اس سے مین بھی ناراضامند رہونگا۔ اور جس سے تم خوش ہوگے اس سے مین بھی خوش ہونگا۔

حضرت علی رضؓ فرماتے ہین جسوقت میری شادی حضرت فاطمہ رضؓ سے ہوئی تو میرے اور فاطمہ کے لیے کوئی بستر تک نہ تھا۔ صرف ایک کھال تھی رات کو اسپر لیٹ رہتا اور دن مین اس سے مشکیزہ کا کام لیتا اور نہ کوئی خادم تھا[4]

ایک دفعہ حضرت علی رضؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ ہم دونون (فاطمہ، علی) مین کسکو زیادہ محبوب رکھتے ہین آپ نے فرمایا تم سے زیادہ فاطمہ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو[5]

آنحضرت صلعم کی سرگزشت مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رضؓ کی عمر انتیس سال کی تھی کہ وحادثہ جانگداز رسول اللہ صلعم کا سایہ عاطفت سر سے اُٹھ گیا چونکہ آنحضرت صلعم آپ کو بہت محبوب رکھتے تھے اس لیے وصال نبوی کے واقعہ سے جناب فاطمہ بہت مغموم ہوئین۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہین کہ وفات سے قبل آنحضرت صلعم کے پاس مین بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ آئین اُن کی رفتار آنحضرت صلعم کی رفتار سے بہت مشابہ تھی آنحضرت صلعم نے مرحبًا یا بنتی فرماکر اپنے داہین یا بائین جانب بٹھالیا۔ پھر آپ نے اُن کے کان مین کچھ فرمایا وہ رونے لگین پھر دوبارہ کان مین کچھ فرمایا تو ہنسنے لگین مجھے (عائشہ) بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ رہا گیا مین نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اس سے قبل مین نے ایک ہی وقت مین (خوشی وغمی) ہنسنے اور رونے کا اجتماع نہین دیکھا۔ جیسا کہ اس موقع پر دیکھا۔ فاطمہ رضؓ نے جواب دیا کہ مین ہرگز اپنے باپ کا راز فاش نہ کرونگی۔ جب رسول اللہ صلعم کا وصال ہوگیا تو مین نے فاطمہ رضؓ

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۷۸۷ جز ۲ و اسد الغابہ صفحہ ۲۲۸، [2] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [3] اصابہ صفحہ ۲۸، [4] طبقات صفحہ ۱۳، [5] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲،

سے پوچھا کہ اُس روز رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا۔ حضرت فاطمہ نے جواب دیا چونکہ آنحضرت صلعم اس عالم سے تشریف لے گئے اس لیے اب مین کہے دیتی ہون کہ پہلی مرتبہ تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام سال مین ایک مرتبہ قرآن شریف کا دور کرتے تھے اسکی خلاف معمول سال مین دوبار دور کیا اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور تم میرے اہل بیت مین سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اسپر مین رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس کو پسند نہین کرتین کہ تم دنیا کی تمام عورتون کی سردار ہو مین یہ سنکر ہنسنے لگی۔

وفات سے قبل جب آنحضرت صلعم پر غشی طاری ہوئی تھی تو حضرت فاطمہ رض فرماتی تھین واکرب اباہ ہائے میرے باپ کی بےچینی" آنحضرت صلعم نے فرمایا تمھارا باپ آج کے بعد پھر بےچین نہ ہوگا۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بنات مقدسات مین صرف حضرت فاطمہ رض کا وجود گرامی باقی رہگیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت صلعم کی رحلت کا سخت صدمہ ہوا۔

کتب سیر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے بہت رنجیدہ رہا کرتی تھین۔ چنانچہ بقیہ ایام حیات مین آپ کو کسی نے ہنستا ہوا نہین دیکھا[۱]

جب آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر صحابہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور آپ کو تسلی و تشفی دینے لگے تو آپ نے حضرت انس رض سے پوچھا کیا تم رسول اللہ کو دفن کر آئے اُنھون نے عرض کیا "جی ہان" آپ نے فرمایا تمھارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے منون خاک کے نیچے آنحضرت صلعم کو دبا دیا"[۲]

آپ آنحضرت صلعم کی قبر پر تشریف لے گئین وہان روئین اور ایک مشت خاک قبر شریف سے لیکر آنکھون سے لگائی۔ اور یہ دو شعر پڑھے،

ماذا علی من شمّ تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علیّ مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا[۳]

کیا چاہیے اوس شخص کو جو خاک مزار مبارک آنحضرت صلعم سونگھے لازم ہے اسپر پھر وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ مجھ پر جو مصیبتین پڑین اگر وہ دنون پر پڑتین تو وہ رات ہوجاتے،

۱؎ طبقات صفحہ ۱۷، و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲ و اصابہ صفحہ ۲۷ و ۲۸، ۲؎ در المنثور صفحہ ۳۵۹ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، ۳؎ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰، ۴؎ در المنثور صفحہ ۳۶۰،

یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہین جو حضرت فاطمہ رض نے وقت حاضری مزار مبارک پڑھے۔ لیکن جو شعر مرثیہ رسول اللہ کے متعلق آپ سے منسوب ہین، وہ یہ ہین:-

اغبر آفاق السماء وکورت — شمس النہار واظلم العصران
والارض من بعد النبی کئیبۃ — اسفا علیہ کثیرۃ الاحزان
فلیبکہ شرق البلاد وغربہا — ولتبکہ مضر وکل یمان
ولیبکہ الطود الاشم وجوہ — والبیت ذو الاستار والارکان
یا خاتم الرسل المبارک صنوہ — صلے علیک منزل القرآن[1]

غبار آلود ہوگیا آسمان، لپیٹ دیا گیا آفتاب اور تاریک ہوگیا زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین نہ صرف غمگین وملول ہے بلکہ فرط الم سے شق ہوگئی ہے۔ اُن (آنحضرت صلعم) پر مشرق ومغرب کے رہنے والے قبیلہ مضر کے لوگ اور تمام اہل یمن روتے ہین اور بڑے بڑے پہاڑ اور محلات پر گریہ طاری ہے، اے خاتم النبیین خدا آپ پر رحمت نازل کرے،

آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد میراثہ کا مسئلہ پیش ہوا حضرت فاطمہ رض نے حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ جو کچھ میراث ہو اسکو تقسیم کرو حضرت ابوبکر رض نے جواب دیا کہ مین رسول اللہ کے اعزہ کو اپنے اعزا سے زیادہ عزیز رکھتا ہون لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو مال چھوڑ جاتے ہین وہ سب کا سب صدقہ ہوتا ہے۔ اوسمین وراثت نہین جاری ہوتی۔ اس بنا پر مین کیونکر تقسیم کرسکتا ہون۔ اس پر حضرت فاطمہ رض کو بہت قلق ہوا[2]

صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رض کو اس گفتگو سے سخت صدمہ ہوا اور وہ حضرت ابوبکر رض سے اسقدر ناراض ہوئین کہ آخر وقت تک اُن سے بات چیت نہ کی[3]

لیکن طبقات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ بیمار ہوئین اور حضرت ابوبکر رض آپ کو دیکھنے آئے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت علی رض نے اپنی بیوی سیدہ فاطمہ سے کہا کہ ابوبکر رض آئے ہین اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہین حضرت فاطمہ رض نے جواب دیا کہ اس کو تو آپ ہی سمجھ سکتے ہین، چنانچہ وہ اندر آئے مزاج پرسی

[1] درالمنثور صفحہ ۳۶۰، [2] طبقات صفحہ ۱۸، [3] صحیح بخاری صفحہ ۵۲۶-۱- وصفحہ ۶۰۹، ۲۹،

کی جس سے آپ خوش ہوگئین[1]۔ اور کوئی غبار دل مین نہین باقی رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ناراض تھین لیکن بعد مین آپ کی یہ برہمی دور ہوگئی۔

وفات حضرت فاطمہ رضہ سیدۂ عالم کی اور تین بہنین جس طرح عین جوانی کی حالت مین گذر گئین اسی طرح حضرت فاطمہ رضہ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے آٹھ ماہ بعد اور بعض کے نزدیک ستر یوم کے بعد انتقال کیا[2]۔

بعض کے نزدیک دو مہینے اور بعض کے نزدیک چار مہینے کے بعد انتقال کیا لیکن صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد بعمر ۲۹ سال ۳۔ رمضان المبارک سنہ ۱۱ھ کو وفات پائی[3]۔ اور آنحضرت صلعم کی یہ پیشینگوئی کہ "میرے اہل بیت مین سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی" پوری ہوکر رہی۔

جناب فاطمہ رضہ کی ۲۹ سال کی عمر اسی وقت تسلیم کی جاسکتی ہے جبکہ سن ولادت پانچ سال قبل نبوت تسلیم کیا جائے۔ اگر سنہ ولادت ایک سال بعد نبوت مانا جائے تو یہ عمر نہین ہوسکتی۔ لیکن چونکہ ارباب سیر نے ۲۹۔ سال کی عمر تسلیم کی ہے اس لیے سن ولادت پانچ سال قبل نبوت قرار پاتا ہے،

واقدی لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رضہ کا انتقال ۳۔ رمضان سنہ ۱۱ھ ہوا۔ حضرت عباس رضہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت علی رضہ و حضرت فضل و حضرت عباس نے قبر مین اُتارا[5]۔

مرض الموت کے متعلق صفحات تاریخ بالکل سادہ ہین مگر معلوم یہی ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال کسی ایسے سخت مرض مین نہین ہوا، جس کی وجہ سے آپ کچھ عرصہ تک صاحب فراش رہتین،

ام سلمیٰ کہتی ہین کہ جسوقت حضرت فاطمہ رضہ کی وفات ہوئی اسوقت حضرت علی رضہ تشریف نہین رکھتے تھے، حضرت فاطمہ رضہ نے مجھے بلایا اور فرمایا پانی کا انتظام کردو مین غسل کرونگی۔ صاف اور عمدہ کپڑے نکالدو پہنونگی چنانچہ مین نے پانی کا انتظام کردیا اور کپڑے نکالدیے آپ نے اچھی طرح غسل کیا اور کپڑے پہنے پھر فرمایا میرا بستر کردو مین لیٹونگی مین نے بستر کردیا۔ وہ بستر پر قبلہ رو لیٹ گئین۔ اور مجھ سے فرمایا اب مفارقت کا وقت قریب ہے

[1] طبقات صفحہ ۱۷، [2] استیعاب صفحہ ۷۷۲، [3] ایضاً و طبقات ۱۸ [4] ایضاً صفحہ ۱۸ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴ [5] طبقات ۱۸ و اصابہ ۳۱۷ و استیعاب ۷۷۳

مین غسل کر چکی ہون اس لیے اب بکرر غسل کی ضرورت نہین ہے اور نہ اب میرا بدن کھولا جائے چنانچہ اسی کے بعد ہی انتقال ہوگیا۔ جب حضرت علی رض تشریف لائے تو مین نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اُنھون نے اسی غسل پر اکتفا کیا اور ان کو دفن کردیا[1]۔

یہی روایت اصابہ (صفحہ ۴۲۹) مین ام رافع سے مروی ہے،

جنازہ مین بہت کم لوگون کو شرکت کا موقع ملا، اسکی وجہ یہ تھی کہ رات کے وقت آپکا انتقال ہوا اور حضرت علی رض نے آپ کی وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کیا[2]۔ یہی روایت طبقات مین بھی متعدد جگہ آئی ہے،

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رض کے مزاج مین انتہا کی شرم وحیا رتھی جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہین ہے کہ عورت کا جنازہ کھُلا ہوا قبرستان تک جائے۔ اس مین بے پردگی ہوتی ہے۔ اور مرد وعورت کے جنازہ مین کوئی تفریق نہین رہتی سر دُبرا کرتے ہین کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا لیجاتے ہین۔ یہ مجھے بالکل پسند نہین ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے کہا یا بنت رسول اللہ مین نے حبش مین ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے۔ آپ اگر حکم دین تو وہ طریقہ پیش کرون یہ کہہ کھجور کی چند شاخین منگوائین اور اُنپر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت نکل آئی۔ حضرت فاطمہ رض کو یہ طریقہ پسند آیا اور بہت خوش ہوئین[3]۔

چنانچہ آپ کا جنازہ پردہ مین قبر تک گیا۔ اور اسلام مین یہ پہلی خاتون ہین جن کا جنازہ اس طریقہ سے اُٹھایا گیا۔ آپ کے بعد حضرت زینب بنت جحش کا بھی جنازہ اسی طرح قبر تک گیا[4]۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر گھر واپس تشریف لائے تو بہت مغموم ومحزون تھے اور شدت غم والم مین یہ شعر پڑھتے تھے[5]،

ارى علل الدنيا علي كثيرة	وصاحبها حتى الممات عليل
لكل اجتماع من خليلين فرقة	وكل الذي دون الفراق قليل
وان افتقادي فاطم بعد احمد	دليل على ان لا يدوم خليل

[1] طبقات صفحہ ۱۸، [2] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، [3] ایضاً و استیعاب صفحہ ۷۷۳، [4] استیعاب صفحہ ۲،
[5] در المنثور صفحہ ۳۶۰

مین دیکھتا ہون مجھ مین دنیا کی بیماریان بکثرت ہو گئی ہین اور اہل دنیا جب تک دنیا مین ہین بیمار ہین، ہر یکجائی کے بعد دوستون سے مفارقت ہونا ضروری ہے۔ اور وہ زمانہ جو فراق کے سوا ہوتا ہے تھوڑا ہوتا ہے۔ رسول صلعم کے بعد فاطمہ کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہین رہتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روزانہ حضرت فاطمہ رض کی قبر پر تشریف لیجاتے اور حضرت فاطمہ رض کو یاد کرکے روتے اور یہ شعر پڑھتے[1]۔

مالي مررت على القبور مسلما | قبر الحبيب فلم يرد جوابي
يا قبر مالك لا تجيب مناديا | امللت بعدي خلة الاحباب

(خدایا) میری حالت کیا ہے کہ مین قبرون پر سلام کرنے کے لیے آتا ہون لیکن حبیب کی قبر میرے سوال کا کوئی جواب ہی نہین دیتی۔ اے قبر تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کو کوئی جواب نہین دیتی۔ کیا تو احباب کی محبت سے رنجیدہ ہو گئی ہے۔

مدفن واقدی کہتے ہین کہ مین نے عبدالرحمن بن ابی الموالی سے کہا کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض کی قبر بقیع مین ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے، تو انھون نے جواب دیا کہ وہ مقام بقیع مین دفن نہین کی گئین بلکہ دار عقیل کے ایک گوشہ مین مدفون ہین اور انکی قبر اور راستہ کے درمیان تقریباً سات ہاتھ کا فاصلہ ہے[2]۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رض

نام اسماءؔ نام ہے، حضرت ابو بکر الصدیق رض کی صاحبزادی ہین اِن کی والدہ کا نام قتیلہ تھا (جو قریش کے ایک مشہور و معزز سردار عبد العزیٰ کی بیٹی تھین) عبد اللہ بن ابی بکر رض اِن کے حقیقی بھائی تھے[1] اور حضرت عائشہ رض اِن کی سوتیلی بہن تھین[2] جو اِن سے عمر مین چھوٹی تھین[3]

لقب ذات النطاقین اِن کا لقب تھا، جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو کفار مکہ نے بہت پریشان کیا اور ہر قسم کی ایذائین دینے لگے یہانتک کہ قتل کرنے پہ آمادہ ہوگئے تو آپ نے مکہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ کی طرف ہجرت کا قصد فرمایا حضرت ابو بکر رض بھی آپ کے ہم خیال تھے چنانچہ ایک رات رسول اللہ معہ جناب ابو بکر رض کے مکہ سے باہر جا کر تھوڑے فاصلہ پہ جبل ثور کے ایک غار مین مقیم ہوگئے (حضرت ابو بکر الصدیق رض کو اسی وجہ سے یار غار کہتے ہین) کفار مکہ نے ہرچند بہت جستجو کی اور اسی تلاش کے سلسلہ مین بارہا اُس غار کے مُنہ تک بھی پہونچگئے لیکن چونکہ خدا کو مشکوٰۃ نبوی کے نور سے دنیا کو روشن کرنا مقصود تھا اس لیے دشمنون کا گزر آپ تک نہ ہوسکا۔ ان رفقا مین سے جو اس وقت آنحضرت صلعم کی پوشیدہ امداد کرتے تھے، حضرت اسماء بھی تھین، چنانچہ یہ روزانہ رات کو آنحضرت صلعم کے پاس کھانا لیجاتین اور کھانا کھلا کر واپس آجاتی تھین۔

حضرت اسماء کے بھائی عبد اللہ (جو اب تک مسلمان نہین ہوئے تھے) دن بھر کافرون کے ارادون، اور مشورون، کا پتہ لگایا کرتے تھے اور رات کو غار مین پہونچکر تمام خبرین رسول اللہ کو دیا کرتے تھے۔ عامر (جو حضرت ابو بکر الصدیق رض کا چرواہا تھا) رات کو بکریان غار کے مُنہ پر لیجاتا تھا اور بقدر ضرورت دودھ دیکر چلا آتا تھا۔ اس طرح حضرت اسماء

[1] طبقات صفحہ ۱۸۲، [2] الدر المنثور صفحہ ۲۳، [3] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، [4] ایضاً،

اور اُن کے بھائی عبداللہ کے نقش قدم بھی بکریون کے کھرون سے مٹ جاتے تھے اور کفار کو غار کا سُراغ نہ لگ سکتا تھا۔

جب کفار کو اپنی سعی وجستجو مین کامیابی نہ ہوئی تو اُنھون نے سو اونٹ کا انعام اُس شخص کے لیے مقرر کیا جو آنحضرت صلعم کا سُراغ لگادے ۔اس کے تیسرے دن رات کو جب حضرت اسمارضہ کھانا لیکر گئین تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم علی رضہ سے جاکر کہدینا کہ کل رات کو تین اونٹ اور ایک شخص واقف راہ تلاش کرکے اسی غار پر پہنچین ۔چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بتعمیل ارشاد تین اونٹ اور ایک راہبر لیکر گئے اور حضرت اسمارضہ بھی دو تین روز کا ناشتہ تیار کرکے لے گئین ۔ناشتہ اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کی ضرورت ہوئی اسوقت جلدی مین کوئی رسّی کا ٹکڑا نہ ملا تو اُنھون نے اپنا نطاق[۱] کمر سے کھولکر دو ٹکڑے کیے ایک سے ناشتہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا مُنھ باندھا ۔اِس پر دربار نبوت سے آپ کو "ذات النطاقین" کا لقب ملا[۲] جو آج بھی باوجود تیرہ سو چالیس[۱۳۴۰] سال گذر جانے کے زندہ ہے اور حضرت اسمارضہ آجتک صفحات تاریخ مین اسی نام سے یاد کیجاتی ہین ۔

ولادت ہجرت سے ستائیس[۲۷] سال پہلے مکہ مین پیدا ہوئین ۔اُسوقت اُن کے والد بزرگوار ابوبکر الصدیق رضہ کی عمر بیس[۲۰] سال سے کچھ زائد تھی[۳]

نکاح حضرت زبیر بن العوام سے شادی ہوئی[۴] ۔جو آنحضرت صلعم کے پھوپھیری بھائی تھے

اسلام حضرت اسمارضہ بڑی جلیل القدر صحابیہ تھین ،مکہ مین اسلام لائین ۔اور آنحضرت صلعم سے شرف بیعت حاصل کیا ۔قبول اسلام مین اِن کا شمار سابقون الاولون مین سے ہے کیونکہ یہ سترہ[۱۷] آدمیون کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئین[۵]

ہجرت آنحضرت صلعم ،اور حضرت ابوبکر الصدیق رضہ جب مدینہ منورہ پہونچگئے اور اطمینان حاصل ہوا تو مستورات کے بلانے کی تجویز پیش ہوئی ۔چنانچہ آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کو مکہ بھیجا ،حضرت ابوبکر رضہ نے بھی اپنا ایک آدمی بھیجدیا حضرت ابوبکر رضہ

---

[۱] نطاق عرب مین اس رومال کو کہتے ہین جسے عورتین قمیص کے اوپر لپیٹ لیتی ہین ۔ [۲] طبقات صفحہ ۱۸۲ ،و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ ،و استیعاب صفحہ ۷۲۴ ،و درالمنثور صفحہ ۳۳ ،[۳] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ ،[۴] طبقات صفحہ ۱۸۲ ،و استیعاب صفحہ ۷۲۴ و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ ،و درالمنثور صفحہ ۳۳ ،

[۵] طبقات صفحہ ۱۸۲ ،[۶] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ ،

کے صاحبزادے عبداللہ اپنی ماں اور دونوں بہنوں (حضرت عائشہ رض و حضرت اسمارض) کو لیکر مکہ سے روانہ ہوئے[1] حضرت اسمارض جب مقام قبا رمین پہونچین تو عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی[2] حضرت اسمارض اپنے لخت جگر کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائین - آپ نے گود مین لیکر گھٹی پلائی - اور دعا سے سرفراز فرمایا[3] - یہ پہلی ولادت باسعادت ہے جو ہجرت کے بعد اسلام مین ہوئی

اولاد حضرت اسمارض کے بطن مبارک سے حضرت زبیر بن العوام کے پانچ صاحبزادے، عبداللہ عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، اور تین صاحبزادیان، خدیجہ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ، پیدا ہوئے[4] یہ سب انہی کی یادگارین ہین -

عام حالات حضرت اسمارض نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھین - محنت و مشقت مین آپ کو کوئی عار نہ تھا - چنانچہ حضرت اسمارض خود اپنے شوہر حضرت زبیررض کی بے بضاعتی، تنگدستی، اپنے اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی اور ذمہ داریون کی داستان اسطرح بیان کرتی ہین - جب میری شادی حضرت زبیررض بن العوام سے ہوئی اُسوقت اُن کے پاس نہ مال تھا نہ کوئی غلام بے حد تنگ دست، فقیر، مفلس تھے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا، اور مین ہی ان کی خبر رکھتی تھی - آنحضرت صلعم نے ایک قطعہ نخلستان کا حضرت زبیررض کو عطا فرمایا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا وہان سے روزانہ کھجور کی گٹھلیان جمع کرکے اپنے سر پر اُٹھا کر گھر تک لاتی تھی اور پھر خود ہی دلتی اور گھوڑے کو کھلاتی، پانی بھرتی، ڈول کھینچتی، اور گھر کا جو کچھ کام ہوتا وہ بھی مین ہی انجام دیتی - چونکہ مجھے روٹی پکانا اچھا نہین آتا تھا اسلیے مین صرف آٹا گوندھ کر رکھدیتی تھی، میرے گھر کے قریب انصار کی بیویان رہتی تھین (جو نہایت خلوص و محبت رکھنے والی اور دوسرون کا کام کرکے خوش ہونے والی عورتین تھین) وہ میری روٹیان پکا دیا کرتی تھین - روز مجھے انہی دشواریون کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ایک روز مین حسب معمول نخلستان سے کھجور کی گٹھلیان اپنے سر پر لا رہی تھی کہ راستہ مین آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، آپ کی ہمرکابی مین اور صحابۂ کرام تھے، آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تاکہ مین سوار ہو جاؤن لیکن میری شرم و حیا نے اجازت نہ دی - جب آپ کو خیال ہوا کہ شرم کی وجہ سے نہین بیٹھین تو آپ تشریف لے گئے - مین اپنے گھر آئی اور یہ قصہ اپنے شوہر زبیررض سے بیان

---

[1] طبقات صفحہ ۳۴، [2] اسدالغابہ صفحہ ۳۹۲، واستیعاب صفحہ ۷۲۴، [3] صحیح بخاری صفحہ ۵۵۵، ج ۱

[4] درالمنثور صفحہ ۳۳ و ۳۴، [5] طبقات صفحہ ۱۸۲،

کیا۔ تو اُنھون نے کہا خدا جانتا ہے تمھارا سر پر گٹھلیان لادنا میرے لیے اُن کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ سخت ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد میرے باپ ابو بکر رض نے میرے پاس ایک غلام بھیجدیا جسکی بدولت گھوڑے کی خدمت سے مجھکو نجات ملگئی۔ اور مصیبتون سے ایک حد تک چھٹکارا نصیب ہوگیا[۱]

جب حضرت ابو بکر الصدیق رض اسلام لائے اُسوقت اُن کے پاس تقریبًا ایک لاکھ درہم تھے لیکن چونکہ وہ تمام دولت مذہب و ملت کی خاطر آنحضرت صلعم کی امداد مین صرف کر چکے تھے، اس لیے ہجرت کے وقت اُن کے پاس صرف ڈیڑھ ہزار درہم رہ گئے تھے اور یہی رقم لیکر آپ مکہ سے ہجرت کرکے چلے گئے۔ اور بال بچون کو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دیا حضرت اسما رض جب اپنے والد کو رخصت کرکے گھر آئین تو صبح کو ابو قحافہ (حضرت ابو بکر رض کے والد جو ابھی تک مسلمان نہین ہوے تھے، اور بہت ضعیف ہوگئے تھے آنکھ کی بصارت بھی رخصت ہوچکی تھی) اُن کے گھر آئے اور بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگے نہایت انسوس ہے کہ ابو بکر خود بھی چلے گئے اور تمام مال بھی اپنے ساتھ لے گئے" حضرت اسما رض نے فورًا اُنکے قلب کو تسکین دینے کے لیے، ایک تھیلی مین کچھ کنکر پتھر بھر کر اُسی طاق مین رکھدیا جس مین حضرت ابو بکر رض کے درہم رکھے رہتے تھے۔ اور اُن سے کہا دادا میان آبا نے تو ہم لوگون کے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے۔ اور اُن کا ہاتھ اُس طاق مین لیجا کر رکھدیا، ابو قحافہ نے ٹٹولا تو سمجھے حقیقت مین مال موجود ہے اور ان کے دل کو اطمینان ہوگیا۔

حضرت اسما رض فرماتی ہین کہ مین نے صرف اُن کی تسلّی کے لیے ایسا کیا تھا ورنہ حقیقتًا گھر مین ایک حبّہ بھی نہ تھا[۲]۔

جب کبھی حضرت اسما رض کو دردِ سر کا دورہ ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر کہتین خدایا اگرچہ مین بہت گناہگار ہون لیکن تیری شان غفاری بہت بڑی ہے[۳]۔

ایک دفعہ اُن کی گردن ورم کر آئی۔ آنحضرت صلعم نے دست مبارک سے سہلا دیا اور فرمایا خدا تمھاری اِس تکلیف کو دور کرے[۴]۔

حضرت اسما رض کم مایگی اور تنگدستی کی وجہ سے امور خانہ داری مین بہت احتیاط سے کام لیتی تھین اور ہر چیز کو بقدر ضرورت ناپ تول کر خرچ کرتی تھین۔ آنحضرت صلعم نے اُن کو

[۱] طبقات صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳، و صحیح بخاری صفحہ ۷۸۶ ج ۲ [۲] مسند ابن حنبل صفحہ ۳۵۰ ج ۶ [۳] طبقات صفحہ ۱۸۳ و اصابہ صفحہ ۸ ج ۸، [۴] طبقات صفحہ ۱۸۱ [۵] ایضًا و مسند صفحہ ۳۵۲ ج ۶،

منع فرمایا کہ ناپ تول کر نہ خرچ کیا کرو ورنہ خدا تعالیٰ بھی اتنا ہی دیگا چنانچہ اُنھون نے یہ عادت چھوڑ دی۔[1]

چونکہ حضرت اسماء رضؓ ایک راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھین اس لیے مشرکین کی سخت دشمن تھین۔ ایک مرتبہ اُن کی والدہ کچھ تحفے تحائف لیکر دیکھنے کو آئین۔ چونکہ وہ اسوقت مشرکہ تھین اسلیے اُنھون نے اُن کے تحفے قبول نہین کیے اور نہ اپنے گھر مین ٹھہرایا حضرت عائشہ رضؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت صلعم سے دریافت کریجیے کہ مین اس موقع پر کیا کرون اور آپ کا اس بارے مین کیا حکم ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحفے قبول کرلو اور اُن کو اپنے گھر مین مہمان رکھو خدا تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے جیسا کہ کلام اللہ کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم أن تبرّوھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۝ انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولّوھم ومن یتولّھم فاولئک ھم الظلمون[2] ع	جو لوگ تم سے دین کے بارے مین نہین لڑے۔ اور اُنھون نے تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا اُنکے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خدا تو الی تم کو نہین روکتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ منصفانہ برتاؤ کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو اُن ہی لوگون سے دوستی کرنیکو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے مین لڑے اور جنھون نے تمکو تمھارے گھرون سے نکالا۔ اور تمھارے نکالنے مین (تمھارے مخالفونکی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگون سے دوستی رکھیگا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہی لوگ (مسلمانونپر) ظلم کرتے ہین

اس کے بعد اُنھون نے تحفے قبول کیے اور والدہ کو اپنے مکان مین قیام کرنے کی اجازت دی۔[3]

باوجودیکہ حضرت اسماء رضؓ بعد کو جاہ ثروت اور دولت سے مالامال ہوگئی تھین لیکن اُنھون نے اسلام کی سادگی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتین خشک روٹی سے شکم پُری کرتین۔ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتین تھین۔ اُن کی سادگی کے ثبوت مین ذیل کا

[1] طبقات صفحہ ۱۸۳، [2] ایضاً، و مسند صفحہ ۳۵۲، ج ۶، [3] سورہ ممتحنہ پارہ ۲۸ قد سمع اللہ

[4] طبقات صفحہ ۱۸۴،

واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے،

اُن کے بیٹے منذر جب عراق کی لڑائی فتح کرکے واپس آئے تو کچھ زنانے کپڑے خوبصورت، باریک منقش بھی ساتھ لیتے آئے جب اپنی والدہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو وہ کپڑے پیش کیے (اُن کی والدہ کی بصارت پیرانہ سالی کی وجہ سے رخصت ہو چکی تھی) انہون نے ہاتھ سے ٹٹول کر اُنکی خوبیان معلوم کین بہت خفا ہوئین۔ اور لینے سے انکار کر دیا۔ منذر پھر موٹے کپڑے لائے تو اُس کو قبول کیا خوش ہوئین اور کہا بیٹے! مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو[1]

سخاوت فیاضی اور سخاوت، جو عرب کا اصلی جوہر ہے وہ اِن کے مزاج مین بہت زیادہ تھی۔ اپنے بچونکو ہمیشہ وعظ و نصیحت کیا کرتی تھین کہ اپنا مال دوسرون کے کام نکالنے اور اُن کی مدد کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لیے۔ اگر تم اپنا مال خدا کی مخلوق پر نہ خرچ کروگے اور بخل کروگے تو خدا بھی تم کو اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا۔ تم جو کچھ صدقہ کروگے یا خرچ کروگے در اصل وہی تمھارے لیے ایک اچھا ذخیرہ ہوگا اور وہ ایسا ذخیرہ ہے جو نہ کبھی کم ہونے والا ہے اور نہ جس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے[2]۔

حضرت اسمارض جب کبھی علیل ہوجاتین تو تمام غلامونکو آزاد کر دیتی تھین[3]،

حضرت عائشہ رض نے اپنی وفات کے وقت ایک قطعہ زمین کا ترکہ مین چھوڑا تھا وہ حضرت اسمارض کے حصہ مین آیا۔ اُنھون نے اُس کو ایک لاکھ درہم مین فروخت کرکے وہ رقم اعزہ و اقارب پر تقسیم کر دی[4]۔

چونکہ حضرت زبیر رض کے مزاج مین تشدد زیادہ تھا۔ اسلیے حضرت اسمار رض نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ مین اپنے شوہر کے بلا اجازت اُنکے مال سے کچھ فقرا و مساکین کو دے سکتی ہون،، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان دے سکتی ہو[5]۔

ایک مرتبہ اُن کی والدہ مدینہ منورہ آئین اور اُن سے کچھ روپیے مانگے اُنھون نے حسب عادت پھر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ کہ میری والدہ مشرک ہین اور وہ مجھ سے روپیے مانگتی ہین کیا مین ایسی حالت مین اُن کی امداد کر سکتی ہون اور اُنکے سوال کو

---

[1] طبقات صفحہ ۱۸۲، [2] ایضاً صفحہ ۱۸۳ [3] ایضاً، و خلاصہ تہذیب صفحہ ۴۸۸، [4] صحیح بخاری باب ہبۃ الواحد للجماعۃ، [5] مسند صفحہ ۳۵۳، ج ۶،

پورا کرسکتی ہوں" آپ نے فرمایا ہاں وہ تمھاری والدہ ہیں[1] یعنی اُن کی امداد کرسکتی ہو۔

ہمت، اور اخلاق حضرت اسماءرض مجسم پیکر اخلاق تھیں ان میں اخلاص و نیک نیتی کا مادہ فطرتاً ودیعت ہوا تھا۔ بنی نوع کی ہمدردی کی طرف بہت مائل تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے آپ نے نماز کو بہت طول دیا۔ حضرت اسماءرض گھبرا گئیں اور تھک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں تو اُنکے پاس دو عورتیں اور بھی کھڑی تھیں اُن میں ایک موٹی دوسری دُبلی اور کمزور تھی ان دونوں کا کھڑا رہنا باعث تسلی ہوا۔ اپنے خیال کو بدلا اور کہا مجھے اُن سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہیں۔ چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی بہت استقلال سے کام لیا لیکن ضبط نہ کرسکیں غش آگیا اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی[2]۔

فضل و کمال لوگ حضرت اسماءرض کے بہت معتقد تھے اور بڑی عقیدتمندی سے ملتے تھے اُن کے تقدس و عظمت کا عام شہرہ تھا۔ ہر شخص دعائے خیر کا طالب رہتا تھا لوگ مصیبت کے وقت خصوصیت سے دعا کراتے تھے کبھی کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی اور وہ دعا کرانے کے لیے آتی تو آپ اُس کے سینہ پر پانی چھڑک دیتیں اور کہتیں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے اسکو پانی سے ٹھنڈا کرو[3]۔

جب کبھی آپکے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت صلعم کے جُبہ کو (جسکو حضرت عائشہ رضہ نے وفات کے وقت حضرت اسماءرض کے سپرد کیا تھا) دھوکر اُس کا پانی پلادیتی تھیں[4]۔

حضرت اسماءرض نے کئی حج کیے پہلا حج آنحضرت صلعم کے ساتھ ہی کیا تھا[5]۔

آنحضرت صلعم سے تقریباً چھپن[6] حدیثیں بھی روایت کی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں جن لوگوں نے اُن سے روایت کی ہے انمیں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

عبداللہؓ، عروہ، فاطمہ بنت المنذر بن زبیر، ابن عباسؓ، ابن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان مسلم معری، وغیرہ۔

آپ بڑی ذی فہم، راسخ الاعتقاد، قلب کی مضبوط، نہایت بردبار، اور بہت صابر تھیں[7]۔

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۴۰۸ جز ۲، [2] مسند صفحہ ۳۴۹ جز ۳ [3] صحیح بخاری صفحہ ۸۴۲ جز ۱، [4] ایضاً صفحہ ۱۰ جز ۲ [5] مسند صفحہ ۳۴۴ جز ۶۔ [6] صحیح مسلم صفحہ ۴۷۹، جز ۱ [7] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۳،

طلاق — عام کتابوں میں حضرت اسماء رض کو حضرت زبیر رض کے طلاق دینے کا حال مجملاً لکھا ہے
وجہ طلاق کسی نے نہیں لکھی صرف ابن اثیر نے بتلایا ہے کہ طلاق کے دو سبب کہے جاتے ہیں ایک
تو یہ کہ حضرت اسماء رض بہت مسن تھیں اور کبرسنی کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی بھی رخصت ہو چکی
تھی[۱] اسلیے حضرت زبیر رض اُن کو اپنے پاس سے جدا کرنے کے لیے مجبور ہو گئے[۲]۔ دوسرے یہ

کہ دونوں کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی جسکی بنا پر طلاق وقوع میں آئی۔ ہمارے
نزدیک پہلی صورت اس لیے قابل تسلیم نہیں کہ اسوقت اسلام کے اخلاقی عناصر تعلیم اتنے کمزور
ہو گئے تھے کہ حضرت زبیر رض جیسے مقتدر رکنِ ملت صرف اس قصور پہ طلاق دیتے کہ وہ بوڑھی ہو گئی
تھیں۔ دوسرے واقعات کے ہوتے ہوئے قیاس بھی اس طرف رہبری کرنے سے قاصر ہے
دوسرا سبب البتہ عقل میں آتا ہے جسکا وقوع میں آنا بالکل ممکن ہے۔ کیونکہ حضرت زبیر رض
کے مزاج میں تیزی بہت تھی اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، وہ تشدد کے عادی تھے۔ باہمی
مخالفت سے کشیدگی کی نوبت آ گئی ہوگی۔ جو آخر میں باعث طلاق ہوئی۔ روایتاً و درایتاً
دونوں صورتوں میں بمقابلہ پہلے کے یہ سبب زیادہ سمجھ میں آتا ہے اس کے علاوہ ابن اثیر کے
اس بیان سے بھی ہماری خیال کی تائید ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت زبیر رض
حضرت اسماء رض پر خفا ہوئے۔ یہاں تک کہ زد و کوب کی نوبت پہونچی۔ حضرت اسماء رض نے اپنے
بیٹے عبداللہ رض سے امداد چاہی، حضرت زبیر رض نے اُن کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا اگر تم یہاں
آؤ گے تو تمھاری ماں کو طلاق ہے۔ عبداللہ رض نے کہا کہ آپ میری ماں کو نشانۂ قسم بناتے
ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آئے اور اپنی ماں حضرت اسماء رض کو اُن کے پنجہ سے چھوڑا لیا[۳]۔

بہر حال طلاق کے بعد حضرت اسماء رض اپنے صاحبزادے عبداللہ رض کے پاس چلی آئیں
اور وہیں رہنے لگیں[۴] عبداللہ رض جیسا فرمانبردار بیٹا ہونا بھی بہت مشکل ہے۔ وہ اپنی بوڑھی
ماں کی بہت اطاعت کرتے تھے اور اُن کی رضامندی کو اپنے تمام مقاصد کی کنجی سمجھتے تھے،

بہادری و اخلاقی جرأت — جس طرح سرزمین عرب کی یہ خصوصیت ہے کہ اُسکا بچہ بچہ فیاض
اور صبر و استقلال — دیتی ہوتا ہے اسی طرح جرأت و دلیری بھی اُن لوگوں کی مخصوص
جبلّت ہے۔ اس لیے حضرت اسماء رض جسطرح سخاوت میں شہرت رکھتی تھیں اسی طرح دلیری

(۱) درالمنثور صفحہ ۳۴، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، و استیعاب صفحہ ۷۴۲، (۲) درالمنثور صفحہ ۳۴، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲،
و فتح الباری صفحہ ۱۶۳، (۳) اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ (۴) ایضاً و درالمنثور صفحہ ۳۴،

شجاعت کے لیے بھی وہ مشہور تھیں سعید بن عاص کے زمانہ حکومت مین جب مدینہ کے اندر فتنہ و فساد برپا ہوا، شہر مین بہت بد امنی پھیل گئی اور چوریان ہونے لگین، تو حضرت اسماء ایک خنجر سرہانے رکھ کر سویا کرتی تھین۔ لوگون نے پوچھا کہ آپ ایسا کیون کرتی ہین کہا جب کوئی چور آئیگا اور مجھپر حملہ کریگا تو مین اُسکا پیٹ چاک کر دونگی[1]

حضرت عبداللہؓ جب سن شعور کو پہنچے اور ۶۶ھ مین عراق عرب کے خلیفہ ہوئے تو یہ وہ وقت تھا جب سلطنت بنو امیہ کا فرمانروا (یزید) اسلام مین فسق و فجور پھیلانے پر تلا ہوا تھا اور فتنہ و فساد ہر جگہ رونما ہو رہا تھا۔ صدہا لوگ اُس گم کردہ۔ راہ کی بیعت قبول کر رہے تھے لیکن آپ نے اُس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اور مکّہ کو اپنا ماوی و ملجا بنا کر وہین سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی چونکہ ہر متنفس آپ کی عظمت، شوکت، جلالت، حقگوئی اور سلاست روی کا معترف تھا اسلیے سب نے آپ کی دعوت خلافت پر لبیک کہی اور جوق در جوق حلقہ بگوش ارادت ہونے لگے۔

بعد مین جب عبدالملک بن مروان نے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی تو عبدالملک بن مروان کے وزیر حجاج نے آپ سے مقابلہ کا ارادہ کیا اور یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو مکّہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور رسد بند کر دی چھ مہینہ تک برابر لڑائی جاری رہی لیکن جب حضرت عبداللہؓ کے معین و مددگار محاصرہ کی تنگیون سے بھاگ نکلے اور تھوڑے آدمی رہ گئے تو آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا یا امی! وفاداروں کی بیوفائی اور باقیماندگان کی بے صبری سے مین پریشان ہون میرے سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون اگر آپ کی راے ہو تو اطاعت قبول کر لون کیونکہ اس صورت مین ممکن ہے کہ حجاج اور اُسکے ہمراہیون سے جو کچھ چاہین وہی ہو جائے (چونکہ حضرت اسماءؓ بہت دلیر راسخ الاعتقاد اور جان نثار اسلام و فدائے ملت تھین) آپ نے جواب دیا اے فرزند تم اپنی مصلحت خوب سمجھ سکتے ہو اگر تمھین حق و صداقت پر ہونے کا کامل یقین ہے تو تم کو ثابت قدم رہنا چاہیے اور استقلال سے کام لینا چاہیے۔ مردون کی طرح لڑو اور جان کے خوف سے کسی ذلت کو برداشت نہ کرو۔ عزت کے ساتھ تلوار کھانا ذلت و رسوائی کے عیش سے کہین زیادہ بہتر ہے اگر تم شہید ہو گئے تو مجھے خوشی ہوگی اور اگر تم دنیائے بے ثبات کے خواہشمند نکلے تو تم سے

[1] طبقات صفحہ ۱۸۴، و ذیل طبری صفحہ ۲۴۶۲

زیادہ بُرا کون شخص ہو سکتا ہے جو خود بھی بُرا بنتا ہے اور خلقِ خدا کو بھی ہلاکت و قعرِ مذلت میں ڈالتا ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم تنہا ہو اور بجز اطاعت کے کوئی چارہ نہیں تو یہ روش شریفوں کی نہیں۔ تم کب تک زندہ رہو گے ایک دن مرنا ضروری ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ نیک نام ہو کر مرو، تاکہ مجھے مسرت کا موقع ملے۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنی والدہ محترمہ کی یہ زرین نصیحت سنکر کہا مجھکو یہ خوف ہے کہ اہل شام مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب دینگے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا "بیٹا! جو کچھ تم نے اپنا خیال ظاہر کیا وہ بیشک درست ہے لیکن جب لوگ بکری کو ذبح کر ڈالیں تو پھر خواہ اُس کا پوست نکالیں خواہ قیمہ کریں بکری کو کوئی اذیت نہیں پہنچتی" اسکے بعد حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنی والدہ محترمہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا درحقیقت میرا بھی یہی خیال ہے میں حق کے آگے دنیا کو ہیچ سمجھتا ہوں اور یہ کام میں نے محض دین کے استحکام کے لیے کیا ہے اور اب میں آج ضرور لڑ کر شہادت حاصل کرونگا۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ کچھ افسوس کریں۔ اے مادرِ محترم آجتک آپ کے بیٹے نے کوئی فسق و فجور نہیں کیا اور احکام شریعت کے اجراء میں عمداً غلطی نہیں کی اور نہ عمّال کے ظلم و ستم سے خوش ہوا پھر آسمان کی طرف مُنھ اُٹھا کر کہا بارالٰہا تو خوب جانتا ہے جو کچھ میں نے اپنی ماں سے کہا ہے وہ محض اُن کی تسلّی و تشفی کے لیے کہا ہے۔ تاکہ وہ اس حال کو دیکھ کر متاسف نہوں۔

حضرت اسماء رضؓ نے فرمایا، اے فرزند! مجھے امید ہے کہ میرا صبر تیرے حق میں ایک عدیم النظیر صبر ہوگا، اگر تو میرے سامنے ہلاک ہوا تو میرے اجر کا باعث ہوگا، اور اگر تو غالب و فتحیاب ہوا تو میرے لیے وجہ مسرت و شکر گذاری، اب بسم اللہ آگے بڑھو اور مآل کار دیکھو۔" اسکے بعد حضرت عبداللہ رضؓ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دعائے خیر کی اِلتجا کی اور زرہ پہنکر ماں کو آخری صورت دکھانے آئے حضرت اسماء رضؓ (نابینا تھیں) جب رخصت کرنے کے لیے حضرت عبداللہ رضؓ کو گلے لگانے لگیں تو ہاتھ میں زرہ محسوس ہوئی، بولیں عبداللہ! جو لوگ شہادت کے مشتاق ہوتے ہیں وہ زرہ جوشن بالائے طاق رکھدیتے ہیں"، حضرت عبداللہ نے کہا میں نے آپکے اطمینان کے لیے پہنی ہے، فرمایا مجھے زرہ سے اطمینان نہ ہوگا دامن کمر سے باندھو اور حملہ کردو۔" حضرت عبداللہ رضؓ نے ایسا ہی کیا اور یہ رجزیہ شعر[1]

انی اذا اعرف یومی اصبر وانما یعرف یومه الحر

[1] اسد الغابہ صفحہ ۱۶۳، واستیعاب صفحہ ۳۶۶، [2] طبقات صفحہ ۱۸۵"

بڑھتے ہوئے دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور آخر کار شہید ہوئے[1]

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ رض کی نعش حجون پر لٹکا دی۔ تین دن گذرنے کے بعد حضرت اسمار رض اپنی کنیز کے ساتھ آئیں تو دیکھا کہ لاش اُلٹی لٹکی ہوئی ہے یہ دردناک نظارہ دیکھا اور نہایت صبر و استقلال سے کام لیکر فرمایا "کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار اسلام و فدائے ملت گھوڑے پر سے اُتر سکے"![2]

راست گوئی حضرت اسمار رض کا خاص شعار تھا، چنانچہ حجاج بن یوسف ایسے ظالم و جفاکار کے سامنے بھی آپ نے راست گوئی کو ترک نہیں کیا اور نہایت دندان شکن جواب دئیے جب حضرت عبداللہ رض کی شہادت کے بعد حجاج، حضرت اسمار رض کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارے لڑکے عبداللہ نے خدا کے گھر میں بیدینی، الحاد پھیلایا تھا اسلیے اللہ تعالیٰ نے اُس پر ایک شدید عذاب نازل کیا"، تو حضرت اسمار نے جواب دیا کہ "تو جھوٹا ہے، میرا لڑکا ملحد نہ تھا، بڑا صائم، شب بیدار، پرہیزگار، عبادت گذار، اور ماں باپ کا فرمانبردار لڑکا تھا، مگر میں نے آنحضرت صلعم سے ایک حدیث سُنی ہے کہ قبیلہ ثقیف سے دو آدمی پیدا ہونگے جن میں سے پہلا دوسرے سے بدتر ہوگا، سو ایک کذاب (مختار ثقفی) کو تو میں دیکھ چکی۔ اور دوسرا ظالم جس کو میں اب دیکھ رہی ہوں تو ہے"[3]

حجاج آپ کے اس تلخ جواب سے جلگیا اور پیچ و تاب کھاکر خاموش ہو رہا۔

ایک روایت سے یہ واقعہ بھی ثابت ہے کہ جب حجاج نے حضرت اسمار رض سے کہا کہ میں نے تمہارے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو آپ نے جواب دیا "تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی اور اپنی آخرت اور ہاں میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ تو میرے بیٹے کو طنزاً ابن ذات النطاقین کہتا تھا۔ بیشک میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد بزرگوار حضرت ابوبکر رض کا کھانا نطاق سے باندھا تھا۔ لیکن میں نے یہ حدیث بھی سُنی ہے کہ ثقیف (قبیلہ کا نام) سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ سو کذاب کو دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے" حجاج اِس حدیث کو سُنکر متاثر ہوا۔ اور منبر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔[4]

چند دنوں کے بعد عبداللہ بن مروان کے حکم سے وہ لاش حجون سے اُتار دی گئی حضرت

---

[1] ماخوذ از درالمنثور صفحہ ۳۲، [2] اسد الغابہ صفحہ ۱۶۲ و استیعاب صفحہ ۳۶۶، [3] طبقات صفحہ ۱۸۵، [4] صحیح مسلم صفحہ ۳۷۵ ج ۲

اسمارؓ نے منگوا کر غسل دلایا لاش کے جوڑ جوڑ الگ ہوگئے تھے غسل دینے کے وقت بڑی دقت ہوئی لیکن یہ عبرت ناک منظر بھی حضرت اسمارؓ نے دیکھا اور صابر و شاکر رہیں۔

حضرت اسماءؓ باوجود متواضع اور منکسر المزاج ہونے کے اپنی بہن عائشہؓ کی طرح بے انتہا خوددار تھیں۔ چنانچہ اوپر کے بیان سے واضح ہوگیا ہوگا کہ آپ کی خودداری حجاج کے کبر و نخوت کے مقابلہ میں تاریخ اسلام میں کیسی عجیب و غریب مثال خودداری کی ہے۔

وفات حضرت اسمارؓ خدائے لایزال کی بارگاہ میں دعا مانگا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبد اللہؓ کی نعش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہؓ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت اسمارؓ نے اپنی حیات مستعار کے سو سال پورے کر کے جمادی الاول ۷۳ھ میں بمقام مکہ معظمہ انتقال کیا۔

حضرت اسمارؓ باوجود اس کے کہ سو سال کی عمر تک پہونچ گئی تھیں۔ لیکن اُنکا ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے آپ کا قد دراز تھا اور جسم پر گوشت آخر وقت تک آپ کے تمام قویٰ صحیح و سالم رہے۔

۳۱ھ میں جب اُنکے شوہر حضرت زبیرؓ واقعہ جمل سے واپس آرہے تھے تو ایک شخص عمرو بن جرموز المجاشعی نے وادی السباع میں آپ کو قتل کیا۔ حضرت اسمارؓ کو جب یہ واقعہ جانکاہ معلوم ہوا تو بہت رنجیدہ ہوئیں اور اسی غم و الم میں یہ مرثیہ زبان پر لائیں۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمة
یوم اللقاء وكان غير معرد
يا عمرو لو نبهته لوجدته
لا طائشا رعش الجنان ولا اليد
ثكلتك امك ان قتلت لمسلما
حلت عليك عقوبة المتعمد

(ترجمہ) ابن جرموز نے لڑائی کے دن ایک شہسوار اور عالی ہمت سے بیوفائی (دغا) کی (اور وہ بیوفائی) ایسی حالت میں (کی) کہ وہ نہتا اور بے سر و سامان تھا۔ اے عمرو

---

۱ استیعاب صفحہ ۲۶۶ - ج ۱، ۲ در المنثور صفحہ ۴۴، ۳ استیعاب صفحہ ۷۲۴، ۴ اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲
۵ در المنثور صفحہ ۴۴، ۶ اصابہ صفحہ ۲ ج ۸، ۷ در المنثور صفحہ ۴۳،

اگر تو اسکو متنبہ کر دیتا تو بیشک تو اسکو ایک ایسا شخص پاتا کہ نہ اُسکے دلمین خوف ہوتا نہ ہاتھ مین لرزہ۔ تیری ماں تجھپر روئے (اور تجھے خدا سمجھے) تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا تجھپر ضرور عذاب نازل ہوگا۔

اُدہر شوہر کی وفات اور ادہر لخت جگر نور نظر عبداللہ رض کی شہادت یہ دونون واقعے قیامت سے کم نہ تھے لیکن مرحبا رکہ باوجود ان سخت واقعات کے جس عزم و استقلال اور صبر و شکر سے کام لیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔
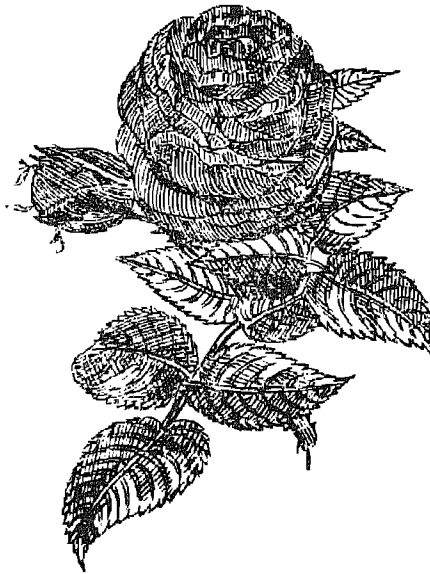
حضرت امامہ رضؓ بنت ابی العاص

نام آپ کا نام امامہ ہے، آپ کے والد بزرگوار کا نام ابوالعاص رضؓ بن ربیع بن عبدالعزیٰ تھا اور والدہ کا حضرت زینب رضؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم[1]

ولادت آپ اپنے نانا آنحضرت صلعم کے عہد سعادت میں پیدا ہوئیں[2]

نکاح جب آپ سن شعور کو پہنچیں تو آپ کی شادی کی فکر ہوئی۔ چونکہ حضرت فاطمہ رضؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ کی وصیت بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امامہ رضؓ سے عقد کرلیں۔ اسلیے حضرت امامہ رضؓ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا گیا۔

حضرت امامہؓ کی شادی کا انتظام حضرت زبیر بن العوام رضؓ نے کیا کیونکہ حضرت ابوالعاص رضؓ نے انہی کو حضرت امامہ رضؓ کے نکاح کرنے کی وصیت کی تھی[3]

جب حضرت علی علیہ السلام سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے تو اس خیال سے کہ معاویہ حضرت امامہ رضؓ سے عقد نہ کرلیں۔

آپ نے مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ تم میرے بعد حضرت امامہ رضؓ سے نکاح کرنا چنانچہ حضرت علی رضؓ کے انتقال اور عدت گذرنے کے بعد مغیرہ بن نوفل کے عقد میں آئیں[4]

جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کا خیال مبارک تھا وہی پیش آیا۔ یعنی معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ امامہ رضؓ کو پیغام دو اور ایک ہزار دینار اس تقریب میں صرف کرو۔ لیکن جب حضرت امامہ رضؓ کو خبر ہوئی تو مغیرہ بن نوفل کو اطلاع دی۔ مغیرہ نے فوراً امام حسن علیہ السلام کی اجازت سے نکاح پڑھوا لیا[5]

---

[1] طبقات صفحہ ۲۶، و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، و استیعاب صفحہ ۷۲۷، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، [4] استیعاب صفحہ ۷۲۷، و در المنثور صفحہ ۵۶، [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، و استیعاب صفحہ ۷۲۷، و طبقات صفحہ ۲۶، [6] ایضاً و صفحہ ۲۳

آنحضرت صلعم کی محبت حضرت اُمامہ رضہ آنحضرت صلعم کو بہت زیادہ محبوب تھین۔ حتیٰ کہ آپکو اوقات نماز مین بھی جدا نہ فرماتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت شانۂ مبارک پر بٹھا لیتے جب رکوع مین جاتے تو شانۂ مبارک سے اُتار دیتے تھے اور جب سجدہ کرکے سر مبارک اُٹھاتے تو پھر کاندھے پر بٹھا لیتے تھے۔ اِسی طرح پوری نماز ادا کرتے تھے۔ یہ انتہائے محبت کا تقاضا تھا[۱]۔

ایک دفعہ کہین سے تحفہ مین ایک قیمتی ہار آیا۔ آنحضرت صلعم گھر مین تشریف لائے اور فرمایا یہ ہار مین اس کو دونگا جو میرے اہل بیت مین مجھے زیادہ محبوب ہوگا ازواج مطہرات کو خیال ہوا کہ شاید یہ حضرت عائشہ رضہ کے حصہ مین آئے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے حضرت اُمامہ رضہ کو بلایا اور اُن کے گلے مین وہ ہار پہنا دیا[۲]۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ مین ہار نہین آیا تھا بلکہ ایک انگوٹھی سونے کی تھی۔ جو نجاشی نے بارگاہ نبوت مین ہدیتاً بھیجی تھی۔ آپ نے وہی حضرت امامہؓ کو دیدی[۳]۔

اولاد مغیرہ بن نوفل کے صلب سے ایک لڑکا یحیٰی پیدا ہوا۔ اور اسی نام سے اُنھون نے اپنی کنیت ابو یحیٰی رکھی تھی[۴]۔

وفات حضرت اُمامہ رضہ کی آخری زندگی مغیرہ بن نوفل کے ساتھ بسر ہوئی حتیٰ کہ آپ کا انتقال بھی مغیرہ کے گھر مین ہوا[۵]۔

[۱] طبقات صفحہ ۲۶، و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۲، صحیح بخاری صفحہ ۷۴ ج ۱۔ [۲] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۲، در المنثور صفحہ ۵۶۔ [۳] طبقات صفحہ ۲۷ ج ۸، و زرقانی صفحہ ۲۲۵ ج ۳۔ [۴] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۲، در المنثور صفحہ ۵۶۔ [۵] ایضاً، و اصابہ صفحہ ۱۴ ج ۸۔

حضرت اسماءرضؓ بنت عمیس

نام اسماءؓ نام ہے، آپ کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا اُن کے والد کا نام عمیس بن سعد بن تیم بن حارث تھا۔ اور والدہ کا ہند (خولہ) بنت عوف جو قبیلہ کنانہ سے متعلق تھیں[1]۔

نکاح اول حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے نکاح ہوا[2]۔

اسلام مکہ مین آنحضرت صلعم کے خانۂ ارقم مین مقیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوئین۔ اور نبی صلعم سے شرف بیعت حاصل کیا[3]۔ کم و بیش یہی زمانہ اِنکے شوہر جعفر بن ابی طالب کے اسلام کا ہے[4]۔

ہجرت انھون نے اپنے شوہر جعفر کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہان جعفر بن ابی طالب کے صلب سے تین لڑکے۔ محمدؓ، عبداللہ، عون، پیدا ہوئے[5]۔

عام حالات حبش مین چند سال قیام کرنے کے بعد ۷ھ مین جبکہ خیبر فتح ہوا مدینہ منورہ آئین۔ پھر حضرت حفصہ رضؓ کے گھر گئین۔ اِتنے مین حضرت عمر رضؓ بھی آگئے۔ دریافت کیا یہ کون ہین جواب ملا اسماء، حضرت عمر رضؓ نے کہا، ہان وہ حبش والی وہ سمندر والی، حضرت اسماء رضؓ نے کہا جی ہان وہی! پھر حضرت عمر رضؓ نے حضرت اسماء رضؓ سے کہا "ہم کو تمپر فضیلت ہے، اسلیے کہ ہم مہاجر ہین" حضرت اسماء رضؓ کو یہ فقرہ سنکر بہت غصہ آیا اور کہا جی ہان آپ سچ فرماتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے آپ بھوکون کو کھانا کھلاتے اور جاہلون کو تعلیم دیتے تھے اور ہم کس مپرسی کے عالم مین دور دراز مقامون مین خدا اور رسول کی رضا جوئی کے لیے پڑے رہے، اور سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ صبر و استقلال سے کرتے رہے" آپ یہ فرما رہی تھین کہ آنحضرت صلعم بھی تشریف لے آئے اور حضرت اسماءؓ نے آپ سے یہ سب ماجرہ بیان کیا۔ رسول اللہ نے جواب دیا کہ "انھون (عمرؓ) نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتین

[1] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۵، [2] طبقات صفحہ ۲۰۵، و استیعاب صفحہ ۷۲۵، [3] طبقات صفحہ ۲۰۵ جزء ۸۔ [4] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۳۶، [5] طبقات صفحہ ۲۰۵، و استیعاب صفحہ ۷۲۵)

کیفین۔ اس اعتبار سے تم کو زیادہ فضیلت ہے"۔

آنحضرت صلعم کے اس مسرت خیز ارشاد پر حضرت اسماء رضہ اور دیگر مہاجرین کو بڑی مسرت ہوئی، حضرت اسماء رضہ کے پاس مہاجرین حبشہ آتے تھے اور اس واقعہ کی حقیقت دریافت کرتے تھے۔[1]

جب جمادی الاول ۸ھ ہجری مین غزوہ موتہ کے اندر حضرت جعفر رضہ شہید ہوئے اور آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ حضرت اسماء رضہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جعفر رضہ کے لڑکے کہان ہین۔ میرے پاس لاؤ، حضرت اسماء رضہ لڑکون کو آپ کی خدمت مین لائین آپ اُن یتیم بچون کو دیکھکر غمگین و آبدیدہ ہوئے۔ حضرت اسماء رضہ آپ کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئین اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا جعفر رضہ کی کوئی خبر آئی ہے آپ نے فرمایا ہان وہ خدا کی راہ مین شہید ہوگئے۔ حضرت اسماء رضہ اس جانگداز سانحہ کی خبر سنکر چیخ اُٹھین اور گھر مین قیامت برپا ہوگئی۔ تمام عورتین اُن کے پاس جمع ہوگئین۔ اور اُن سے کہا آنحضرت صلعم فرماتے ہین، نہ سینہ ہاتھ سے کوٹو اور نہ بین کرو"۔

آنحضرت صلعم یہ ہدایت فرماکر گھر تشریف لے گئے، وہان پہونچکر حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا کہ جعفر کے بچون کے لیے کھانا تیار کرو۔ کیونکہ آج اسماء رضہ رنج و غم مین مصروف ہین[2] اسکے بعد آنحضرت صلعم مسجد مین جاکر مغموم و محزون بیٹھے اور حضرت جعفر رضہ کی شہادت کا اعلان کیا اسی اثنا مین ایک شخص بارگاہ نبوت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جعفر رضہ کی مستورات ماتم کررہی ہین اور رُورہی ہین، آپ نے فرمایا جاؤ اُن لوگون کو منع کردو۔ پھر وہ آدمی آیا اور عرض کیا کہ حضور وہ اس فعل سے نہین باز آتین، آپ نے دوبارہ پھر بھی کہلا بھیجا لیکن پھر بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کے منھ مین خاک بھردو، صحیح بخاری مین یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضہ نے اُس آدمی سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم ایسا نہ کروگے تو آنحضرت صلعم کو تکلیف و پریشانی بدستور قائم رہے گی،[3]

تیسرے دن رسول اللہ صلعم حضرت اسماء رضہ کے گھر تشریف لائے اور آپ نے سوگ کی ممانعت فرمائی[4]

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۶۰۷ و ۶۰۸، ج ۲، و طبقات صفحہ ۲۰۵ جز ۸، [2] ایضاً، و صحیح بخاری صفحہ ۶۰۷ و صفحہ ۶۱۰ ج ۲ [3] صحیح بخاری صفحہ ۶۱۱ ج ۲، [4] مسند صفحہ ۳۶۹ ج ۶

عقد ثانی   حضرت جعفر رض کی شہادت کے چھ مہینے بعد شوال سنہ ۸ ہجری غزوۂ حنین کے زمانہ میں حضرت اسماء رض کا دوسرا عقد حضرت ابوبکر رض سے ہوا[1]۔

دو برس کے بعد ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۰ ھ میں حضرت ابوبکر کے صلب سے محمد پیدا ہوئے اسوقت حضرت اسماء رض حج کی غرض سے مکہ آئی ہوئی تھیں اور چونکہ اسی زمانہ میں مقام ذوالحلیفہ میں محمدؓ کی ولادت ہوئی تو حضرت اسماء رض متردد ہوئیں کہ اب میں حج کیونکر ادا کروں اس لیے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جاوے، آپ نے فرمایا غسل کرکے احرام باندھ لو[2]۔

سنہ ۸ ھ میں حضرت اسماء رض کو جو صدمہ پہونچا تھا وہ اُن کے لیے قیامت سے کم نہ تھا لیکن خدا کی رضا جوئی میں وہ اپنے اس غم کو صبر و شکر سے بدل چکی تھیں۔ لیکن سنہ ۱۳ ھ میں حضرت ابوبکر رض کی وفات سے وہ پھر محزون و مغموم ہوگئیں اور اپنے دوسرے شوہر کا صدمۂ وفات بھی انہیں برداشت کرنا پڑا، جب سنہ ۱۳ ھ میں اُن کے شوہر حضرت ابوبکر رض نے انتقال فرمایا تو اُنھوں نے وصیّت کی کہ میری بیوی مجھے غسل دیں چنانچہ حضرت اسماء رض نے اُنکو غسل دیا[3]

حضرت ابوبکر رض کی وفات کے وقت اُن کے صاحبزادے محمدؓ کی عمر تقریباً تین سال کی تھی[4]

عقد ثالث   حضرت ابوبکر رض کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابی بکر رض بھی اپنی والدہ کے ساتھ آئے اور حضرت علی علیہ السلام کے آغوش عاطفت میں فخر تربیت حاصل کیا۔

ایک دن محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر دونوں باہم فخر کر رہے اور ایک دوسرے پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ہم تم سے زیادہ معزز ہیں اور ہمارے باپ تمھارے باپ سے زیادہ بہتر تھے۔ بڑی دیر تک یہ مناقشہ دونوں میں جاری رہا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیوی اسماء رض سے کہا تم اس کا فیصلہ کردو، حضرت اسماء رض نے کہا میں نے نوجوانان عرب میں جعفر رض سے بہتر کسیکو نہیں پایا اور بوڑھوں میں ابوبکر رض سے اچھا کسیکو نہ دیکھا۔ جب یہ فیصلہ اُنھوں نے کردیا تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا تم نے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہ چھوڑا[5]۔

---

[1] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [2] طبقات ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۳۸۵ و ۳۹۴، و اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [3] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸۔ و طبقات صفحہ ۲۰۸، [4] طبقات صفحہ ۲۰۸، [5] ایضاً۔ و اصابہ صفحہ ۹ ج ۸۔

حضرت علی علیہ السلام کے صُلب سے ایک فرزند یحییٰ پیدا ہوئے۔[1] محمد بن عمر سے طبقات صفحہ ۲۰۸ مین مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے صلب سے دو لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام یحییٰ۔ اور عون ہے لیکن اول الذکر روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ اکثر ارباب سیر کا اتفاق اسی پر ہے۔

حضرت اسمار کی طبابت آنحضرت صلعم جب مرض وفات مین مبتلا ہوئے تو حضرت ام سلمیٰ رضؓ اور حضرت اسمار رضؓ نے آپ کا مرض "ذات الجنب" تشخیص کرکے آپ کو دوا پلانا چاہی چونکہ آپ دوا کے عادی نہ تھے آپ نے دوا پینے سے انکار فرمایا۔ اسی اثنار مین آپ پر غشی طاری ہوگئی اُن دونون نے اِس وقت کو غنیمت سمجھا اور دہان مبارک کھول کر دوا پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کی غشی دور ہوئی۔ تو آپ کو کچھ افاقہ کا احساس ہوا، آپ نے فرمایا اِس تدبیر کا مشورہ اسمار نے دیا ہوگا۔[2]

صبر و استقلال ۳۸ھ مین جبکہ حضرت اسمار رضؓ کے فرزند محمد بن ابی بکر رضؓ مصر مین شہید ہوئے، اور ظالمون نے اُن کی نعش بیدردی سے گدھے کی کھال مین جلائی۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت اسمار رضؓ کے لیے اِس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ اور دردناک منظر کیا ہوسکتا تھا لیکن آپ نہایت صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رہین اور اس واقعہ کو سُنکر جانماز بچھائی اور نماز مین مصروف ہوگئین۔[3]

فضل و کمال حضرت اسمار رضؓ سے ساٹھ حدیثین مروی ہین جن کے راویون کے نام یہ ہین، عبداللہ بن جعفر رضؓ، ابن عباس رضؓ، قاسم بن محمد رضؓ، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عروہ، ابن مسیب، ام عون بنت محمد بن جعفر رضؓ۔ فاطمہ بنت علی رضؓ ابو یزید مدنی۔[4]

حضرت اسمار رضؓ خواب کی تعبیر مین بھی دخل رکھتی تھین۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ بھی اکثر اِن سے خواب کی تعبیر لیتے تھے۔[5]

اولاد کی تفصیل حضرت اسمار رضؓ کی کُل سات اولادین ہوئین۔ پانچ لڑکے اور دُو لڑکیاں پہلے شوہر حضرت جعفر رضؓ کے صلب سے تین لڑکے محمد،[6] عبداللہ، عون،

[1] استیعاب صفحہ ۷۲۵ و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۵، [2] صحیح بخاری صفحہ ۸۵۱ ج ۲ و طبقات صفحہ ۳۱ ج ۲، قسم ۲ [3] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [4] در المنثور صفحہ ۳۵، [5] مسند صفحہ ۳۶۹ ج ۶، [6] صحیح مسلم صفحہ ۲۲۳ ج ۲، [7] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸۔

اور دوسرے شوہر حضرت ابو بکر رضؓ سے ایک لڑکا محمدؒ،

اور تیسرے شوہر حضرت علی رضؓ سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

وفات سنہ ۴۰ ہجری میں حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی کم و بیش اسی زمانہ میں حضرت اسماء رضؓ نے بھی انتقال کیا[1]

[1] خلاصۃ التہذیب صفحہ ۴۸۸،

حضرت اُمّ الفضل رضہ بنت حارث

نام لبابہ نام ہے الکبریٰ لقب، اور اُمّ الفضل کنیت ان کے والد ماجد حارث بن حزن الہلالی تھے۔ اور والدہ ہند (خولہ) بنت عوف جو قبیلہ کنانہ سے تھین[۱]

نکاح حضرت عباس رضہ بن عبد المطلب سے نکاح ہوا (جو آنحضرت صلعم کے عم محترم تھے۔)

اسلام خواتین مکہ مین آپ پہلی خاتون ہین جو حضرت خدیجہ رضہ بنت خویلد (زوجہ محترمہ نبی صلعم) کے بعد اسلام لائین[۲] اصابہ صفحہ ۹۳۷ مین مذکور ہے کہ قبل ہجرت کے اسلام لائین لیکن یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے دیگر کتب سیر مین اول الذکر روایت کی توثیق کی گئی ہے

ہجرت حضرت عباس رضہ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی[۳]

فضل وکمال آپ نے آنحضرت صلعم سے تقریبًا تیس۳۰ احادیث روایت کی ہین جنکے بعض راویون کے نام حسب ذیل ہین۔

عبد اللہ، تمام۔ انس بن مالک، عبد اللہ بن حارث، عمیر، کریب، قابوس[۴]

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُم الفضل رضہ کے گھر اُنکے دیکھنے کے لیے اکثر تشریف لاتے تھے۔ اور اُنہی کے گھر مین دوپہر کے وقت تھوڑی دیر آرام بھی فرماتے تھے[۵]

حضرت ام الفضل رضہ کی حقیقی، علاتی، واخیافی، کئی بہنین تھین اور یہ سب بہنین خاندان قریش، وہاشم کے معزز وممتاز گھرانون مین بیاہی گئین تھین چنانچہ آپ کی حقیقی بہن حضرت میمونہ رضہ کو آنحضرت صلعم کے رشتۂ ازدواج سے وابستہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ دوسری بہن سلمیٰ رضہ حضرت حمزہ رضہ کو اور تیسری بہن اسماء رضہ حضرت جعفر رضہ بن ابی طالب سے (جو حضرت علی رضہ کے بھائی تھے) منسوب ہوئین۔ یہ اسماء وہی ہین جو بعد کو حضرت ابو بکر الصدیق رضہ سے

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۰۳ واستیعاب صفحہ ۷۷۹، [۲] ایضًا، واسد الغابہ صفحہ ۵۳۹، [۳] طبقات صفحہ ۲۰۳،

[۴] اسد الغابہ صفحہ ۵۴۰، [۵] طبقات صفحہ ۲۰۳، واستیعاب صفحہ ۷۷۹۔ اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹،

بیاہی گئین اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے[1]

اسی بنا پر ام الفضل رضہ کی والدہ ہند بنت عوف کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے سمدھیانے کے لحاظ سے بڑی خوش نصیب تھین، اور اسمین اُن کا کوئی نظیر نہین تھا[2]

آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ، ام الفضل میمونہ، سلمیٰ اور اسماء چارون مومنہ بہنین ہین[3] دوسری روایت مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ ام الفضل حضرت میمونہ سلمیٰ، اسماء، لبابۃ الصغریٰ، ہزیلۃ، عزۃ، یہ سب بہنین مومناۃ ہین[4]

حجۃ الوداع مین ام الفضل رضہ نے آنحضرت صلعم کی ہمرکابی مین حج بھی ادا کیا تھا اس موقع پر عرفہ کے دن لوگون کو آنحضرت صلعم کے صائم ہونے مین شک ہوا۔ اور ام الفضل رضہ سے اپنا شک ظاہر کیا تو آپ نے ایک پیالہ دودھ کا آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا آپ نے دودھ پی لیا لوگون کو تشفی ہو گئی۔ اور اُن لوگونکا شبہہ دور ہو گیا[5]

آپ بڑی عابدہ، زاہدہ تھین ہر دوشنبہ، و پنجشنبہ کو روزہ رکھتی تھین[6]

اولاد آپ بہ نسبت دیگر عورتون کے اولاد کی طرف سے بہت زیادہ خوش قسمت تھین آپ کی کلُ اولاد ین نہایت قابل تھین، ابو الفضل، عبد اللہ، عبید اللہ، معبد، قثم، عبد الرحمٰن، اور ام حبیبہ، آپ ہی کے یادگار تھے[7]

عبد اللہ بن یزید الہلالی شاعر آپ کی خوش نصیبی پر فخر کرتا ہوا کہتا ہے[8]۔

ما ولدت نجیبۃ من فحل کستۃ من بطن ام الفضل

اکرم بھا من کھلۃ و کھل عم النبی المصطفیٰ ذی الفضل

وخاتم الرسل وخیر الرسل

خصوصیت قبل و بعد نبوت کسی عورت کو یہ شرف حاصل نہ تھا کہ رسول اللہ کا سر مبارک اپنی گود مین رکھ کر بال صاف کرتی، یا سُرمہ لگاتی اور نہ آنحضرت صلعم اس کو پسند فرماتے، لیکن یہ شرف خصوصیت سے ام الفضل رضہ ہی کو حاصل تھا۔ کہ آپ آنحضرت صلعم کا سر مبارک اپنی گود مین لیکر آپ کے بال صاف کرتین۔

---

[1] اصابہ صفحہ ۹۳۸، [2] ایضاً، و اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹، و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [3] اصابہ صفحہ ۹۳۷، و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [4] طبقات صفحہ ۲۰۳، [5] اصابہ صفحہ ۹۳۸، و طبقات صفحہ ۲۰۴، و صحیح بخاری صفحہ ۲۶۷، جز ا [6] طبقات صفحہ ۲۰۳، خلاصہ تہذیب صفحہ ۴۹۵، [7] طبقات صفحہ ۲۰۳، استیعاب صفحہ ۷۷۹، [8] اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹

ایک دفعہ ام الفضل رضؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ آپ کے اعضائے مبارک مین سے ایک عضو میرے گھر مین ہے آپ نے فرمایا انشاء اللہ خیر ہوگا فاطمہ رضؓ کے لڑکا ہوگا اور تم اُس کو اپنا دودھ پلاؤ گی۔ اور تم اُن کی کفیل رہو گی، چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضؓ کے فرزند ارجمند حسین رضؓ پیدا ہوئے تو ام الفضل رضؓ نے اُن کو دودھ پلایا اور اُن کی کفیل رہین۔ ایک روز حسین رضؓ کو آپ کے پاس لائین۔ حسین رضؓ نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ تو ام الفضل رضؓ نے اُن کو آپ کی گود سے لے لیا اور غصہ سے جھڑک کر کہا، تو نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا، آپ نے فرمایا تم نے میرے بچہ کو جھڑک کر مجھے تکلیف پہونچائی پھر پانی سے پیشاب دھویا گیا[1]

وفات ام الفضل رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ خلافت مین انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کے شوہر حضرت عباس رضؓ زندہ تھے[2]

[1] طبقات صفحہ ۲۰۴، و اصابہ صفحہ ۹۳۸ [2] اصابہ صفحہ ۹۳۸

حضرت فاطمہ رضؓ بنت قیس

نام   فاطمہ رضؓ نام ہے۔ اِن کے والد قیس بن خالد الاکبر بن وہب تھے۔ اور والدہ امیمہ بنت ربیعہ بنی کنانہ سے تھیں۔ اور اِن کے بھائی ضحاک تھے۔ فاطمہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھیں[1]

نکاح   ابو عمرو حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا تھا[2]

ہجرت   ہجرت کے پہلے دور میں جبکہ عورتوں نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی انہیں یہ بھی شامل تھیں[3]

فضل وکمال   یہ نہایت عقلمند، سمجھدار، ادیبہ، فاضلہ، صائب الرائے، ثاقب الفکر، ذی کمال، خاتون تھیں[4]

اکثر راویوں نے اِن کے حوالہ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں بعض راویوں کے نام یہ ہیں[5]

شعبی، نخعی، ابو سلمہ، قاسم بن محمد، ابو بکر بن ابو الجہم، عروہ، عبداللہ بن عبداللہ، اسود، سلیمان بن یسار، عبداللہ البہی، عبدالرحمٰن بن عاصم، تمیم،

جب حضرت عمر بن الخطاب رضؓ ۲۳ھ میں شہید ہوئے تو مجلس شوریٰ انہیں کے گھر میں منعقد ہوتی تھی۔ چونکہ جناب فاطمہ ایک عقیل، وفہیم، ذی علم، صائب الرائے خاتون تھیں اسلیے اِن سے بھی خلافت کے بارہ میں رائے ومشورہ لیا جاتا تھا[6]

عام حالات   جب ۴۰ھ میں حضرت علی علیہ السلام یمن کی طرف ایک لشکر لیکر جا رہے تھے تو اُن کے ہمرکابی میں انکے شوہر ابو عمرو بھی تھے۔ رخصت ہوتے وقت ابو عمرو نے اپنے وکیل

---

[1] استیعاب صفحہ ۷۷۴، اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، و در المنثور صفحہ ۳۶۴، [2] طبقات صفحہ ۲۰۰، استیعاب صفحہ ۷۷۴، اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، و در المنثور صفحہ ۳۶۴، [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، استیعاب صفحہ ۷۷۴، و در المنثور صفحہ ۳۶۴، [4] ایضاً، [5] ایضاً صفحہ ۵۲۶، استیعاب ۷۷۴، در المنثور صفحہ ۳۶۵، [6] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، و استیعاب صفحہ ۷۷۴، و در المنثور ۳۶۵

نکاح عیاش بن ربیعہ کی معرفت اپنی بیوی فاطمہ رضہ کو آخری طلاق (دو طلاق پہلے دے چکے تھے) کہلا بھیجی۔ اور بطور نفقہ ۵ صاع جو، اور ۵ صاع خرمے بھی بھیجے، جب فاطمہ نے عیاش سے اپنے کھانے اور مکان کا مطالبہ کیا۔ تو عیاش نے کہا تمھارے شوہر نے صرف یہ خرمے اور جو دیے ہیں اور ہمارے پاس کچھ نہین ہے یہ جو کچھ دیا گیا محض احسان وہمدردی ہے اور نہ اب تمھارا کوئی حق ہمارے ذمہ واجب نہین ہے، ان کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور اپنے کپڑے وغیرہ لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین خالد بن ولید رضہ وغیرہ بھی وہان پہنچے فاطمہ نے تمام ماجرا بیان کیا، آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا کہ تم کو ابو عمرو نے کے مرتبہ طلاق دی فاطمہ رضہ نے عرض کیا، تین بار، آپ نے فرمایا تمھارا نان نفقہ ابو عمرو پر واجب نہین ہے۔ اب تم عدت کا زمانہ ام شریک کے یہان گذارو لیکن ام شریک کے اعزہ واقارب اُن کے مکان مین تھے، اسلیے آپ نے دوبارہ یہ حکم دیا کہ ابن کتوم نابینا اور تمھارے ابن عم ہین اس لحاظ سے یہ بہتر ہے کہ تم اُنکے یہان رہکر عدت کا زمانہ گذارو چنانچہ حضرت فاطمہ رضہ بتعمیل ارشاد آنحضرت صلعم اُن کے ہان رہنے لگین۔ جب عدت کا زمانہ گزر گیا تو ہر طرف سے لوگونکے پیغام عقد آنے لگے۔ امیر معاویہ بن سفیان، اور ابو جہم، اور اُسامہ بن زید، کا بھی پیغام تھا فاطمہ نے آنحضرت صلعم سے اِن پیغامون کے بارہ مین مشورہ کیا، آپ نے فرمایا، معاویہ فقیر ومفلس ہے اوسکے پاس کچھ نہین، اور ابو جہم جھگڑالو اور سخت مزاج ہے۔ اُسامہ بن زید اِن دونون سے بہتر ہے نکاح کرلو، چونکہ حضرت فاطمہ رضہ کا خیال تھا کہ آنحضرت صلعم اپنے شرف ازدواج سے سرفراز فرما دینگے اسلیے اُنھون نے اُسامہ بن زید سے عقد کرنے مین تامل کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا تمھین کیون عذر ہے، خدا اور رسول کی اطاعت کرو اسین تمھارے لیے بھلائی ہے، یہ ارشاد مبارک سنکر اسامہ بن زید سے نکاح کرلیا، فاطمہ کہتی ہین کہ مین اِس عقد کے بعد لوگون کے نزدیک قابلِ رشک بن گئی تھی[1]

حُسن اور اخلاق حضرت فاطمہ رضہ ایک نیک نہاد، حسین، وجمیل، خاتون تھین، اور صرف ظاہری حُسن وجمال سے آراستہ نہ تھین بلکہ اسی کے ساتھ عادات، وصفات، اخلاق، وخصائل کے لحاظ سے بھی مکمل تھین،

کوفہ مین اقامت جب سنہ ۵۴ھ مین فاطمہ کے شوہر اُسامہ بن زید کا انتقال ہوا، تو فاطمہ کو

[1] طبقات صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱، و صحیح مسلم صفحہ ۴۸۳ تا ۴۸۵، ج ۱، و مسند صفحہ ۴۱۱ تا ۴۱۴، ج ۶،

اس حادثۂ جانگداز سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور اس کے بعد پھر دوبارہ نکاح نہین کیا۔ عدت گذرنے کے بعد جب یزید نے اپنے زمانۂ امارت مین فاطمہ کے بھائی ضحاک کو عراق کی گورنری پر مامور کیا تو آپ اپنے بھائی کے پاس کوفہ چلی آئین اور یہین رہنے لگین[1]

ایک خاص واقعہ اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو سعید بن زید کی صاحبزادی منسوب تکی تائید قرآن پاک سے ہوتی تھین جب عبداللہ نے ان کو تین طلاقین دیدین تو فاطمہ چونکہ اُنکی خالہ ہوتی تھین اس لیے اُنھون نے باقتضائے محبت و ہمدردی اُنکے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے پاس آجاؤ جب مروان کو اس طلبی کی خبر ہوئی تو قبیصہ کو ان کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ عدت سے قبل بلانے کا کیا سبب ہے قبیصہ نے آکر کہا تو فاطمہ نے جواب دیا کہ مین شریعت کی متبع اور آنحضرت صلعم کے ارشادات کی تعمیل کرنے والی ہون۔ اس سے قبل میرے واقعہ پر آنحضرت صلعم نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ بھی یہی تھا، اسکے بعد اپنا مفصل واقعہ بیان کیا

وفات کتب سیر و تاریخ مین فاطمہ کے سنہ وفات کا پتہ نہین چلتا۔ لیکن عبداللہ ابن زبیر کی خلافت تک آپ کا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت خنساؓ بنت عمرو بن الشرید

نام اصلی نام تماضر ہے، لیکن چستی، ہوشیاری، اور حُسن کی وجہ سے خنساء کے لقب سے یاد کیجاتی ہین جسکے معنی ہرنی کے ہین۔ بہ نسبت نام کے اُن کا لقب زیادہ مشہور ہے۔ نجد کی رہنے والی تھین، اِن کے والد کا نام عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیہ بن خفاف بن امرأ القیس تھا۔ جو قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے وابستہ تھے۔[1]

نکاح اِن کا پہلا عقد قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیز السلمی سے ہوا اُس کے انتقال کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابی عامر سے ہوا۔[2]

اولاد پہلے شوہر سے صرف ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا۔ اور دوسرے شوہر سے دو لڑکے یزید، معاویہ، اور ایک لڑکی عمرہ، پیدا ہوئے۔[3]

اسلام جب اُفق مکہ سے آفتاب رسالت طلوع ہوا، اور اُس کی شعاعین سارے عالم پر پرتو افگن ہوئین تو حضرت خنساء کی آنکھین اُن شعاعون کی صداقت پاش نورانیت سے منور ہوگئین، اور وہ اپنی قوم کے چند لوگون کے ساتھ مدینہ مین جناب سرور عالم کی بارگاہ مین شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئین۔[4]

حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم دیر تک اُن کے شعر سُنتے رہے اور اُن کی فصاحت وبلاغت پر تعجب فرماتے رہے۔[5]

عام حالات اُنکی شاعری کا حال ابتدا مین یہ تھا کہ کبھی کبھی دو تین شعر کہہ لیا کرتی تھین،[6]

---

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واستیعاب صفحہ ۷۴۵، واصابہ صفحہ ۵۴۹، [2] در المنثور صفحہ ۱۱۰، وطبقات الشعراء صفحہ ۱۹۹ [3] در المنثور صفحہ ۱۱۰، [4] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واصابہ صفحہ ۵۵۰ واستیعاب صفحہ ۷۴۵، [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واصابہ صفحہ ۵۵۰، واستیعاب صفحہ ۷۴۵، [6] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱ واصابہ صفحہ ۵۵۰ واستیعاب صفحہ ۷۴۵۔

لیکن جب قبیلہ بنی اسد سے اُن کے قبیلہ کی لڑائی ہوئی تو اُسمین اُن کا حقیقی بھائی معاویہ مقتول ہوا۔ اور دوسرا سوتیلا بھائی صخر، ابو ثور الاسدی کے نیزہ سے زخمی ہوا تو حضرت خنساء نے تقریبًا ایک سال تک صخر کی بڑی محنت وجانفشانی سے تیمارداری کی لیکن زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہوسکا۔ اور اپنی چہیتی بہن کو دائمی مفارقت کا داغ دیکر سفر آخرت اختیار کیا[١]

حضرت خنساء کو اپنے دونون بھائیون سے بہت محبت تھی، لیکن صخر کے حلم بردباری سخاوت، شجاعت، عقلمندی، حُسن، کی وجہ سے وہ اُن سے زیادہ مانوس اور اُسکی گرویدہ محبت تھین[٢]، اسی وجہ سے حضرت خنساء کو صخر کے انتقال سے سخت صدمہ پہنچا اُسی وقت سے اپنے بھائی پر بے نظیر مرثیے کہنے شروع کیے[٣]

مرثیون مین شدتِ غم وکثرت الم کا اظہار ایسے دلسوز وجانگداز الفاظ مین کیا کہ لوگ بیتاب ہوجاتے اور پڑھتے پڑھتے اشکباری کرنے لگتے۔ مرثیے کے چند شعر درج کیے جاتے ہین جن سے اُن کی فصاحت وبلاغت اور جودتِ طبع کا حال معلوم ہوسکتا ہے،

اعینیّ جودا ولا تجمدا — الا تبکیان لصخر الندی

الا تبکیان الجری الجمیل — الا تبکیان الفتی السیدا

طویل النجاد عظیم الرماد — ساد عشیرتہ امردا

اذا القوم مدّوا بایدیھم — الی المجد مدّ الیہ یدا

فنال الذی فوق ایدیھم — الی المجد ثم مضی مسعدا

تری المجد یھدی الی بیتہ — یری افضل المجد ان یحمدا

وان ذکر المجد الفیتہ — تازر بالمجد ثم ارتدی

(ترجمہ) اے میری دونون آنکھون سخاوت اختیار کرو اور بخیل مت بنو کیا تم دونون صخر جیسے سخی پر نہین روتی ہو، کیا تم دونون ایسے شخص پر جو نہایت دلیر اور خوبصورت تھا نہین روتی ہو، کیا تم دونون نہین روتین ایسے شخص پر جو جوان سردار تھا جسکا پرتلہ نہایت دراز تھا ور جو خود بھی بلند بالا تھا، وہ اپنے قبیلہ کا سردار ایسی حالت مین ہوگیا جب کہ وہ بہت کمسن تھا جب قوم نے علوئے مرتبت کی طرف اپنے ہاتھ دراز کیے تو اُسنے بھی اپنے ہاتھ دراز کردیے لیس

---

[١] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، استیعاب صفحہ ۷۴۵، اصابہ صفحہ ۵۵۰، [٢] در المنثور صفحہ ۱۱۰، وکتب مذکورہ،

[٣] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واستیعاب صفحہ ۷۴۵!!

وہ اُس عزت کو پہنچگیا جوان لوگون کے ہاتھون سے بھی اونچی تھی اور اسی سعادتمندی کیحالت مین وہ گذر گیا بزرگی اُسکے گھر کا راستہ بتلاتی ہو اپنے تعریف کیے جانیکو سب شرافتو نسے افضل سمجھتا ہی، اگر شرافت اور عزت کا ذکر کیا جائے تو تو اس کو پاسے گا کہ اُسنے عزت کی چادر اوڑھ لی ہے زنان عرب کی عادت کے موافق حضرت خنسا رض اپنے مقتول بھائی کی قبر پر صبح وشام جاکر بیٹھین اور اسکو یاد کرکے روتین۔ اور یہ مرثیہ پڑھا کرتین [1]

یذکرنی طلوع الشمس صخراً
واذکرہ لکل غروب شمس

ولولا کثرۃ الباکین حولی
علی موتاھم لقتلت نفسی

(ترجمہ) طلوع شمس مجھکو صخر کی یاد دلاتا ہے اور مین ہر روز غروب آفتاب کے وقت صخر کو یاد کرتی ہون۔ اگر رونے والون کی کثرت اپنے مردون پر میرے اردگرد نہ ہوتی تو مین اپنی جان کو ہلاک کردیتی،

الا یا صخر ان ابکیت عینی
فقد اضحکتنی زمنا طویلا

بکیتک فی نساء معولات
وکنت احق من ابدی العویلا

دفعت بک الخطوب وانت حی
فمن ذا یدفع الخطب الجلیلا

اذا قبح البکاء علی قتیل
رأیت بکاءک الحسن الجمیلا

(ترجمہ) اے صخر اگر تو نے میری آنکھون کو رولایا تو کیا ہوا اسلیے کہ تو نے ایک مدت دراز تک ہنسایا بھی ہے۔ مین روتی ہون تجھپر اون عورتون کے زمرہ مین جو چیخ پکار کر رونے والی ہین اور مین زیادہ مستحق ہون اون سے جو چیخ و پکار کو ظاہر کررہی ہین مین نے تیرے سبب سے بہت سے حوادث کو دفع کیا اسوقت جبکہ تو زندہ تھا، پس اب کون دفع کرے گا

---

[1] در المنثور صفحہ ۱۱،

اس بڑے حادثہ کو جبکہ کسی مقتول پر رونا بُرا معلوم ہوتا ہے تو مین تجھ پر رونے کو نہایت اچھا سمجھتی ہون۔

صخر کی عزت و احترام کا حال بیان کرتی ہین کہ ؎

وانّ صخراً لتأتمّ الهداة به ۔۔۔ كأنّه علم في رأسه نار

صخر کا بڑے بڑے لوگ اقتدار کرتے ہین گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے جسکی چوٹی پر آگ روشن ہو

اِنہی مرثیون کی بدولت وہ تمام عرب مین مشہور ہوگئین۔

شاعرانہ فضیلت تمام اقسام شعرا ور خصوصیت کے ساتھ مرثیہ گوئی مین حضرت خنسار اپنا جواب نہین رکھتی تھین۔

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین[1] "اجمع اهل العلم بالشعر انه لم تكن امرأة قبلها ولا بعدها اشعر منها"

یعنی خنسار کو جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علمائے عرب کا اتفاق ہے کہ عرب کی عورتون مین خنسار کے برابر شاعرہ کوئی عورت نہین ہوئی نہ اِن سے پہلے نہ بعد۔ اور در المنثور مین لکھا ہے[2] "وقيل لجرير من اشعر الناس قال انا لولا الخنساء"

یعنی جریر شاعر متوفی سنہ ۱۱۰ھ (جو عہد بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا) سے لوگون نے پوچھا سب سے بڑا شاعر کون ہے، جریر نے کہا اگر خنسار کے اشعار نہ ہوتے تو مین دعویٰ کرتا کہ عرب کا بہترین شاعر مین ہون۔"

بشار شاعر (بہت بڑا شاعر تھا) نے کہا کہ مین جب عورتون کے اشعار غور سے دیکھتا ہون تو اُن مین ایک نہ ایک نقص یا کمزوری ضرور پاتا ہون لوگون نے پوچھا کیا خنسار کے اشعار کا بھی یہی حال ہے، اُسنے کہا وہ تو مردون سے بھی بڑھکر ہے[3]

تمام شعرائے عرب نے شاعر عورتون کا سرتاج لیلے اخیلیہ کو تسلیم کیا تھا لیکن خنسار مستثنیٰ رکھی گئی تھین[4]

زمانہ جاہلیت مین عام دستور تھا کہ تمام اہل عرب مختلف مقامات پر مجلسین منعقد کیا کرتے تھے جن سے اُن لوگونکا مقصد تبادلہ خیالات ہوتا تھا یا شعر گوئی کا مقابلہ ان مین مرد عورت سب یکسان حصہ لیتے تھے۔ اسکی ابتداء ربیع الاول یعنے ابتدائے موسم بہار سے ہوا کرتی

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲ ، [2] در المنثور صفحہ ۱۱۰ ، [3] طبقات الشعراء صفحہ ۲۷۱

تھی، تمام اہل عرب دور دور سے اپنے کاروبار کو ترک کرکے ان میلون مین شریک ہونے آتے تھے
غرہ ربیع الاول مین پہلا میلا دومۃ الجندل مین منعقد ہوتا تھا، اسکے بعد وہان سے ہجر کے بازار
مین آتے تھے اور پھر عمان مین، اس کے بعد حضرموت کو روانہ ہوتے تھے اور پھر صنعا مین کی
طرف کسی مقام مین دس روز، کہین بیس روز قیام رہتا تھا اسی طرح تمام ملک مین گشت لگانیکے
بعد ذیقعدہ کے مہینہ مین حج کے قریب آخری میلہ بازار عکاظ مین لگتا تھا (جو مکہ سے چند میل کے
فاصلہ پر تھا) عرب کے تمام قبائل اور بالخصوص سرداران قبائل لازمی طور سے شریک ہوتے تھے
اگر کوئی سردار کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہوسکتا تھا تو اپنا قائم مقام ضرور بھیجتا تھا۔ اسی مقام
پر اہل عرب کے تمام معاملات طے ہوتے تھے، یعنی قبائل کے سردار مقرر کیے جاتے تھے مخالفت
کا انسداد ہوتا تھا باہمی خون ریزی اور لڑائیون کا فیصلہ کیا جاتا تھا، اس بازار مین اہل
قریش کا وقار و احترام زیادہ تھا۔ جب تمام معاملات کا تصفیہ ہوجاتا تو ہر قبیلہ کے شعرا
اپنے اشعار سناتے جنمین اپنی بہادری، فیاضی، مہمان نوازی، آبا و اجداد کے اہم کارنامے
صید و شکار اور خونریزی کا بیان ہوتا تھا، یہان ہر شاعر اور مقرر کا درجہ و مرتبہ متعین کیا
جاتا تھا،

خنساء بھی ان مجالس مین شریک ہوتی تھین اور اُن کے مرثیے یہان لاجواب
تسلیم کرلیے گئے تھے، جب وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوکر آتین تو تمام شعراء اُن کے گرد حلقہ باندھ
لیتے اور منتظر رہتے کہ اُن کے اشعار سُنین پھر وہ اپنے مرثیے سُناتین،

خنساء کو اس مجلس مین یہ فخر و امتیاز حاصل تھا کہ اُنکے خیمہ کے دروازہ پر ایک علم نصب
تھا جسپر لکھا ہوا تھا "ارثی العرب" یعنی عرب مین سب سے بڑھکر مرثیہ گو، زمانہ جاہلیت مین
اچھے اچھے شعراء گذرے ہین لیکن نابغہ ذبیانی جو عرب کا مشہور و ممتاز شاعر تھا جسنے سنہ ۲۱۲ء
مین انتقال کیا وہ اپنی سخنوری کے سبب سے شہرہ آفاق ہے۔ اس کا نام زیاد بن معاویہ
ہے اور کنیت ابوامامہ ابو عبیدہ اسکے بارہ مین لکھتا ہے کہ هو من الطبقة الاولی المقدمین
علی سائر الشعراء، کثرت شعر گوئی کی وجہ سے اُسکا لقب نابغہ پڑ گیا، سوق عکاظ مین اسکے
واسطے سُرخ خیمہ نصب کیا جاتا تھا۔ دوسرا شخص سرخ خیمہ نہین لگا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ وہ عزت
تھی جو صرف اسی شخص کا حق ہوتا تھا جو شاعری مین مسلم الثبوت استاد مان لیا جائے، اُسکے
اشعار نہایت دقیق ہین اور عجیب طرح کی سنجیدگی اُن مین پائی جاتی ہے۔ اخلاق کی اصلاح

دُرستی کو یہ لازم جانتا اور خوفِ خدا مین زندگی بسر کرنے کو افضل سمجھتا تھا۔ یہ بڑا فیاض اور صادق القول تھا۔ اسکے قصائد مدحیہ مین پختگی، خوش طبعی، رنگینی، صداقت، فصاحت و بلاغت کے نمونے کثرت سے پائے جاتے ہین اسی بازارِ عکاظ مین نابغہ کے سامنے تمام شعراء اپنے اپنے اشعار سنا کر خراجِ تحسین حاصل کیا کرتے تھے جب خنساء شریکِ مجلس ہوئین اور اپنے اشعار سنائے تو نابغہ نے بہت تعریف کی اور خنساء کو بہترین شاعرہ تسلیم کرنے کے لیے یہ الفاظ کہے[1] فانت اشعر من کانت ذات ثدیین و لو لا ھذا الاعمی انشد نی قبلک یعنی الاعشیٰ لفضلتک علی شعراء ھذا الموسم فانک اشعر الانس والجن "(حقیقتاً تو عورتون مین بڑی شاعرہ ہے اگر مین اس سے قبل اعشیٰ کے اشعار نہ سن لیتا تو تجھکو اس زمانہ کے شعراء پر البتہ فضیلت دیتا اور کہہ دیتا کہ تو متمدن و غیر متمدن لوگون مین سب سے بڑی شاعرہ ہے)

شعر پر ادبی تنقید دنیا مین بہت سے شاعر گذرے اور اُن لوگون نے نمود و شہرت بھی حاصل کی مگر شعراء مین جو فضیلت و عظمت جناب حسان بن ثابت (متوفی ۵۴ھ) کو ملی اور کسی کو نصیب نہوئی اور نہ ہوسکتی ہے اُن کا شمار صحابہ اور اُن شعرائے عرب مین ہے جو صحبتِ رسالت آب سے شرفیاب ہوئے مگر وہ رُتبہ جو جناب حسان رض بن ثابت کو مبدا رفیاض سے عطا ہوا اُنھین پر ختم ہوگیا حضرت حسان رض مداحِ رسولِ دوجہان اور دربارِ نبوت کے شاعر تھے آپکی عمر کے ۵۹ سال ضلالت و تاریکی کفر مین گذرے لیکن ساٹھ سال کی عمر مین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اسلام لانے کے بعد اپنی قوتِ شعر گوئی کو اسلام اور مسلمانون کی خدمت مین صرف کرتے رہے۔ آپ کے قصائد مین اکثر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح اور اسلام کی تعریف، کفار کی ہجو، اور غزواتِ نبوی کا بیان ہے، آپکا کلام سادہ، ملیح اور صاف ہوتا تھا،

نابغہ نے خنساء کے بارہ مین جو فیصلہ کیا اُس سے آپ بہت ناراض ہوئے[2] اور نابغہ سے کہا تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا، خنساء سے بہتر میرے شعر ہین نابغہ نے خنساء کی طرف اشارہ کر دیا انھون نے دریافت کیا کہ آپ کا جو بہترین شعر ہو وہ سنائیے مین پھر اسکی تنقید کرونگی حضرت حسّان رض نے اپنا یہ شعر سنایا[3]

لنا الجفنات الغرّ یلمعن فی الضحیٰ   واسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

(ترجمہ) ہمارے پاس بڑے بڑے صاف شفاف برتن ہین جو چاشت کے وقت چمکتے ہیں۔ ہماری

---

[1] درالمنثور صفحہ ۱۱، [2] ایضاً، [3] ایضاً،

تلوارین بلندی سے خون ٹپکاتی ہین۔ (اس شعر مین جناب حسان رضہ نے سخاوت اور شجاعت کا حال قلمبند کیا ہے)

حضرت خنسا نے یہ شعر سنکر کہا کہ

۱- جفنات، جمع قلت ہے بجائے اسکے جفان کہا جاتا تو مفہوم مین زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی۔

۲- غر، پیشانی کی صباحت کو کہتے ہین اسکے مقابلہ مین بیض زیادہ وسیع المعنے ہے،

۳- یلمعن، ایک عارضی چمک کو کہتے ہین بجائے اسکے یشرقن کہا جاتا تو بہتر تھا کیونکہ اشراق، لمعان سے زیادہ پائدار ہے،

۴- ضحیٰ کے بجائے دجیٰ کہا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ روشنی سیاہی مین زیادہ قابل وقعت ہوتی ہے،

۵- اسیاف، جمع قلت ہے سیوف کا استعمال انسب تھا

۶- یقطرن کے بجائے یسلن سے معنی زیادہ وسیع ہو جاتے ہین کیونکہ خون کا سیلان قطرہ قطرہ ہوکر ٹپکنے سے زیادہ مؤثر ہے،

۷- دم کے مقابلہ دماء بہتر تھا کہ یہ جمع ہے اور دم واحد۔

حضرت حسان رضہ یہ سنکر خاموش ہو رہے اور اُن سے اُن اعتراضون کا کوئی جواب نہ بن پڑا[1]،

الغرض شاعری کے لحاظ سے حضرت خنسا رضہ کا مرتبہ طبقہ دوم کے شعرائے عرب مین سب سے زیادہ بلند ہے، ان کا ایک ضخیم دیوان ۱۸۸۸ء مین بیروت کے کسی مطبع نے شائع کیا تھا جسمین خنسا کے ساتھ ساٹھ عورتون کے اور بھی مرثیے شامل ہین ۱۸۸۹ء مین فرانسیسی زبان مین اسکا ترجمہ ہوا۔

صبر و استقلال اور بیٹون کو شرکت جنگ کے لیے ترغیب — حضرت عمر رضہ کے زمانہ خلافت (۱۶ھ) مین جب قادسیہ کی لڑائی ہوئی جسمین ایرانیون نے بڑی طاقت سے مسلمانون کا مقابلہ کیا تھا تو اس مین خنسا مع اپنے چارون بیٹون کے جنگ مین موجود تھین رات کو بیٹون کو جنگ مین شرکت کے لیے جو مؤثر تقریر کی تھی وہ یہ ہے[2]

---

[1] درالمنثور صفحہ ۱۱۰ ، [2] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، و اصابہ صفحہ ۱۵۵، و استیعاب صفحہ ۷۴۵

میرے پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اور اپنی رضا مندی سے تم نے ہجرت کی، قسم ہے اس خدائے لایزال کی جسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہین ہے، جس طرح تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم اپنے باپ کے سچے فرزند ہو نہ مین نے تمھارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمھارے ماموں کو رسوا و ذلیل کیا تمھارا نسب بے داغ ہے اور تمھارے حسب مین کوئی نقص نہین ہے، تم جانتے ہو مسلمانوں کے لیے اللہ تعالی کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے مین ایک ثواب عظیم ہے۔ تم اسکو خوب جان لو اور غور سے سمجھ لو کہ عالم جاودانی کے مقابلہ مین دنیائے فانی ہیچ ہے، خداوند تعالی فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۵

مسلمانوں! (اُن تکلیفوں کو جو خدا کی راہ مین تم کو پیش آئین) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس مین ملکر رہو اور اللہ تعالی سے ڈرو تاکہ (آخرکار) تم (اپنی) مراد کو پہونچو۔ (آل عمران پارہ لن تنالو)

جب تم دیکھ لو کہ لڑائی جوش پر آگئی اُسکے شعلے بھڑکنے لگے اور اُسکے شرارے میدان جنگ مین منتشر ہونے لگے تو لڑائی مین گھس پڑو اور خوب لڑو بیدریغ تیغ رانی سے کام لو اور خدائے لایزال سے نصرت و فتح کے امیدوار رہو۔ انشاء اللہ عالم آخرت کی بزرگی و فضیلت پر ضرور کامیاب ہو جاؤ گے[1]

جب صبح ہوئی تو چاروں نونہالان اسلام و فدایان ملت اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند ہو کر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان جنگ مین کود پڑے اور اپنی دلیری و شجاعت کے نقوش صفحات تاریخ پر ثبت کر گئے، اور آخرکار شہید ہوگئے[2]۔

جب خنساء کو خبر ہوئی تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالی نے ان کی شہادت کا مجھے شرف بخشا خدا کی ذات سے امید ہے کہ مین ان بچوں سے اللہ تعالی کے سایہ رحمت مین ملونگی[3]

حضرت عمرؓ ان کے بیٹوں کو فی کس دو سو درہم سالانہ دیتے تھے وہ اُن لوگوں کی شہادت کے بعد بھی خنساء کے نام برابر جاری رکھا،

[1] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، و استیعاب صفحہ ۷۴۵ و ۷۴۶، در المنثور صفحہ ۱۱۱، و اصابہ صفحہ ۵۵۱،
[2] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، استیعاب صفحہ ۷۴۵، [3] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، و استیعاب صفحہ ۷۴۶، و اصابہ صفحہ ۵۵۲، [4] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، استیعاب صفحہ ۷۴۶،

سوگ کی علامت اور حضرت عائشہ رض کی خدمت مین حاضر ہونا — حضرت خنساء حضرت عائشہ رض کی خدمت مین بھی حاضر ہوا کرتی تھین، اُن کے سر پر بالونکا ایک سر بند بندھا ہوتا تھا جو عرب مین شدت غم والم کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا ایسا سر بند اسلام مین منع ہے خنساء نے کہا کہ یہ تو مجھے نہین معلوم تھا کہ منع ہے یا نہین لیکن اس سر بند کو جو مین استعمال کرتی ہون اُسکا ایک خاص سبب ہے۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا وہ کیا ہے؟ کہا میرے باپ نے جس شخص کے ساتھ میری شادی کی تھی وہ بہت مُسرف تھا اُسنے میرا اور اپنا تمام مال قمار بازی مین صرف کر ڈالا جب محتاج و نادار ہوگئی تو میرے بھائی صخر نے اپنے مال کے دو حصے کیے اُن مین سے جو اچھا تھا وہ مجھے دیا میرے شوہر نے پھر تھوڑے عرصہ مین اسکو تلف کر ڈالا، میرے بھائی صخر نے میری ناداری و تنگدستی کو دیکھکر افسوس کیا اور اُسنے پھر اپنے مال کے دو حصے کیے جو عمدہ حصہ تھا وہ منتخب کرکے مجھے دیا۔ اسکی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اول خنساء کو اپنا مال دیتے ہوا ور وہ بھی منتخب کرکے یہ آخر کب تک ایسا ہوتا رہیگا۔ اور اُس کے شوہر کا یہ حال ہے کہ وہ برابر تمام مال قماربازی مین صرف کرتا جاتا ہے۔

صخر نے اسکے جواب مین اپنی بیوی کو یہ شعر پڑھکر سنائے[1]،

واللہ لا امنحہا شرارہا   وھی حصان قد کفتنی عارہا

ولو ھلکت مزقت خمارہا   واتخذت من شعر صدارہا

خدا کی قسم مین اسکو مال کا بدترین حصہ نہین دونگا اور وہ عفیفہ ہے میرے لیے اُسکا عار و ننگ کافی ہے۔ (یعنی مین اُسکے عار و ننگ کا لحاظ رکھون یہ میرے لیے کافی ہے) اگر مین مرجاؤنگا تو وہ اپنی اوڑھنی کو (میرے غم مین) پھاڑ ڈالے گی اور وہ (میرے سوگ مین) اپنے بالونکا صدار بنالے گی چنانچہ مین نے اسکی یادگار مین یہ سر بند باندھا ہے۔

وفات خنساء نے جنگ قادسیہ کے کم و بیش سات سال بعد ۲۴ھ مین وفات پائی۔

ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ معاویہ بن سفیان کے زمانہ خلافت مین کسی بیابان کے اندر انھون نے انتقال کیا[2]۔

---

[1] اصابہ صفحہ ۵۵۲، و در المنثور صفحہ ۱۱۱، [2] در المنثور صفحہ ۱۱۴

حضرت صفیہؓ

نام ونسب آپ کا نام صفیہ ہے اورنسب جو رسول اللہ صلعم کا ہے وہی انکا ہے کیونکہ یہ آنحضرت صلعم کی پھوپھی اور عبدالمطلب کی بیٹی تھین اس رشتہ سے کہ آنحضرت صلعم کی والدہ کی سگی بہن ہالہ بنت وہب ان کی والدہ تھین[1]

نکاح زمانۂ جاہلیت مین ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث بن حرب سے ان کی شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، حارث کی وفات کے بعد آپ عوام بن خویلد کے نکاح مین آئین - ان سے تین لڑکے ہوے، زبیر، سائب، عبدالکعبہ[2]

اسلام وہجرت رسول اللہ صلعم کی پھوپھیون مین صرف انہین کے لیے مورخین بالاتفاق اسلام لانے کا فیصلہ کرچکے ہین گو حضرت اروی اور حضرت عاتکہ وغیرہ کو بھی ابن سعد نے اسلام لانیوالونکے ذیل مین لکھا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ سوائے ان کے عمات آنحضرت صلعم مین دوسرون کا اسلام لانا محقق نہین ہے، ابن اثیر کا فیصلہ بھی یہی ہے[3]، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو ان کے شرف وامتیاز مین بہت کچھ اضافہ کرتی ہے،

ہجرت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ انھون نے حضرت زبیر کے ساتھ ہجرت کی - ابن سعد نے اس ذیل مین جو کچھ لکھا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ھاجرت الی المدینۃ -

عام حالات آپ کئی غزوات مین شریک ہوئین - غزوۂ خندق مین انکا استقلال نسوانی جرارت کی حیرت انگیز مثال ہے -

جب آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو عورتون کو حضرت حسان کے ساتھ ایک قلعہ مین جسکو اُطم اور فارع بھی کہتے ہین ٹھہرادیا، اور حضرت حسان رضؓ (مداح رسولؐ) کو حفاظت کے لیے متعین کردیا -

---

[1] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] طبقات ج ۸ ص ۲۷، [3] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۹۲،

یہ موقع ایسا تھا کہ عورتین تنہا تھین صرف حضرت حسان کی موجودگی چندان مفید ان تھی اسلیے یہودیون نے میدان خالی دیکھ کر مسلمانون کی مشغولیت سے فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ ایک یہودی قلعہ کے دروازہ تک پہونچگیا اور کان لگا کر باتین سننے لگا کہ موقع پائے تو حملہ کرے، حضرت صفیہ نے دیکھ لیا چونکہ طبیعت کی دلیر تھین اسلیے فوراً حضرت حسان سے بولین "اُتر کر اسکو قتل کر ڈالو" انھون نے جواب دیا کہ اگر مین اس قابل ہوتا تو آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ ہوتا" واقعہ یہ ہے کہ اس سے قبل حضرت حسان ایک مرض مین مبتلا رہ چکے تھے جس کی وجہ سے جسمانی کمزوری کے علاوہ دل بھی اتنا ضعیف ہوگیا تھا کہ اس قسم کی جرأت نہ کرسکے اور معذوری ظاہر کرنے لگے۔ بہرحال حضرت صفیہ کی جرأت اس جواب سے کم نہ ہوئی، اُٹھین اور ایک خیمہ کی چوب اکھاڑکر یہودی کے سر پر دے ماری، یہ ضرب ایسی نہ تھی کہ خطا ہوتی یہودی اس کے صدمہ سے جانبر نہو سکا، اب یہ حضرت حسان سے مخاطب ہوئین کہ جاؤ اور اسکا سر کاٹکر قلعے کے نیچے یہودیون مین پھینک آؤ، حضرت حسان نے اسمین بھی عذر کیا، آخر یہ کام بھی حضرت صفیہ نے کیا جس سے یہودیون کو یقین ہوگیا کہ قلعہ پر حملہ کرنا خطرہ سے خالی نہین اور معلوم ہوتا ہے کہ یہان بھی کچھ فوج مسلمانون کی متعین ہے[1]۔

جنگ احد جنگ خندق سے پہلے ہوئی تھی، حضرت صفیہ جنگ احد مین بھی شریک ہوئین اور اس موقع پر بھی اپنی جرأت کی قابل رشک مثال قائم کردی، عفان ابن مسلم کی روایت ہے کہ مسلمان کفار کی کثرت سے گھبرا کر آمادہ فرار تھے اور ایک طرح کی شکست ہو چکی تھی اس حالت مین حضرت صفیہ ہاتھ مین نیزہ لیے ہوئے آئین اور لوگون کو مار کر دکتی تھین اور غصہ مین کہتی جاتی تھین تم رسول اللہ صلعم سے بھاگتے ہو، آنحضرت صلعم نے انکو دیکھا تو حضرت زبیر کو بلا کر ہدایت فرمائی کہ یہ حضرت حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائین کیونکہ نعش کی حالت بہت خراب تھی اور کسی طرح اس قابل نہ تھی کہ ایک عورت اور وہ بھی ماں جائی بہن دیکھ ضبط کرسکے حضرت زبیر بتعمیل ارشاد ان کے پاس آئے اور کہا "امان! رسول اللہ صلعم آپ کو واپس ہونے کا حکم دیتے ہین" بولین کیون، مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ میرے بھائی کو مثلہ کیا گیا ہے، خدا جانتا ہے کہ یہ مجھے پسند نہین تاہم مین ضرور صبر کرونگی اور انشاء اللہ ضبط سے کام لونگی، حضرت زبیر نے جو کچھ سنا تھا آنحضرت صلعم سے بیان کردیا یہ سنکر آپ نے اجازت دے دی۔ پھر حضرت صفیہ اپنے

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۹

سگے بھائی کی لاش پر آئیں، جسم کے ٹکڑے اپنی آنکھوں سے دیکھے مگر اتنا ضبط کیا کہ کچھ نہ بولیں اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر دعاے مغفرت مانگنے لگیں، جب یہ چلی گئیں تو آنحضرت صلعم کے حکم سے حضرت حمزہ دفن کیے گئے[1]

فضل وکمال صاحب درمنثور لکھتے ہیں، کانت شاعرۃ فصیحۃ منفذ مثلہ عند جمیع العرب بالقول والفعل والشرف والحسب والنسب، وہ ایک فصیح شاعرہ تھیں اور تمام عرب کے نزدیک قول، فعل، حسب، نسب اور بزرگی کے لحاظ سے خاص امتیاز کی مالک تھیں،

جب عبدالمطلب کی وفات ہو گئی تو حضرت صفیہ نے اپنی بہنوں اور بنی ہاشم کی عورتوں کو بلاکر ایک مجلس منعقد کی جسمیں ہر ایک نے مرثیے لکھے حضرت صفیہ کے مرثیے کے بعض اشعار یہ ہیں،

ارقت لصوت نائحۃ بلیل	میں رات کو ایک نوحہ کرنے والی
علی رجل بقارعۃ الصعید	کی آواز سے روتی جو ایک مرد کریم پر
ففاضت عند ذالکم دموعی	رو رہی تھی۔ اور اس حال میں
علی خدی کمنحدر الفرید	میرے آنسو مسلسل موتیوں کی طرح رخسار پر بہنے لگے
علی رجل کریم غیر وغل	ایسے مرد کریم کی (وفات پر) افسوس
لہ الفضل المبین علی العبید	کرتے ہیں جو بیہودہ نہ تھا اور اسکی بزرگی دور دور
بہ فعم البیت الجوذی فضول	عیاں تھی، وہ عالی خاندان کشادہ ابرو
وغیث الناس فی الزمن الحرود	صاحب فضائل اور قحط سالی میں لوگوں کیلیے ابر تھا
فلو خلد امرؤ ولقدیم مجد	پس اگر انسان اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے
ولکن لا سبیل الی الخلود	ہمیشہ رہتا لیکن ہمیشگی کی کوئی صورت نہیں
لکان مخلدا اخری اللیالی	تو اپنی فضیلت اور قدیم شرافت کی وجہ
لفضل المجد والحسب التلید	سے بہت زمانہ تک زندہ رہتا،

رسول اللہ صلعم کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے اسکے چند شعر یہ ہیں۔

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا	یا رسول اللہ! آپ ہماری امید تھے
وکنت بنا برا ولم تک جافیا	آپ ہم پر احسان کرتے تھے ظالم نہ تھے
وکنت رحیما ھادیا ومعلما	آپ رحمدل، رہبر اور معلم تھے

[1] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۹۲،

لبیک علیك الیوم من کان باکیا — آج ہر رونے والے کو آپ پر رونا چاہیے

فدی لرسول اللہ امی وخالتی — رسول اللہ پر میری ماں، خالہ

وعمی وخالی ثم نفسی ومالیا — چچا، اور ماموں قربان ہوں پھر میں

فلو ان رب الناس ابقی نبینا — خود اور میرا مال بھی۔ کاش کہ خدا

سعدنا ولکن امرہ کان ماضیا — ہمارے نبی کو زندہ رکھتا تو ہم کیسے خوش قسمت تھے

علیك من اللہ السلام تحیة — مگر اسکا حکم ہو کر رہتا۔

وادخلت جنات من العدن راضیا — آپ پر اللہ کی طرف سے سلام ہو اور آپ جنات عدن میں داخل ہوں)

حماسیات میں بھی ان کی شاعری بری نہ تھی، وہی جوش و خروش وہی الفاظ کا رکھ رکھاؤ، اور بندش کی وہی متانت جو حماسی شعرا کا خاصہ ہے، ان کے کلام میں بھی بڑی حد تک موجود ہے، مثلاً

الا من مبلغ عنی قریشا — کوئی ہے! جو میری طرف سے قریش کو پہونچائے کہ تم ہمپر کس بات میں حکومت کرتے ہو

ففیم الامر فینا والامار — ہمارے بزرگ بہت قدیم میں تمکو معلوم ہے

لنا السلف المقدم قد علمتم — کہ ہمارے لیے فریب کبھی جنگ کی آگ

ولم توقد لنا بالغدر نار — نہیں جلائی گئی۔

وکل مناقب الاخیار فینا — ہم میں تو تمام اوصاف نیکوں کے موجود

وبعض الامر منقصة وعار — ہیں، اگرچہ بعض اخلاق[1] نقصان عار پر بھی مبنی ہیں

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ایک شعر حضرت صفیہ کا حضرت حمزہ کے مرثیہ کے متعلق نقل کیا ہے جس سے انکی بلاغت و قدرت کلام کا اندازہ ہوتا ہے اس شعر میں جناب رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے کہتی ہیں۔

ان یوما اتی علیك لیوم — آج آپ پر وہ دن آیا ہے جسمیں آفتاب

کورت شمسہ وکان مضیئا — سیاہ ہو گیا ہے حالانکہ اس کے پہلو روشن تھا

بقول بعض مورخین حضرت صفیہؓ سے چند احادیث بھی مروی ہیں مگر یہ قول پایہ تحقیق کو نہیں پہونچا

وفات ۷۳ سال کی عمر میں بزمانہ خلافت حضرت عمرؓ ہجرت کے بیسویں سال حضرت صفیہ نے وفات پائی مقام بقیع مغیرہ بن شعبہ کے صحن میں دفن ہوئیں

[1] اشعار کا انتخاب درمنثور صفحہ ۲۶۱ و ۲۶۲ سے ماخوذ ہے [2] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۶۷، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۳

حضرت فاطمہ بنت اسد

نام و نسب آپ کا نام فاطمہ ہے اور آپ کے والد کا نام اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھا چونکہ آپ نسبًا ہاشمیہ ہیں، اس لیے زیادہ نسب کی تحقیق غیر ضروری ہے[1]

نکاح آپ ابوطالب بن عبد المطلب کے نکاح میں تھیں انہیں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں، ھی اوّلُ ھاشمیۃٍ ولدت لھاشمی یہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جن سے ہاشمی اولاد ہوئی[2]

اسلام و ہجرت جب رسول اللہ صلعم نے دعوت اسلام پر اہل عرب کو متوجہ کیا تو تمام قبائل میں بنی ہاشم پیش پیش رہے اور اکثر مسلمان ہوئے، حضرت فاطمہ بھی انہیں میں تھیں، خود بھی اسلام لائیں اور علاوہ شوہر کے ان کی بعض اولاد بھی اس دولت سے شرفیاب ہوئی۔

خدا نے ان کو اسلام کے ساتھ ہجرت کا شرف بھی عطا کیا جب آپ مدینہ منورہ آئیں، تو حضرت علی رض کے ساتھ حضرت فاطمہ رض بنت رسول اللہ صلعم کی شادی ہوئی، چونکہ اہلبیت اطہار کی زندگی زخارف دنیوی سے معرا اور بالکل سادہ تھی اس لیے گھر کا سارا کام خود ہی کر لیا جاتا تھا، ملازم وغیرہ کا ذکر بھی نہ تھا، چنانچہ اس موقع پر حضرت علی رض نے اپنی والدہ سے خطاب کر کے کہا۔ کفی فاطمۃ بنت رسول اللہ سقایۃ الماء والذھاب فی الحاجۃ ویکفیک الداخل الطحن والعجن میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کرونگا اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی[3]

اخلاق و عادات آپ نہایت نیک مزاج اور شریف خصلت خاتون تھیں۔ رسول اللہ صلعم ان کی تعریف کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا "لم یکن احد بعد ابی طالب ابر بی منھا" "ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا"[4]

---

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۴، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۱۷، [4] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۴

آنحضرت صلعم اکثر ان کے گھر آرام فرماتے اور ان کو دیکھنے تشریف لاتے تھے[1]

اولاد طالب، عقیل، جعفر، علی، آپ کی اولاد ذکور اور ام ہانی، جمانہ اور ربطہ اولاد اناث[2]

وفات بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئین، لیکن اسکو خیال سے زیادہ وقعت نہین صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات ہجرت کے بعد ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص مین کفنایا اور دفن کے بعد قبر مین لیٹ گئے۔ لوگون نے تعجب سے پوچھا تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ کسی نے میرے ساتھ مہربانی نہین کی، اس لیے مین نے ان کو اپنی قمیص پہنائی کہ جنت مین انکو بہشتی لباس پہنایا جائے اور قبر مین لیٹ گیا تاکہ شدائد مین آسانی ہو[3]

درمنثور مین لکھا ہے

وفاطمة هذه لها فضائل مشهورة و	یہی فاطمہ ہین جن کے فضائل و مآثر کتب سیر مین
مآثر مشکورة مذکورة فی کتب التاریخ	مذکور ہین[4]
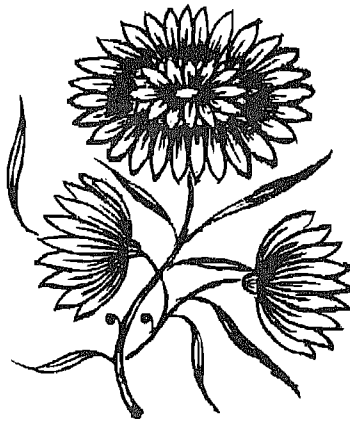
[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۱، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۱، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۴ و اسد الغابہ وغیرہ
[4] درمنثور صفحہ ۳۵۹،

حضرت ام ایمن

نام ونسب برکہ نام ہے اور ام ایمن کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے۔ برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان آپ حبشیہ ہین اور آنحضرت صلعم کے والد حضرت عبداللہ کی کنیزون مین سے تھین، اُنھون نے وفات پائی تو یہ حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگین۔ رسول اللہ صلعم کی حضانت وتربیت بہت زیادہ انہین سے متعلق تھی، جب رسول اللہ سن شعور کو پہونچے تو وراثۃً یہ بھی آپ کے حصہ مین آئین [1]

عقد بنی حارث بن خزرج کے قبیلہ مین عبید ابن زید ایک شخص تھے، یہی ان کے شوہر تھے عبید نے جنگ حنین مین شہادت پائی تو آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ سے نکاح کردیا، حضرت ام ایمن کا یہ نکاح نبوت کے بعد ہوا، [2]

اسلام ان کے پہلے شوہر بھی مسلمان تھے اور دوسرے تو گویا مسلمانون مین خصوصیت سے ممتاز تھے کیونکہ آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ اور محبوب غلام تھے۔ اور سچ پوچھیے تو اسلام کو تو انھون نے گودیون مین کھلایا تھا۔

ہجرت اور عام حالات جن مسلمانون کو دو ہجرتون کا شرف حاصل ہوا انہین مین یہ بھی ہین یعنی مکہ سے ہجرت کرکے پہلے حبشہ گئین پھر وہان سے مدینہ واپس آئین۔ غزوۂ احد اور غزوۂ خیبر مین بھی شریک ہوئین غزوۂ احد مین حضرت ام ایمن نے پانی پلانے اور مریضون کی تیمارداری کرنے کی خدمت انجام دی تھی [3]

آنحضرت صلعم احیانًا ام ایمن سے مزاح بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ام ایمن آئین اور آنحضرت صلعم سے کہنے لگین۔ مجھے سوار کردیجیے، رسول اللہ نے پوچھا تمھین اونٹ کے بچے پر سوار کردون،" ان کی سمجھ مین نہ آیا بولین "یارسول اللہ وہ میرا بار نہ اٹھا سکیگا اور مین اسے تو نہین مانگتی

[1] اسد الغابہ وصحیح مسلم وغیرہ، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۲، [3] ایضاً صفحہ ۱۶۴

آپ نے جواب دیا میں تو تمہیں اونٹ کے بچہ ہی پر بٹھاؤنگا، یہ تھا آپ کا مزاح جسمیں جھوٹ کا نام بھی نہ تھا اور یہ تھی آپ کی خوش طبعی جسکے متعلق محدثین کا اتفاق ہے، کان رسول اللہ صلعم یمزح ولا یقول الا حقا[1]،

رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تو ام ایمن بہت رنجیدہ ہوئیں اور رونے لگیں لوگوں نے سمجھایا تو بولیں۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلعم سے مفارقت ہوگی، لیکن میں تو اسپر روتی ہوں کہ اب ہم سے وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا[2]۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تسلی دینے لگے کہ رسول اللہ صلعم کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے، تو کہا مجھے خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، یہ جواب اسقدر موثر تھا کہ حضرت ابوبکر و عمر بھی ضبط نہ کرسکے اور زار زار رونے لگے[3]۔

جب حضرت عمرؓ شہید ہوئے تو حضرت ام ایمن رونے لگیں اور کہا،

اَلْیَوْمَ وَهَنَ الْاِسْلَامُ، آج اسلام ضعیف ہوگیا[4]،

آنحضرت صلعم کے پاس انصار کے دیے ہوئے بہت سے نخلستان تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے وہ نخلستان واپس کرنا شروع کردیے۔ ان میں سے کچھ باغ حضرت انس بن مالک کے بھی تھے جو آپ نے حضرت ام ایمن کو دے دیے تھے۔ حضرت انس آئے تو ام ایمن نے ان باغوں کی واپسی سے انکار کردیا، آنحضرت صلعم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دس گنا زیادہ عطا فرمایا[5]۔

اخلاق وعادات آنحضرت صلعم ان کی بہت تعریف کرتے تھے، اکثر ان کے گھر تشریف لاتے اور "امی" کہہ کر خطاب فرماتے، جب ان کی طرف نظر کرتے تو فرماتے ھذہ بقیۃ اھل بیتی[5]۔

عبید بن زید کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا

مَنْ سَرَّهُ اَنْ یَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَتَزَوَّجْ اُمَّ اَیْمَنَ، جو شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے اسکو ام ایمن سے نکاح کرنا چاہیے[6]۔

ایک مرتبہ آپ ان کے گھر تشریف لائے تو انھوں نے شربت پیش کیا آپ روزہ سے

[1] طبقات ج ۸ ص ۱۶۳، [2] ایضاً، [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۴، [5] صحیح بخاری وطبقات ج ۸ ص ۱۶۳، [6] طبقات ۸ ص ۱۶۲، ایضاً، [7] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱

تھے اسلیے متردد ہوے اسپرام ایمن بہت ناراض ہوئین لہ غالباً انکو معلوم نہ تھا اور آنحضرت صلعم نے اسکا اظہار غیر ضروری سمجھا تھا،

فضل وکمال حضرت ام ایمن نے احادیث کی روایت بھی کی ہے جن بزرگون نے انکے سلسلہ سے روایت کی ہے ان مین سے بعض یہ ہین، حضرت انس بن مالک، حنش ابن عبداللہ صنعانی ابویزید مدنی،

اولاد ان کی اولاد مین پہلے شوہر سے ایمن تھے دوسرے سے اسامہ۔ دونون صحابی تھے، حضرت اسامہ کو صحابہ مین بڑا رتبہ حاصل تھا اور وہ آنحضرت صلعم کو بہت عزیز تھے،

وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین انتقال کیا، ابن اثیر نے آنحضرت صلعم کے پانچ یا چھ ماہ بعد انکا زمانہ انتقال بتلایا ہے جو کسی طرح صحیح نہین۔ صحیح یہی ہے کہ انھون نے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین وفات پائی ۲ہ

لہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲، ۲ہ طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۴،

اسماء بنت یزید

نام ونسب نام اسماء، ام سلمہ کنیت، نسب یہ ہے، اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن حشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس[1]

اسلام اور بیعت ان کے اسلام کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں، بیعت کا واقعہ البتہ تفصیل سے آیا ہے، جو قبول اسلام کے بعد ہی پیش آیا۔ آنحضرت صلعم صحابہ کی جماعت میں رونق افروز تھے، اسماء آئیں اور حسب ذیل تقریر کی رسول اللہ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں مسلمان عورتوں کی طرف سے پیغام لیکر آئی ہوں، اللہ نے آپ کو مرد عورت سب کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، ہم آپ کے پیرو ہیں اور آپ پر ایمان لائے ہیں ہم میں اور مردوں کی حالتیں بہت فرق ہے، ہم لوگ اپنے گھروں کی چار دیواری میں محصور ہیں اور تمھاری اولاد کی پرورش کرتے ہیں، تم لوگ مرد ہو جمعہ اور نماز جماعت و نماز جنازہ میں حاضر ہوسکتے ہو، حج کو جاتے ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہو، ہم ان موقعوں پر تمھاری اولاد کو پالتے ہیں تمھارے اموال کی حفاظت کرتے ہیں کپڑوں کے لیے چرخہ کاتتے ہیں تو کیا ہم تمھارے ساتھ اس اجر و ثواب میں شریک نہونگے؟

آنحضرت صلعم یہ سنکر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "کیا تم نے دین کے متعلق کسی عورت سے ایسی گفتگو سنی ہے، لوگوں نے عرض کیا ہمکو گمان بھی نہ تھا کہ ایک عورت بھی ایسا سوال کرسکتی ہے، آپ نے اسماء سے فرمایا "اگر عورت اپنے شوہر کی رضا جوئی اور اس کی موافقت و فرمانبرداری کرتی ہے اور فرائض زوجیت ادا کرتی ہے تو اسکو بھی مرد کے برابر ثواب ملیگا"[2]

عورتوں کے اس وفد میں جسکی میثیرہ حضرت اسماء تھیں ان کی خالہ بھی شریک تھیں جو ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنے تھیں آپ نے فرمایا "اس زیور کی زکوٰۃ دیتی ہو

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۲۶، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۳۹۹

بولیں "نہیں" فرمایا تو کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ خدا انکو آگ کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنائے حضرت اسمار نے اپنی خالہ سے کہا "خالہ انکو اتار دو" انھوں نے فوراً سب چیزیں اتار کر پھینکدیں، پھر حضرت اسمار نے کہا یا رسول اللہ ہم زیور نہ پہنینگے تو شوہر کی نظر میں بے وقعت ہو جائینگے "فرمایا" تو چاندی کا زیور بنوا کر اور اسپر زعفران مل لو کہ سونے کی چمک پیدا ہو جائے" ان باتوں کے بعد بیعت کا وقت آیا تو آنحضرت صلعم نے چند اقرار کرائے حضرت اسمار نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں اپنا ہاتھ بڑھائیے" ارشاد ہوا کہ" میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا[1]

عام حالات آپ آنحضرت صلعم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتی تھیں اکثر تبہ ان کے سامنے آپنے دجال کا ذکر فرمایا اکثرت آہ و بکا سے کہرام مچگیا، آنحضرت صلعم اٹھکر چلے گئے دوبارہ تشریف لائے تب بھی یہی حالت تھی فرمایا "کیوں روتی ہو" حضرت اسمار نے کہا ہماری تو یہ حالت ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھتی ہے، ہمکو سخت بھوک ہوتی ہے، وہ پکا کر فارغ نہیں ہوتی کہ ہم بیتاب ہو جاتے ہیں، دجال کے زمانہ میں جب قحط پڑیگا تو کیونکر صبر کرسکینگے؛ فرمایا اس دن تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائیگی، پھر ارشاد ہوا کہ آہ و زاری کی ضرورت نہیں میں اسوقت تک زندہ رہا تو تم لوگوں کی سپر رہونگا ورنہ میرے بعد خدا ہر مسلمان کی حفاظت کریگا[2]

رخصتی کے وقت جن عورتوں نے حضرت عائشہ رض کو سنوارا تھا حضرت اسمار بھی انہیں شامل تھیں، حضرت عائشہ کو حجلہ میں بٹھا کر رسول اللہ کو خبر کی آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے کسی نے دودھ پیش کیا تو تھوڑا سا نوش فرما کر حضرت عائشہ کو دیدیا، انھوں نے شرم سے سر جھکا لیا تو حضرت اسمار نے ڈانٹا کہ رسول اللہ جو دیتے ہیں لے لو، حضرت عائشہ نے کسی قدر پی لیا پھر آنحضرت صلعم کو واپس کر دیا، آپ نے اسمار کو دیا انھوں نے پیالہ کو گھٹنے پر رکھ کر گردش دینا شروع کیا تاکہ جس طرف سے آنحضرت صلعم نے نوش فرمایا تھا اسی طرف سے وہ بھی پئیں، اس کے بعد آپنے فرمایا کہ اور عورتوں کو بھی دو، سب نے جواب دیا کہ" ہمکو اسوقت خواہش نہیں ہے" فرمایا" بھوک کے ساتھ جھوٹ نہ بولو"[3]

سنہ ۱۵ھ میں جب معرکہ یرموک پیش آیا تو حضرت اسمار نے خیمہ کی چوب سے ۹ رومیوں کو قتل کر کے اپنی شرکت کا ثبوت دیا[4]

[1] مسند جلد ۶ ص ۴۶۱ و ۴۶۰ و ۴۵۴ و ۴۵۳، [2] ایضاً صفحہ ۴۵۴ [3] ایضاً ۴۵۸ [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۳

اخلاق علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہین،

کانت من ذوات العقل والدین — وہ مذہب اور عقل دونون اوصاف کی حامل تھین

مہمان نوازی مین ممتاز تھین، شہر بن حوشب ان کے گھر آئے، سامنے کھانا رکھا گیا تو انھون نے انکار کیا، یہ آنحضرت صلعم کا ایک واقعہ بیان کر کے بولین "آپ تو انکار نہ کر دو گے"؟ شہر نے کہا "امان اب ایسی غلطی نہ ہوگی"[2]

آنحضرت صلعم کی خدمت بہت کرتی تھین، ایک بار آپ کی اونٹنی کی مہار تھامے کھڑی تھین کہ وحی نازل ہوئی، بیان کرتی ہین کہ وحی کا بار اتنا تھا کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہین اونٹنی کے ہاتھ پاؤن نہ ٹوٹ جائین[3]

فضل وکمال چند حدیثون کی روایت ان کے فضائل مین امتیازی اضافہ ہے، راویون کے نام یہ ہین:-

شہر بن حوشب، محمود بن عمر انصاری، مہاجر ابن ابی مسلم، مجاہد، اسحاق ابن راشد، باعتبار کثرت روایت ان سب مین شہر بن حوشب کا درجہ سب سے بلند ہے،

اولاد اولاد وغیرہ کا کہین حال نہین معلوم ہوتا۔

وفات سنہ وفات کی بھی یہی صورت ہے لیکن یقینی ہے کہ جنگ یرموک کے بعد آپ مدت تک زندہ رہین،

۱؎ استیعاب جز ۲ صفحہ ۷۲۶، ۲؎ مسند جز ۶ صفحہ ۴۵۷، ۳؎ ایضاً صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۸
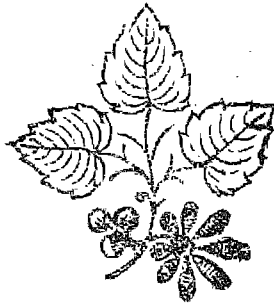
حضرت ام عمّارہ

نام ونسب ان کا نام نسیبہ ہے مگر حسب رواج عرب بہ نسبت نام کے کنیت زیادہ مشہور ہے انصار یہ تھین اور قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے و البتہ سلسلہ نسب یہ ہے، نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار[1]

ولادت ہجرت سے تخمیناً چالیس سال پہلے مدینہ مین پیدا ہوئین،

نکاح پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا جو ان کے چچازاد بھائی تھے زید سے دو اولادین ہوئین عبداللہ اور حبیب) زید کے انتقال کے بعد غزیہ بن عمرو سے عقد ہوا جس سے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے[2]

اسلام اسلام ابھی اپنے قدمون پر کھڑا نہیں ہوا تھا، دنیا کے کان حق وصداقت کی آواز سے ہنوز غیر مانوس تھے، حضور رسالت مآب صلعم کی نہ تھکنے والی کوششین برابر اپنے کام مین مصروف تھین، یہ وہ وقت تھا کہ آپ اہل مکہ سے مایوس ہو چلے تھے تاہم چونکہ خدا کی رحمت سے توقع قائم تھی اس لیے تبلیغ برابر جاری تھی، اسی زمانہ مین مدینہ کے کچھ آدمی آپ کا وعظ سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے دوسرے سال بارہ کا اور اضافہ ہوا، اب آنحضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیر کو ان بارہ مسلمانون کے ساتھ مدینہ روانہ کیا کہ وہان پہونچکر اشاعت وتبلیغ کی خدمت انجام دین۔ اس مختصر مگر اسلام کا سچا درد رکھنے والی جماعت کی کوشش یہان تک کامیاب ہوئی کہ مدینہ کے بڑے بڑے سربرآوردہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، انہین مین حضرت ام عمارہ اور ان کا خاندان بھی تھا، اسطرح حضرت ام عمارہ کو قبول اسلام مین دو شرف حاصل تھے، ایک تو سابقین اولین سے ہین دوسرے انصاریہ ہین،

عام حالات پہلا شاندار واقعہ جو حضرت ام عمارہ کی زندگی سے متعلق ہے بیعت عقبہ کی شرکت ہے، عقبہ گھاٹی کو کہتے ہین، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ارتقاے اسلام کے تیسرے سال تقریباً کچھتر

---

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۹۸، [2] ایضاً،

مسلمان مدینہ سے حضور کی خدمت میں روانہ ہوئے اور حج کے دو تین دن گذرنے کے بعد رات کو پچھلے پہر ایک پہاڑی کی گھاٹی میں بہرہ اندوز نیاز ہوئے، سب نے دست مبارک پر بیعت کی اور عہد کیا کہ "حضور مدینہ تشریف لےچلیں ہم جان و مال اور اولاد سب اللہ کے دین کی مدد میں قربان کرینگے"، ان بیعت کرنیوالے مسلمانوں میں دو عورتیں بھی تھیں ایک تو حضرت ام عمارہ دوسری ام منیع، جب عزیہ بن عمرو حضرت ام عمارہ کے شوہر نے اس موقع پر ان دونوں بیویوں کو بلاکر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ دو عورتیں بھی ہمارے ساتھ بیعت کے لیے حاضر ہوئی ہیں، تو فرمایا "میں نے جس عہد پر تمکو بیعت کیا ہے اسی پر ان سے بیعت لیتا ہوں مصافحہ کی ضرورت نہیں میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔"[1]

سنہ ۳ھ میں جب اُحد کا معرکہ ہوا تو اسمیں ام عمارہ بھی شریک تھیں۔ اسی جنگ میں آنحضرت صلعم کے عم محترم جناب حمزہ اور بہت سے مشہور و جان نثار صحابی شہید ہوئے مسلمانوں کے دل ٹوٹ چکے تھے اور اب حضور کے پاس چند مسلمان جو تعداد میں دس سے زیادہ نہ ہونگے حفاظت کے لیے باقی رہ گئے تھے، انہیں میں عزیہ بن عمرو، ام عمارہ اور ان کے دو بیٹے عبداللہ اور حبیب بھی تھے[2]

حضرت ام عمارہ اس نازک وقت سے پہلے بھی یعنی جب مسلمان فتحیاب تھے اور میدان جنگ میں استقلال سے مقابلہ کر رہے تھے بیکار نہ تھیں اور برابر مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں، اب آنحضرت صلعم کے لیے بالکل سینہ سپر تھیں، جب کفار بڑھتے تو تیر اور تلوار سے روکتیں، خود ان کا بیان ہے کہ میں اپنی ڈھال سے دشمنوں کے حربے روکتی تھی اور یہ کیا کرتی تھی کہ جب کوئی سوار وار کرتا تو روک لیتی اور اسکے آگے بڑھتے ہی پیچھے سے ایسا ہاتھ مارتی کہ اسکے گھوڑے کا پاؤں کٹ جاتا اور وہ مع سوار کے زمین پر آرہتا یہ دیکھ کر آنحضرت صلعم میرے بیٹے عبداللہ کو آواز دیکر امداد کے لیے بھیجدیتے پھر میں اور وہ دونوں فوراً اس سوار کا خاتمہ کر دیتے[3]

اس لڑائی میں ان کی والہانہ خدمات کا جب ذکر آتا تو آنحضرت صلعم فرماتے "میں غزوہ احد میں انکو برابر اپنے دائیں بائیں لڑتے دیکھتا تھا"، ابھی لڑائی ختم نہوئی تھی، کفار جوش پر تھے، یورش کرتے چلے آرہے تھے کہ ایک کافر کے پتھر سے آپ کا دندان مبارک شہید

[1] اسابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۹، [2] طبقات ج ۸ ص ۳۰۲، [3] ایضاً،

ہوگیا، پھر ابن قمیہ نے تلوار کا وار کیا جس سے خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں دھنس گئے اور خون ٹپکنے لگا، ام عمارہ نے یہ رنگ دیکھا تو بیتابی سے ابن قمیہ پر حملہ کیا جس کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھا، پھر اس نے تلوار ماری تو ان کے کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا[1]

ابن قمیہ تو بھاگ گیا مگر ان کے زخم کاری لگا تھا اسلیے خون میں نہا گئیں، آنحضرت صلعم نے اپنے سامنے کھڑے ہو کر انکے زخم پر پٹی بندھوائی اور چند بہادر صحابہ کا نام لیکر فرمایا کہ واللہ آج ام عمارہ کا کارنامہ ان کے کارناموں سے بہت زیادہ اہم ہے، ام عمارہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمائیے کہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں" آپ نے دعا کی تو بولیں ما ابالی ما اصابنی من الدنیا، اب مجھے دنیا کی کسی مصیبت کی پروا نہیں[2]

اس ہنگامہ میں ام عمارہ نے اس بے جگری سے حصہ لیا کہ جب انکا بیٹا عبد اللہ زخمی ہو کر بیٹھ گیا تو انھوں نے خود مرہم پٹی کی اور زخم باندھ کر بولیں "جاؤ بیٹا اب لڑو" آنحضرت صلعم نے فرمایا، ومن یطیق ما تطیقین یا ام عمارۃ اے ام عمارہ جتنی طاقت تجھ میں ہے کسی میں کہاں ہوتی ہے[3]

آنحضرت صلعم ان کی خدمات کی اتنی قدر فرماتے تھے کہ جب لڑائی ختم ہوئی اور سب لوگ واپس ہونے لگے تو آپ نے جب تک عبد اللہ بن کعب مازنی کو بھیجکر ان کی خیریت دریافت نہ فرمالی اپنے گھر تشریف نہ لے گئے[4]

اکثر مستند ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ام عمارہ جنگ احد کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، اور حنین کی لڑائیوں میں بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھیں، ابن سعد کا بیان ہے کہ انھوں نے

وشهدت احدًا والحديبية وخيبر وعمرة القضية وحنينا ويوم اليمامة،

جنگ احد، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضاء، حنین، اور جنگ یمامہ دیکھی تھی[5]

لیکن سوائے یمامہ کے اور کسی جنگ میں ان کی شرکت کا حال نظر سے نہیں گذرا، جنگ یمامہ کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکا کسیقدر تفصیل سے ہدیہ ناظرین ہے،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد اہل یمامہ کا سردار مسیلمہ کذاب جو بڑا ظالم اور زبردست شخص تھا مرتد ہو گیا۔ اس کے قبیلہ میں تقریباً چالیس ہزار آدمی لڑنے والے تھے سب اسکے

[1] ایضاً صفحہ ۱۰۱ و سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۴۱۸، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۰۳، ۱۰۲، [3] ایضاً ۳۰۲، [4] ایضاً، [5] ایضاً صفحہ ۱۰۵

ساتھ ہوگئے، چنانچہ اسنے اپنی قوت کے گھمنڈ مین نبوت کا دعویٰ کر دیا اور سب سے اپنے آپکو نبی کہلوانے لگا، جو انکار کرتا اسکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتا۔ حبیب بن زید حضرت ام عمارہ کے بیٹے عمان سے مدینہ آرہے تھے کہ مسلیمہ کے ہاتھ لگ گئے، اس نے ان کو قبضہ مین لیکر کہا "تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہین"، "انھون نے کہا ہان"۔ بولا نہین یہ گواہی دو کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے" انھون نے سختی سے انکار کیا تو اس نے ان کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا دوبارہ پھر کہا پھر یہی جواب پایا تو دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا غرض اسکو اپنے دعوے پر اصرار رہا انکو اپنی صداقت پر، آخر اسنے ایک ایک کرکے تمام اعضا کاٹ ڈالے مگر اس مرد خدا نے جان دیدینا گوارا کیا اور رہ تسلیم و رضا سے قدم نہ ہٹایا۔ یہ واقعہ حضرت ام عمارہ نے سُنا تو سینہ پر صبر کی سل رکھی اور دلمین ٹھان لی کہ اگر مسلمانون نے لشکرکشی کی تو اس مرتبہ ظالم کو انشاءاللہ مین خود اپنی تلوار سے لقمۂ موت بناؤنگی[1]۔

مسلیمہ کی ان چیرہ دستیون کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو ہوئی تو انھون نے فتنۂ ارتداد کی بیخکنی کے لیے حضرت خالد بن ولید کو چار ہزار فوج دیکر روانہ کیا، ام عمارہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور حضرت خلیفۃ المسلمین سے اجازت لیکر ساتھ ہولین مقابلہ ہوا اور سخت ہوا، مسلیمہ بہت استقلال سے لڑا، بارہ سو مسلمان شہید ہوے مگر حق ہمیشہ بلند ہو کر رہتا ہے، کفار اس سے کہین زیادہ مارے گئے کتب تاریخ مین ۸-۹ ہزار کی تعداد لکھی ہے، اس ہنگامہ مین حضرت ام عمارہ نے مسلیمہ کو تاک لیا، اپنی برچھی اور تلوار سے صفین چیرتی اور زخم پر زخم کھاتی مسلیمہ کے قریب پہونچین، یہان تک پہونچنے مین نیزے اور تلوار کے گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کلائی سے جدا ہوگیا مگر جبین تحمل پر شکن نہ آئی اور آگے بڑہین کہ مسلیمہ پر وار کرین کہ اتنے مین ایک ساتھ دو تلوارین مسلیمہ پر پڑین اور وہ کٹ کر گھوڑے سے گر پڑا، غور سے دیکھا تو آپ نے عبداللہ کو پاس کھڑا پایا پوچھا تو نے اسکو قتل کیا ہے" جواب دیا" ایک تلوار میری پڑی ہے دوسری وحشی کی، اب معلوم نہین کہ کس کے وار سے اسکی موت آئی" ام عمارہ بہت خوش ہوئین اور اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔

چونکہ زخم بہت تھے، ہاتھ بھی کٹ چکا تھا اسلیے بہت کمزور ہوگئی تھین، حضرت خالد بن ولید امیر لشکر نے جو ان کی شجاعت و بزرگی کے قائل تھے اور ان کا بہت ادب کرتے تھے

[1] جنگ یمامہ کا تمام بیان خواتین مطبوعہ علیگڈھ سے ماخوذ ہے اگرچہ حوالہ مناسب نہ تو اپنی یادگر سیرۃ وغیرہ کی تاریخ کے سلسلہ

نہایت غور و پرداخت سے ان کی تیمارداری کی اور علاج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، چنانچہ جب یہ اچھی ہوگئیں تو حضرت خالد کی تعریف میں کہتی تھیں "وہ نہایت ہمدرد کریم النفس اور متواضع سردار ہیں انھوں نے بڑی غمخواری کے ساتھ ہماری تیمارداری کی"[1]

اخلاق ایک بہادر اور دلیر عورت کے اخلاق کا کیا پوچھنا۔ بہادری خود ایسا مستقل وصف ہے جو بہت سے اصناف اخلاق پر حاوی ہے" لیکن اگر تفصیل ہی کی ضرورت ہو تو کچھ اور واقعات بھی ہیں جن سے اس عنوان پر بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے۔

آنحضرت صلعم ان کے پاس آئے تو انھوں نے کھانا پیش کیا رسول اللہ نے فرمایا، تم بھی کھاؤ" بولیں" میں روزہ سے ہوں، ارشاد ہوا ان الصائم اذا اکل عندہ صلت علیہ الملائکۃ روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو فرشتے اسپر درود پڑھتے ہیں[2]

یہ تو آنحضرت صلعم کی محبت کا حال تھا آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی انکے دیکھنے ان کے گھر آیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کا احترام بہت ملحوظ رہتا تھا۔ چنانچہ ان کے زمانہ خلافت میں ایکمرتبہ مال غنیمت میں کچھ بیش قیمت کپڑے آئے ان میں ایک دوپٹہ زر کار بہت قیمتی تھا۔ بعض نے یہ رائے دی کہ یہ دوپٹہ آپ کے بیٹے عبداللہ کی بیوی کو دیا جائے بعض نے کہا کہ آپ کی بیوی کلثوم بنت علی رض کو۔ حضرت عمر رض نے فرمایا "میں سب سے زیادہ حقدار ام عمارہ کو سمجھتا ہوں انہیں کو دونگا کیونکہ رسول اللہ صلعم سے میں نے احد کے دن سنا تھا،" ما التفت یوم احد یمینا ولا شمالا الا وارا ھا تقاتل دونی میں جدھر نظر ڈالتا تھا ام عمارہ ہی ام عمارہ لڑتی نظر آتی تھیں، چنانچہ دوپٹہ انہیں کے پاس بھیجدیا۔

فضل وکمال انھوں نے آنحضرت صلعم سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں جنہیں انکے سلسلہ سے عباد بن تمیم بن زید، حارث بن عبداللہ بن کعب، عکرمہ اور لیلی نے روایت کیا ہے[3]

وفات ان کا سنہ وفات غیر معلوم ہے، مسیلمہ کذاب کی جنگ کے بعد تک انکا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے اسکے آگے نہیں معلوم کب تک زندہ رہیں۔

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۳۰۲ [2] اصابہ ج ۸ ص ۲۷۹ [3] ایضاً

ام حرام بنت ملحان

نام ونسب ام حرام کنیت ہے، نام معلوم نہین، بنی خزرج کے خاندان نجار سے تھین ان کا نسب یہ ہے:- ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ ان کی والدہ ملیکہ تھین جو مالک بن عدی بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھین۔ اس رشتہ سے حضرت ام حرام حضرت ام سلیم کی بہن اور حضرت انس رض کی خالہ ہوئین[1]

نکاح صرف تہذیب مین لکھا ہے کہ ان کے پہلے شوہر عمرو بن قیس انصاری تھے[2] ورنہ عام کتابون سے حضرت عبادہ بن صامت کا شوہر ہونا معلوم ہوتا ہے، جو بڑے جلیل القدر صحابی تھے ابن سعد کا خیال ہے کہ پہلے عبادہ بن صامت کے نکاح مین تھین پھر عمرو بن قیس کی زوجیت مین آئین[3] اور یہ صحیح نہین کیونکہ مستند کتب سیر سے عبادہ بن صامت کا آخر شوہر ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

عام حالات آنحضرت صلعم نے ان کے شہید ہونے کی خبر دی تھی جسکا تفصیلی واقعہ یون ہے کہ ایک دن آپ ان کے گھر تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام فرمایا تو ام حرام نے جوئین دیکھنا شروع کین آپ پر غنودگی طاری ہوئی تھوڑی دیر کے بعد مسکراتے ہوئے اٹھے تو فرمایا مینے خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر مین غزوہ کے ارادے سے سوار ہین ام حرام بولین یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمایئے کہ مین بھی انہین شامل ہون، آپ نے دعا کی اور پھر سوگئے کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور وہی خواب بیان فرمایا، ام حرام نے پھر دعا کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ تم اونہین مین سے ہو[4]

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۸ و ۳۱۰ [2] تہذیب ج ۱۲ صفحہ ۴۶۲ [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۷ [4] ایضاً و اسد الغابہ ج ۵ و زرقانی ج ۱۱ صفحہ ۶۶

ایفائے تعبیر اور وفات۔ اسکے بعد ہی حضرت ام حرام کا عقد حضرت عبادہ بن صامت رضہ سے ہوا، ۲۷ھ میں بزمانہ خلافت حضرت عثمان غنی رضہ امیر معاویہ نے جو شام کے حاکم تھے جزائر قبرس پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی اور حملہ آور ہوئے وہان کا ایک بیڑا تیار کیا جسمین حضرت ابوذر رضہ ابودردا عبادہ رضہ بن صامت اور بہت سے صحابہ شامل تھے ام حرام بھی عبادہ بن صامت کے ہمراہ تھین فتح قبرس کے بعد جب لوگ واپس ہونے لگے تو ام حرام بھی سواری پر چڑہین لیکن جانور نے چڑھنے نہ دیا اور زمین پر گرا دیا، چوٹ اتنی سخت آئی تھی کہ جانبر نہ ہوئین مجبوراً وہین دفن کر دی گئین [1]

فضل و کمال۔ اور نیک بیویون کی طرح انکو بھی روایت حدیث کا شرف حاصل تھا حضرت انس، عمر و ابن اسود، حضرت عبادہ بن صامت، عطار بن یسار، یعلی بن شداد بن اوس نے ان کی سماعت پر اعتماد کیا ہے اور ان کے سلسلہ سے حدیث بیان کی ہے [2]

صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم ان کی عزت کرتے تھے، انکو دیکھنے تشریف لاتے اور ان کے پاس آرام فرماتے تھے [3]

اولاد مین تین لڑکے چھوڑے، پہلے شوہر سے قیس، عبداللہ اور حضرت عبادہ سے محمد [4]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۷۴ [2] اصابہ ج ۸ صفحہ ۳۰۱ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۷۴ [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۸

حضرت سمیہ بنت خباط

نام ونسب سمیہ نام ہے خباط کی بیٹی ہین، حضرت عمار ابن یاسر مشہور صحابی کی والدہ تھین اس سے زیادہ نسبی حالات معلوم نہین ہوتے[1]

نکاح حضرت سمیہ ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھین، انہین کے حلیف یاسر بن عامر عنسی سے نکاح ہوا، جب حضرت عمار کی ولادت ہوئی تو ابو حذیفہ نے انکو آزاد کردیا[2]

اسلام حضرت سمیہ کا اسلام ان لوگون کے مثل تھا جو اسلام کے لیے ہر قسم کی تکالیف اپنے لیے راحت سمجھتے تھے اور اپنی تعداد کے اعتبار سے بہت تھوڑے تھے۔ ابن اثیر اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سمیہ اسلام لانے والون مین ساتوین خاتون تھین اور یہ پہلی بیوی ہین جو حق کی خاطر طرح طرح کی تکلیفون کا نشانہ بنین اور نہایت صبر وضبط کے ساتھ راہ الٰہی مین شہید ہوئین[3]

مشرکین ان کو صرف اسلیے کہ مسلمان ہوگئی تھین، لوہے کی زرہ پہنا کر مکہ کی جلتی ریت پر دھوپ مین کھڑا کرتے تھے مگر ان کے عزم واستقلال مین فرق نہ آتا تھا، آنحضرت صلعم اسطرف سے گذرتے اور حضرت عمار، انکی والدہ اور والد کو اس حال مین دیکھ کر فرماتے صبر کرو اے آل یاسر، تمھارے لیے جنت ہے[4]

وفات دن تو اس طرح گذر جاتا شام کو کچھ آرام ملتا۔ ایکدن رات کو گھر آئین تو ابو جہل نے گالیان دینے دیتے غصہ مین برچھی پھینک ماری جس سے حضرت سمیہ جان بحق تسلیم ہوگئین[5]

حضرت عمارؓ کو اپنی والدہ کی اس مرگ بیکسی پر سخت صدمہ ہوا آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے اور کہا "یا رسول اللہ اب تو مظالم کی حد ہوگئی" آپ نے صبر کی تلقین کی

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۹، [2] ایضاً صفحہ ۷۶۰ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۱ [5] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۱، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۰،

اور فرمایا اللھم لا تعذب احدا من آل یاسر بالنار، اے اللہ آل یاسر کو دوزخ سے بچا[1]

حضرت سمیہ بہت ضعیف اور کبیر السن تھیں۔ اسلام بھی اسی عمر میں لائیں۔ انکی شہادت کے بعد جنگ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمار سے فرمایا قتل اللہ قاتل امک اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا[2]

حضرت سمیہ کی شہادت ہجرت نبوی سے قبل واقع ہوئی اسلیے ان کے سب سے پہلے شہید ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۹ [2] طبقات ج ۸ ص ۱۹۳
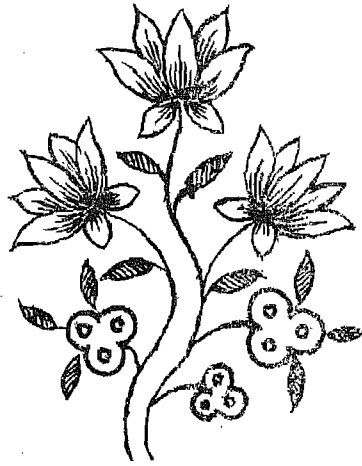
شیماء السعدیہ بنت حارث

نام ونسب نام حذافہ ہے، عرفیت شیمار یا شیما، بہ نسبت نام کے عرفیت زیادہ مشہور ہے حارث بن عبد العزی بن رفاعہ کی بیٹی تھین اور آنحضرت صلعم کی رضاعی بہن[1]

عام حالات اور اسلام پہلے آنحضرت صلعم کو اپنی والدہ سعدیہ کے ساتھ کھلایا کرتی تھین اور ساتھ رہتی تھین آپ کے سن شعور تک پہونچنے سے قبل اپنے قبیلہ مین چلی گئین۔ جب ترقی اسلام کے اسباب رونما ہوئے اور مجاہدین کی ایک جماعت بنی ہوازن پر حملہ آور ہوئی تو مال غنیمت اور فتوحات کے ذیل مین شیما بھی ہاتھ آئین، جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین تو کہا یا رسول اللہ، مین آپ کی رضاعی بہن ہون" اور ثبوت مین ایک علامت بتلائی جسکو ملاحظہ فرماکر آپ آبدیدہ ہوگئے، اور اپنی ردائے مبارک بچھاکر اچھی طرح بٹھایا، پھر ارشاد ہوا "اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو عزت و آرام سے رہو اگر اپنے قبیلہ مین جانا چاہو تو مین وہین بھیجدون" شیما نے اپنے قبیلہ مین جانا پسند کیا، اور اسیوقت اسلام لائین، آنحضرت صلعم نے انکو تین غلام، ایک لونڈی کچھ روپیہ اور بکری دیکر رخصت کیا[2]

محمد بن معلی نے کتاب ترقیص مین لکھا ہے کہ آپ بہت چھوٹے تھے، شیما آپ کو کھلایا کرتی تھین اور یہ شعر گاتی جاتی تھین،

یا ربنا ابق لنا محمدا — یا اللہ محمد کو زندہ رکھ یہان تک کہ ہم انکو
حتی اراہ یافعاً وامردا — جوان دیکھین،
ثم اراہ سیدا مسودا — پھر ہم انکو ایک معزز سردار دیکھین
واکبت اعادیہ معا والحسدا — اس حال مین کہ ان سے حسد رکھنے والے
واعطہ عزا یدوم ابدا — دشمن سرنگون ہون۔ اے اللہ انکو عزت دوام عطا کر

کیا اچھی دعا تھی کہ بارگاہ الٰہی مین حرف بحرف قبول ہوئی[3] تاریخ وفات اور دیگر حالات پردۂ خفا مین ہین

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۷۶۲، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۲، [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۷۶۲

ام ورقہ بنت عبداللہ

نام ونسب مورخین نے آپ کا نام کہین ظاہر کیا، کنیت ام ورقہ ہے، انصاریہ تھین، ابن اثیر اور علامہ ابن عبداللہ ان کا کوئی نسب نہین لکھتے اور اسمین اختلاف بتلاتے ہین۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ مین یہ نسب لکھا ہے۔ ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل، ابن حجر کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ اپنے جداعلے سے منسوب تھین اور ام ورقہ بنت نوفل کہلائی جاتی تھین[1]

اسلام غالبًا ہجرت کے بعد مسلمان ہوئین اور رسول اللہ صلعم سے بیعت کی[2]

عام حالات جنگ بدر کی تیاری ہونے لگی تو ام ورقہ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھے بھی شرکت کی اجازت دے دیجیے مریضون کی تیمارداری اور زخمیون کی خدمت کرونگی ممکن ہے خدا شہادت نصیب کرے۔ آپ نے فرمایا "تم گھر مین رہو خدا تمکو یہین شہادت عنایت کرے گا[3]

قرآن پڑھی ہوئی تھین اسلیے آنحضرت صلعم نے انکو ان کے گھر کی عورتون کا امام بنا دیا تھا[4] آنحضرت صلعم کی اجازت سے ایک موذن بھی مقرر تھا، وہ اذان دیتا تھا یہ امامت کرتی تھین۔ انھون نے ایک لونڈی اور ایک غلام سے وعدہ کیا کہ "میرے بعد تم آزاد ہو" ان دونون نے بغاوت پر کمر باندھی اور اُن کے اس وعدہ سے قبل اسوقت فائدہ اُٹھانا چاہا، ایک رات کو چادر ڈال کر ان کا کام تمام کر دیا۔ اور بھاگ گئے۔ صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ نے لوگون سے کہا کہ آج خالہ ام ورقہ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہین آئی، اسکے بعد آپ انکے گھر آئے تو دیکھا مکان کے ایک گوشہ مین چادر مین لپٹی ہوئی پڑی ہین۔ افسوس کیا اور فرمایا "خدا اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا" پھر ممبر پر تشریف لائے، یہ خبر بیان کی اور

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۹۸۰، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۰۶، [4] ایضاً،

حکم دیا کہ غلام اور لونڈی گرفتار کیے جاوین،، وہ قید ہو کر آئے تو حضرت خلیفۃ المسلمین کے حکم سے دونون سولی پر لٹکا دیے گئے[۱]

یہ پہلے مسلمان ہین جنکو مدینہ منورہ مین سولی دی گئی[۲] آنحضرت صلعم ان کو دیکھنے تشریف لایا کرتے اور انکو "شہیدہ" کہا کرتے تھے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت کے بعد فرمایا، رسول اللہ صلعم سچ فرماتے تھے کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلین[۳]

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ام ورقہ نے رسول اللہ صلعم سے حدیث بھی روایت کی ہے لیکن اور کتابون مین اسکا کوئی ذکر نہین[۴]

[۱] اصابہ ج ۲ صفحہ ۱۰۹۱، [۲] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵ و استیعاب وغیرہ [۳] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۶

[۴] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵،

ام معبد بنت خالد

نام و نسب نام عاتکہ ہے، ام معبد کنیت، خنیس ابن خالد کی بہن تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام معبد بنت خالد بن خلیف بن منقذ بن ربیعہ بن احرم بن خنیس بن حرام بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو[1] آپ بنی خزاعہ سے تھیں۔

نکاح تمیم ابن عبد العزی ابن منقذ ان کے چچیرے بھائی تھے انہیں سے نکاح ہوا۔

عام حالات یہ ام معبد وہی ہیں جنکے ہاں ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلعم نے قیام فرمایا تھا۔ ان کا مکان مُقام قُدید میں تھا۔ جسوقت رسول اللہ صلعم آخر شب دوشنبہ یا سہ شنبہ کے دن صبح کے وقت غار سے قدید میں تشریف لائے۔ تو اسفل مکہ سے ایک آواز سُنائی دی مرد، عورت اور لڑکے وغیرہ صاحب آواز کی تلاش میں دور تک چلے آئے مگر کوئی نظر نہ آیا، وہ آواز یہ تھی،

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ	اللہ ان دونوں رفیقوں کو جزاے خیر دے جو
رفیقین قالا خیمتی ام معبد	ام معبد کے خیموں میں مقیم ہوے۔ وہ نیکی سے
هما نزلا بالبر واغتدیا بہ	ٹھہرے اور وہ تو اسکے (نیکی) خوگر ہیں تو جو شخص
فقد فاز من امسی رفیق محمد	محمد صلعم کا رفیق ہوا کامیاب ہوا بنی کعب کو
لیهن بنی کعب مقام فتاتهم	ایسی لڑکیاں مبارک ہوں جنکا مکان مسلمانوں کی
ومقعدها للمسلمین بمرصد	جائے پناہ ہے۔

آنحضرت صلعم ام معبد کے یہاں رونق افروز ہوئے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر ان کا غلام اور عبداللہ بن اریقط بھی تھے ام معبد نے ایک بکری ذبح کرنے کی غرض سے پیش کی جو دودھ دیتی تھی آپ نے اُسکے تھن چھوے اور فرمایا اسکو نہ ذبح کرو ام معبد

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۶۶ و طبقات ج ۸ صفحہ ۲۱۱،

دوسری بکری لائین اور اسکو ذبح کرکے آنحضرت صلعم اور آپ کے اصحاب کو کھانا کھلایا ناشتہ بھی ساتھ کر دیا، ام معبد کا بیان ہے کہ جس بکری کے آنحضرت صلعم نے تھن دست مبارک سے مس فرمائے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک ہمارے پاس رہی یہ ہجرت کا اٹھارواں سال تھا، ہم اسکو صبح و شام دوہا کرتے تھے اور اسکا دودھ کھاتے تھے۔

بروایت محمد ابن عمر، ام معبد اسی زمانہ مین مسلمان ہوچکی تھین جب آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئین، بعض کا یہ قول ہے کہ اسکے بعد آئین اور اسلام لاکر شرف بیعت حاصل کیا[۱]

وفات وغیرہ کے واقعات معلوم نہین۔

[۱] ام معبد کا تمام بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ یورپ سے ماخوذ ہے،
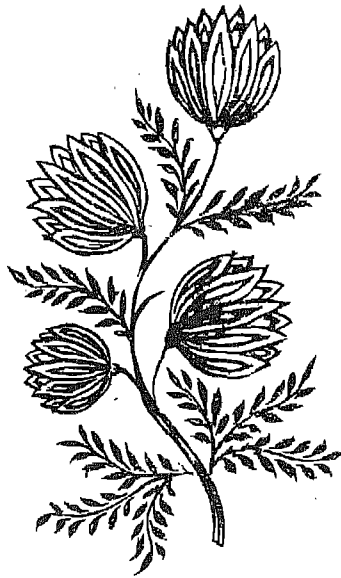
زینب بنت ابو معاویہ

نام ونسب زینب نام، رائطہ لقب، خاندان ثقیف سے تھین، نسب یہ ہے۔ زینب بنت عبداللہ ابو معاویہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن عامرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف[1]

نکاح حضرت عبداللہ بن مسعود سے نکاح ہوا جو نہایت جلیل القدر صحابی تھے،

عام حالات حضرت عبداللہ بن مسعود بہت تنگدست اور معاش کی طرف سے بے وسیلہ تھے چونکہ یہ دستکار تھین اسلیے یہی ان کی اور اولاد کی کفالت کرتی تھین، صدقہ کا ثواب سن چکی تھین اس کا بہت خیال رکھتی تھین ایک بار شوہر سے کہا "مین جو کچھ کماتی ہون تمکو اور تمھاری اولاد کو کھلا دیتی ہون صدقہ وخیرات کے اجر سے محروم ہون تمھین تبلاؤ اس مین میرا کیا فائدہ ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا "تم اپنا فائدہ مدنظر رکھو، مین تمھارا نقصان نہین چاہتا، اب حضرت زینب آنحضرت صلعم کے پاس آئین اور عرض کیا کہ "مین دستکار ہون جو کچھ پیدا کرتی ہون، شوہر اور اولاد پر صرف ہو جاتا ہے، شوہر کا کوئی ذریعۂ معاش نہین اس لیے محتاجون کو صدقہ نہین دے سکتی ایسی صورت مین کیا کچھ ثواب ملسکتا ہے، آپ نے فرمایا "ہان تمکو انکی خبر رکھنا چاہیے[2]

قریب قریب اسی مضمون کی ایک روایت اور ہے جو صحیحین اور دیگر کتب احادیث مین آئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔

تَصَدَّقْنَ یا معشر النساء وَلَوْ مِنْ حُلِیکن اے بیویو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور ہی سے سہی،

یہ سنکر زینب آنحضرت صلعم کے یہان پہونچین تو دروازہ پر انصار کی ایک عورت کو کھڑا پایا، انکا نام بھی زینب تھا اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھی جس ضرورت سے یہ آئی تھین لیکن رعب کی وجہ سے اندر نہ جاتی تھی اتنے مین حضرت بلال آئے تو دونون نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلعم سے جاکر یہ پیام کہہ دیجیے کہ دو عورتین دروازہ پر کھڑی ہین اور آپ سے پوچھتی ہین کہ اپنے

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۱۲، [2] صحیح مسلم باب الصدقہ

شوہر اور خاندان کے یتیمون کو صدقہ دینے سے ثواب ملتا ہے یا نہین ؟ مگر یہ کہ معلوم ہو کہ ہم کون ہین، حضرت بلال نے آنحضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا "وہ دونون کون ہین"؟ کہا "ایک عورت انصار کی ہے اور دوسری زینبؓ دریافت فرمایا "کونسی زینب"؟ بولے عبداللہ بن مسعود کی بیوی ارشاد ہوا

لھما اجران اجرالصدقة واجرالقرابت۔ ان کو دو ثواب ملینگے صدقہ کا اور قرابت کا[1]

آنحضرت صلعم کی جناب مین انکو خصوصیت سے تقرب حاصل تھا اکثر آپ کے یہان آئی رہتی تھین ایکدن آپ کے سر کے جوئین دیکھ رہی تھین، مہاجرین کی اور عورتین بھی بیٹھی تھین ایک مسئلہ پیش ہوا تو یہ اپنا کام چھوڑ کر بولنے لگین، آپ نے فرمایا "تم آنکھ سے نہین بولتی ہو، کام بھی کرو باتین بھی[2]

اولاد حضرت ابو عبیدہ ابن عبداللہ بن مسعود مشہور محدث انکے خلف رشید تھے،

فضل و کمال حضرت عبداللہ، جناب عمرؓ اور آنحضرت صلعم سے چند حدیثون کی روایت کی ہے، ان کے سلسلہ سے جن لوگون نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہین، ابو عبیدہ (انکے بیٹے) ان کے بھائی نام معلوم نہین، عمر بن حارث، بسر بن سعید، عبید بن سباق وغیرہ[3]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۷۰، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۵، [3] مسند ج ۶ صفحہ ۳۶۳، [4] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۱۲

ام عطیہ بنت حارث

نام ونسب نام نسیبہ تھا اور ام عطیہ کنیت آپ انصار کے خاندان سے تھین، باپ کا نام حارث تھا اس سے زیادہ نسبی تحقیق نہ ہو سکی[1]

اسلام ہجرت سے پہلے اسلام لائین، آنحضرت صلعم جب مدینہ مین رونق افروز ہوے تو انصار کی عورتون کو ایک مکان مین بیعت کے لیے جمع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لیں کہ شرکت نہ کرینگی۔ چوری اور زنا سے بچینگی۔ اولاد کو قتل نہ کرینگی، کسی پر بہتان نہ باندھین گی، اچھی باتون سے انکار نہ کرینگی، عورتون نے تسلیم کیا تو حضرت عمر نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور عورتون نے اپنے ہاتھ باہر نکالے گویا یہ بیعت کی علامت تھی، اسکے بعد ام عطیہ نے پوچھا کہ اچھی باتون سے انکار کرنے سے کیا مراد ہے حضرت عمر نے فرمایا "نوحہ اور بین نہ کرنا"،

عام حالات حضرت ام عطیہ آنحضرت صلعم کے ساتھ ۷ غزوون مین شریک ہوئین، اور ہر غزوہ مین کھانا پکانے، سامان کی حفاظت کرنے، مریضون کی تیمارداری کرنے اور مجروحون کی مرہم پٹی کرنے کی شاندار خدمات انجام دین[2]

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو انہین ام عطیہ نے چند عورتون کے ساتھ انکو غسل دیا اور آنحضرت صلعم نے انکو نہلانے کی ترکیب تبلائی[3]

عہد رسالت کے بعد خلافت راشدہ کے عہد مین حضرت ام عطیہ کا ایک لڑکا جو کسی غزوہ مین شریک تھا، بصرہ مین بیمار ہو کر آیا، حضرت ام عطیہ کو خبر ہوئی تو بعجلت مدینہ سے بصرہ آئین لیکن انکے پہونچنے سے ایک دن پہلے اسکا انتقال ہو چکا تھا، یہان آکر انھون نے

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۳، [2] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۴ و صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۱۰۵

[4] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۶۸،

بنو خلف کے قصر مین بود و باش اختیار کی اور پھر بصرہ سے کہین نہ گئین تیسرے دن خوشبو منگا کر لی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرنا چاہیے[1]

اخلاق آنحضرت صلعم کے احکام کی پوری تعمیل کرتی تھین نوحہ اور بین کرنے سے ہمیشہ پرہیز کیا بیعت کے وقت جب آپ نے نوحہ کی ممانعت فرمائی تو اسیوقت عرض کیا کہ فلان خاندان کے لوگ میرے یہان آکر رو چکے ہین مجھکو بھی انکے یہان رونا ضروری ہے، آپ اس خاندان کو مستثنیٰ کر دیجیے، آپ نے منظور فرمایا[2]

جسطرح یہ آنحضرت صلعم سے بہت محبت کرتی تھین آپ بھی ان سے بہ محبت پیش آتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے انکے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انھون نے اسکا گوشت حضرت عائشہؓ کو بھی دیا آپ گھر مین تشریف لائے تو کھانے کی فرمائش کی حضرت عائشہ نے کہا اور تو کچھ نہین ہے البتہ جو بکری آپ نے ام عطیہ کے پاس بھیجی تھی اسکا گوشت رکھا ہے فرمایا لاؤ کیونکہ وہ مستحق کے پاس پہونچ چکی ہے،[3]

ام عطیہ کے تعلقات آنحضرت صلعم کے اعزہ کے ساتھ بھی خاص تھے، چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی ام عطیہ کے مکان مین کھانے کے بعد آرام کیا کرتے تھے[4]

فضل وکمال استیعاب مین لکھا ہے۔

کانت من کبار نساء الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابیات مین انکا بڑا درجہ تھا[5]

آنحضرت صلعم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بھی روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والے حسب ذیل اصحاب ہین۔

حضرت انس، محمد معروف بہ ابن شیرین، حفصہ ابن سیرین، اسمعیل بن عبدالرحمن بن عطیہ بن الملک بن عمیر وغیرہ[6]

غسل میت کے بارہ مین انکی حدیث خصوصیت سے مقبول ہے، بڑے بڑے صحابہ اور تابعین علماء بصرہ اس خصوص مین ان سے سند لیتے تھے[7]

---

[1] صحیح بخاری ج ا صفحہ ۱۷۰، ۱۲۸ [2] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۷، [3] صحیح مسلم ج ا صفحہ ۴۰۱، [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۴، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۸۰۰، [6] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۴، [7] استیعاب صفحہ مذکورہ

ربیع بنت معوّذ بن عفراءؓ

نام ونسب آپ کا نام ربیع ہے اور بنی خزرج کے قبیلہ نجار سے آپ کا تعلق تھا، انکا نسب یہ ہے ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سوا د بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار؛ ان کی ماں ام یزید تھیں جو قیس بن زعورا ر بن حرام ابن جندب بن عامر بن غنم کی بیٹی تھیں؛ اس بنا رپر انکا ننہیال چار یا پانچ پشتوں مین دادھیال سے ملجاتا ہے[1]

حضرت ربیع اور ان کے تمام بھائی اپنی دادی عفرار کی اولاد مشہور ہین[2]

اسلام اور بیعت ہجرت سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئین اور بیعت رضوان مین شریک ہوئین[3]

نکاح ایاس بن بکیر لیثی سے نکاح ہوا، صبح کو رسول اللہ صلعم ان کے گھر تشریف لائے اور بستر پر بیٹھ گئے، اسوقت لڑکیان دف بجا بجا کر شہدار بدر کے مناقب مین اشعار پڑھ رہی تھین، اسی سلسلہ مین ایک لڑکی نے آنحضرت صلعم کی مثال مین یہ مصرعہ پڑھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد — اور ہم مین وہ نبی ہے جو کل کی خبر رکھتا ہے[4]

آپ نے فرمایا یہ نہ کہو وہی پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھین،

عام حالات جہاد مین اکثر شریک ہوئین اور آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا ایسے موقعون پر بڑی تندہی سے کام کرتی تھین، مجاہدین کو پانی پلاتین، انکی خدمت کرتین مقتولون اور مجروحون کو مدینہ لیجاتی تھین[5]

واقعہ حدیبیہ مین ان کی شرکت صراحتًا مذکور ہے بیعت رضوان کا ذکر پہلے ہی ہو چکا ہے۔

شوہر سے کسی بات پر مناقشہ ہوگیا آخر یہان تک نوبت آئی کہ حضرت ربیع نے انسے

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۲۸، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ صفحہ ۱۸ ۴، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۲، [4] ایضًا وطبقات صفحہ مذکور وصحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۵۷۰، [5] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۷۵،

کہا کہ میرے پاس جتنی چیزین ہین سب مجھ سے لیکر دست بردار ہو جاؤ، چنانچہ جو کچھ پاس تھا سب دے دیا صرف ایک کرتہ جو پہنے تھین رہنے دیا، انکو یہ بھی ناگوار تھا، حضرت عثمان کی عدالت مین دعویٰ کر دیا، چونکہ شرط واقعی تھی اور دعواے حق بجانب اسلیے حضرت عثمان نے فرمایا "تمکو شرط پوری کرنا چاہیے اور ان کے شوہر سے کہا "اگر تم چاہو تو ان کے جوڑا باندھنے کی دھجی تک تمھاری ہے"[1]

بقول حافظ ابن حجر یہ واقعہ ۳۵ھ ہجری کا ہے[2]

اخلاق آنحضرت صلعم سے بہت محبت رکھتی تھین، ایک بار دو طباقون مین انگور اور چھوہارے لیکر گئین تو آپ نے زیور یا سونا عنایت فرمایا[3]

آپ بھی اکثر ان کے گھر تشریف لیجاتے تھے[4] ایکمرتبہ آپ تشریف لائے اور وضو کے لیے پانی طلب فرمایا تو انھون نے کھڑے ہو کر وضو کرایا[5]

حمیت مذہبی کا یہ حال تھا کہ اسماء بنت مخربہ ابو ربیعہ مخزومی کی بیوی جو عطر بیچا کرتی تھی ایک دفعہ چند عورتون کے ساتھ ربیع کے گھر آئی اور انکا نام ونسب دریافت کرنے لگی، انھون نے بتلایا چونکہ ربیع کے بھائی نے ابوجہل کو معرکۂ بدر مین قتل کیا تھا اور اسماء قریشیہ تھی اسلیے بولی "تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو، ان کو ابوجہل کے لیے سردار کی نسبت بہت بری معلوم ہوئی اور جواب دیا، سردار نہین، مین تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہون" اسماء کو ابوجہل کی یہ توہین پسند نہ آئی جھنجلا کر بولی "مجکو تمھارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے" انھون نے بھی برجستہ جواب دیا "مجکو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے کیونکہ سواے تمھارے عطر کے مین نے کسی عطر مین گندگی نہین دیکھی"[6]

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار ابن یاسر نے ان سے آنحضرت صلعم کا حلیہ پوچھا تو کہا یا بُنیّ لو رایتہ لرأیت الشمس طالعۃ بیٹا! اگر تم نے آپ کو دیکھا ہوتا تو گویا آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھا ہوتا[7]

فضل وکمال حضرت ربیع نے (۲۱) حدیثین آنحضرت صلعم سے بیان کی ہین اصلی

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۲۸، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۷۵، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۲، [4] مسند ج ۶ صفحہ ۳۵۸، [5] ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۱۳، [6] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۲، [7] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۲،

حیثیت سے ان کا رتبہ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس، اور امام زین العابدین ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ راویوں میں جن بزرگوں کے اسمار گرامی معلوم ہوئے یہ ہیں،

عائشہ بنت انس بن مالک، سلیمان بن یسار، ابو سلمہ بن عبدالرحمن، نافع، عبادہ بن الولید خالد بن ذکوان، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر[1]

اولاد اولاد میں صرف محمد کا حال معلوم ہے[2]

سنہ وفات سے کتب سیر خالی ہیں۔

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۴۷۵، [2] ایضاً،
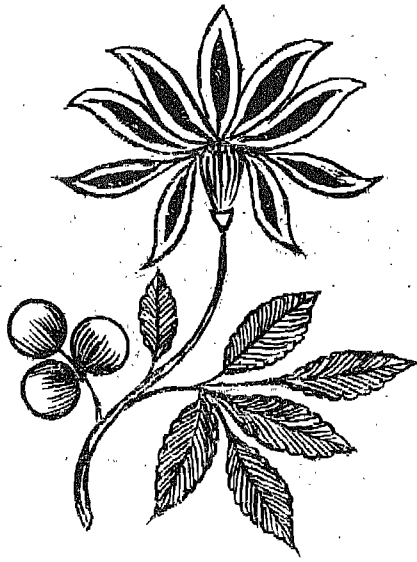
ام ہانی بنت ابی طالب

نام ونسب فاختہ نام ہے، آنحضرت صلعم کے چچا ابو طالب کی بیٹی تھین، ان کی اور عقیل، جعفر، طالب، اور حضرت علی رض کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھین۔ اس اعتبار سے یہ سب انکے حقیقی بھائی تھے[۱]

نکاح ہبیرہ بن عمرو ابن عائذ مخزومی کے نکاح مین تھین،[۲]

اسلام ۸ھ مین فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئین، آنحضرت صلعم اس دن انکے گھر تشریف لائے، وہین غسل فرمایا اور چاشت کی نماز پڑھی[۳] انھون نے اپنے دو عزیزون کو جو مشرک تھے پناہ دے دی تھی، آنحضرت صلعم نے بھی انکو پناہ دی[۴]

ان کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ کے دن نجران کی طرف بھاگ گیا اور عذر گریز مین یہ شعر کہے،

لعمرک ما ولیت ظھری محمداً — تیری قسم مین نے محمد اور انکے دوستون
واصحابه جبنا ولاخیفة القتل — سے بزدلی سے پیٹھ نہین پھیری نہ قتل کے
ولکننی قلبت امری فلم اجد — خوف سے، مگر مین نے اپنے معاملہ مین
لسیفی غناء ان ضربت ولا نبلی — غور کیا تو تیر اور تلوار سے کام لینا کافی
وقفت فلما خفت ضیعة موقفی — نہ دیکھا جبتک میرا اپنی جا پر قیام ننگ دکھی ٹھہرا
رجعت لعود کالھزبر الی الشبل — پھر لپٹا جیسے شیر اپنے بچہ کی طرف لوٹتا ہے

اخلاق آنحضرت صلعم سے بڑی عقیدت تھی۔ جس زمانہ مین مکہ فتح ہوا، آپ ان کے گھر تشریف لائے، شربت نوش فرمایا اور انکو بھی دیا، اس دن انکا روزہ تھا مگر پی لیا، آپ کو معلوم ہوا تو روزہ توڑنے کا سبب دریافت کیا بولین، مین آپ کا جھوٹا واپس نہین کرسکتی تھی[۵]

۱؎ استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۶، ۲؎ و ۳؎ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۴، ۴؎ مسند ج ۶ ص ۳۴۲، ۵؎ ایضاً صفحہ ۳۴۳

آپ بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے، ایکمرتبہ فرمایا ام ہانی! بکری لے لو یہ بڑی برکت کی چیز ہے[1]

ایک بار آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ اب مین بوڑھی ہو گئی چلنے پھرنے مین ضعف محسوس ہوتا ہے، ایسا عمل بتلا دیجیے جسکو بیٹھے بیٹھے کرسکون آپ نے ایک وظیفہ بتلا دیا[2]

فضل وکمال حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلعم سے ۴۶ حدیثین روایت کین جو صحاح وغیرہ کتب احادیث مین مذکور ہین اور حسب ذیل راویون سے منقول ہین۔ جعدہ، یحیی، ہارون، ابومرہ، ابوصالح، حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن حارث بن نوفل، عبدالرحمن بن ابی لیلے، مجاہد، عروہ وغیرہ[3]

وفات سنہ وفات معلوم نہین ہوسکا، البتہ اصابہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رض کے بعد تک زندہ تھین[4]

اولاد اولاد مین عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ مشہور ہین،

[1] ج ۶ صفحہ ۳۴۳، [2] ایضاً صفحہ ۳۴۴، [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۷۰۸ و [4] ایضاً، [5] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۴،

ام سلیم بنت ملحان

نام ونسب نام رمیلہ یا سہلہ اور بعض کے نزدیک رمیثہ ہے، ام سلیم اور ام انس کنیت، ام سلیم زیادہ معروف ہے، غمیصاء، رمیصاء لقب ہے، ان کے باپ ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب تھے جو مدینہ کے باشندے اور انصار کے قبیلۂ نجار سے متعلق تھے، ماں کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھیں[1]

آبائی سلسلہ سے آپ سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھین، سلمیٰ عبدالمطلب کی والدہ تھین، جو حضرت سرور کائنات صلعم کے جد امجد تھے۔ اسی وجہ سے ام سلیم آنحضرت صلعم کی خالہ مشہور رہین،

نکاح مالک بن نضر سے نکاح ہوا جو ان کے ہم قبیلہ تھے، حضرت انس انہین سے پیدا ہوئے[2]

اسلام اوائل اسلام مین مسلمان ہوئین، اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے اصابہ مین لکھا ہے۔ "اسلمت مع السابقین الی الاسلام من الانصار" حضرت انس اسوقت بچہ تھے، حضرت ام سلیم انکو کلمہ پڑھاتی تھین تو مالک بن نضر جو اپنے مذہب پر قائم تھے اور مشرک تھے بہت خفا ہوتے تھے کہ تم میرے بچہ کو بھی بے دین کیے دیتی ہو، غرض وہ مسلمان نہ ہونا تھے نہ ہوے اور اسی حالت مین ناراض ہوکر شام چلے گئے[3]

یہان انکا کوئی دشمن پہلے سے منتظر تھا اسنے موقع پاکر قتل کر ڈالا اب ام سلیم بیوہ تھین اور انس کے بچپن سے بہت پریشان، اگر ایسے وقت مین نکاح کر لیتین تو قابل الزام نہ تھین مگر انھون نے بڑے استقلال سے کام لیا اور سب کے پیغام یہ کہکر رد کردیے کہ جبتک میرا بیٹا مجلسون مین اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہو جائے نکاح نہ کرونگی، پھر جب انس ہی میرے نکاح پر رضامند ہوگا تو کرونگی[4] ان کا یہ کہنا اس خیال سے تھا کہ سوتیلے باپ کی حضرت انس کو تکلیف نہ ہو،

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۰ و اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۹۱ [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۱۰۸ [3] ایضاً [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۱

جب حضرت انس سن شعور کو پہونچے تو انہین کے قبیلہ کے ایک شخص ابو طلحہ نے نکاح کا پیام دیا، مگر مالک کی طرح یہ بھی مشرک تھے اور یہان بھی وہی امر حائل تھا جو پہلے مالک اور انکے درمیان کشیدگی کا باعث ہوا، اسلیے انھون نے عذر کیا اور کہا کہ "مین تو محمد صلعم پر ایمان لائی ہون اور گواہی دیتی ہون کہ وہ خدا کا رسول ہے تمھارے اوپر البتہ افسوس ہے کہ پتھر کو پوجتے ہو یا لکڑی کو جسے بڑھئی تراش کر بت کی صورت بنا دیتا ہے تمھین بتاؤ یہ پتھر یا لکڑی کے بت تمکو کچھ نفع نقصان پہونچا سکتے ہین"، یہ تلقین کچھ ایسے حکیمانہ انداز مین کی گئی کہ اسلام کی صداقت ابو طلحہ کے سمجھ مین آ گئی اور چند دن کے غور کے بعد وہ ام سلیم کے پاس آ کر مشرف باسلام ہوئے[1]

ابو طلحہ بہت معمولی حیثیت کے آدمی تھے مگر چونکہ ام سلیم کے سمجھانے سے مسلمان ہوئے تھے اس لیے ام سلیم کے دل مین ان کی حق پسندی کی وقعت بڑھ گئی اور انھون نے قبول اسلام کے بعد ہی ابو طلحہ سے کہدیا کہ "فانی اتزوجک ولا آخذ منک صداقا غیرہ" مین بھی تمسے نکاح کرتی ہون اور سوا اسلام کے کوئی مہر نہین لیتی یعنی ان کا مہر ابو طلحہ کا اسلام قرار پایا[2] یہ نکاح حضرت انس کے زیر اہتمام ہوا[3]

عام حالات   حضرت ام سلیم بھی بعض مسلمان شیر دل عورتون کی طرح معرکہ کی لڑائیون مین مردونکے دوش بدوش رہین اور برابر کام کرتی رہین صحیح مسلم مین ہے،

کان رسول اللہ صلعم یغزو بام سلیم	رسول اللہ صلعم غزوات مین ام سلیم اور انصار کی چند
ونسوۃ من الانصار معہ اذا غزا	عورتونکو ساتھ رکھتے تھے، جب آپ جنگ مین مشغول
فیسقین الماء ویداوین الجرحی،	ہوتے تو یہ پانی پلاتین اور زخمیونکی مرہم پٹی کرتی تھین[4]

جنگ احد مین ام سلیم مع اپنے شوہر ابو طلحہ کے شریک تھین ابو طلحہ آنحضرت صلعم کی حفاظت مین دشمنونکے تیر اور نیزے جگر پر روک رہے تھے اور ام سلیم بڑی مستعدی سے مجاہدین کی خدمت مین مصروف تھین، حضرت انس کا بیان ہے کہ مین نے عائشہ اور ام سلیم کو پائینچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتے اور زخمیون کو پانی پلاتے دیکھا، جب مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر بھر لاتی تھین[5]

معرکہ خیبر ۷ھ مین ہوا اسمین بھی حضرت ام سلیم آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین فتح کے

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۱ ، [2] ایضاً ، [3] ایضاً ، [3] ایضاً صفحہ ۳۱۲ ، [4] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۵۲ ، [5] ایضاً ،

بعد جب حضرت صفیہ ازواج مطہرات مین داخل ہونے لگین تو آپ نے انکو ام سلیم کے سپرد کیا کہ دلہن بنائین[1]

جنگ حنین مین حضرت ام سلیم شریک تھین اور باوجودیکہ عبداللہ بن ابی طلحہ پیٹ مین تھے، آپ ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے تھین، ابوطلحہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ام سلیم ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے ہین، آپ نے پوچھا کیا کروگی بولین ان دنا منی احد من المشرکین بقرت به بطنه کوئی مشرک قریب آئیگا تو اسکا پیٹ چاک کر دونگی" آپ نے تبسم فرمایا پھر بولین یا رسول اللہ مکہ کے لوگ بھاگ گئے ہین انکے قتل کا ایما فرمایئے ارشاد ہوا،

ان اللہ قد کفی و احسن۔ اللہ نے خود انکا بہتر انتظام کر دیا ہے[2]۔

ابوطلحہ سے نکاح ہوجانے کے بعد جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو ام سلیم انس کو آپ کی خدمت مین دے چکی تھین، حضرت انس آپ کے خدام خاص سے تھے اور بہت محبوب تھے، ایک بار آپ ام سلیم کے گھر آئے تو ام سلیم نے مکھن اور کھجورین پیش کین آپ نے عذر فرمایا کہ مین روزہ سے ہون تھوڑی دیر قیام فرمانے کے بعد نفل کی نماز پڑھی اور ام سلیم اور ان کے خاندان کے لیے دعا مانگی ام سلیم نے دیکھا کہ اسوقت محبت نبوی جوش پر ہے تو کہا یا رسول اللہ مین سب سے زیادہ انس کو چاہتی ہون جو آپ کا خدمتگار ہے اسکے لیے خصوصیت سے دعا فرمایئے، یہ ایسی مبارک استدعا تھی کہ آپ نے دین دنیا کی کوئی خوبی نہ چھوڑی جس کی انس کے لیے دعا نہ کی ہو، اور فرمایا اللهم ارزقه مالا وولدا وبارک له اے اللہ اس کو مال دے، اولاد دے اور اسکی عمر مین برکت عطا فرما، اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت انس تمام انصار سے زیادہ متمول اور معمر ہوے، کثرت سے اولاد ہوئی اور سو سال سے زیادہ عمر پائی، خود حضرت انس کا قول ہے کہ" فانی لمن اکثر الانصار مالا" مین اکثر انصار سے دولتمند ہون، اور میرے ہی صلب سے حجاج کے بصرہ آنے تک ایک سو انتیس بیٹے دفن ہوگئے[3]

حضرت ابوطلحہ کے صلب سے انکا ایک بیٹا ابوعمیر بھی تھا، ابوعمیر چھوٹا تھا اور کمسنی ہی مین انتقال کر گیا، ایکبار آپ ابوطلحہ کے گھر تشریف لائے اور ابوعمیر کو رنجیدہ دیکھکر آپنے ام سلیم سے دریافت فرمایا کیا بات ہے آج مین ابوعمیر کو شکستہ دیکھتا ہون، ام سلیم نے کہا اسکی ایک چڑیا (نغیر) مر گئی وہ اسکے ساتھ کھیلا کرتا تھا آپ نے بلاکر ابوعمیر کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۵۵۰ [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۱ [3] ایضاً صفحہ ۳۱۲

یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابوعمیر تیری نغیر کیا ہوئی، وہ ہنس دیا اور اسوقت سے یہ جملہ بطور تبرکات نبوی ضرب المثل ہو گیا[1]

آنحضرت صلعم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو ام سلیم نے ایک لگن مین مالیدہ بنا کر حضرت انس کے ہاتھ بھیجا اور کہا آنحضرت صلعم سے عرض کرنا کہ یہ حقیر ہدیہ قبول فرمائین[2]

اخلاق آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کی بیوی تھین، صبر و استقلال تو ان کا امتیازی وصف تھا یہی ابوعمیر جسکا اوپر ذکر ہوا جب انتقال کر گیا تو ام سلیم نے بڑے اطمینان سے میت کو نہلایا اور کفنا کر ایک طرف رکھدیا، لوگون کو منع کر دیا کہ ابوطلحہ کو خبر نہ کرین، ابوطلحہ اسوقت موجود نہ تھے کہین گئے ہوئے تھے جب رات کو آئے تو لڑکے کا حال پوچھا، بولین جس حال مین تم نے دیکھا تھا اس سے بہتر ہے، اس کے بعد ام سلیم نے کھانا کھلایا اطمینان سے بٹھایا اور جب ضروریات سے فارغ ہو کر کچھ رات گذری تو نہایت متانت سے بولین "ابوطلحہ اگر کوئی کسیکو چیز مستعار دیجائے اور وہ اس سے فائدہ بھی اُٹھائے مگر جب وہ شے مستعار واپس لے لی جائے تو کیا اس شخص کو ناگوار ہونا چاہیے" حضرت ابوطلحہ نے جواب دیا کہ یہ بات تو قرین انصاف نہین ہے، بولین تو تمھارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھا جو واپس لے لیا گیا، یہ سُنکر ابوطلحہ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا، صبح ہوئی تو اس واقعہ کی رسول اللہ صلعم کو خبر کی آپ نے اظہار مسرت فرمایا اور دعا دی کہ اللہ ابوعمیر کا نعم البدل عطا فرمائے چنانچہ ابوعمیر کے بعد عبداللہ کی ولادت ہوئی جن کی تربیت خود آنحضرت صلعم نے فرمائی[3] اُسی کی برکت تھی کہ عبداللہ بڑے صاحب کمال ہوے اور اللہ نے ان کی اولاد مین دس قاری ماہر فن پیدا کیے[4]

آنحضرت صلعم کے ساتھ آپ کا اعتقاد بہت بڑھا ہوا تھا، اور آپ سے بڑی محبت کرتی تھین، ایک بار ابوطلحہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم بھوکے ہین، کچھ کھانا بھیجدو، حضرت ام سلیم نے چند روٹیان ایک کپڑے مین لپیٹ کر حضرت انس کو دین کہ بارگاہ نبوت مین پیش کر دین آپ مسجد مین مع چند صحابہ کے تشریف رکھتے تھے حضرت انس کو دیکھا تو فرمایا، تمکو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ کہا جی ہان، فرمایا کھانے کے لیے؟ بولے ہان، آپ مع تمام حاضر الوقت صحابہ کے ابوطلحہ کے گھر تشریف لائے وہ گھبرائے اور ام سلیم سے کہا اب کیا تدبیر کی جائے کھانا بہت کم ہے اور آنحضرت صلعم کے ساتھ آدمی بہت ہین، ام سلیم نے اسوقت بھی نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتونکی

[1] طبقات جز ۸ صفحہ ۳۱۳، [2] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۵۵۰، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۶، [4] اصابہ جز ۲ صفحہ ۹۳ ۸،

خدا اور رسول زیادہ واقف ہین، آپ اندر آئے تو انھون نے وہی روٹیان اور سالن سامنے رکھدیا، اور رسول اللہ نے تمام اصحاب کے ساتھ نوش فرمایا[1]

انکو آنحضرت صلعم سے جتنی محبت تھی اسکا اندازہ ذیل کی روایات سے ہوگا۔

فراغت حج کے بعد آنحضرت صلعم نے مقام منا مین موے مبارک ترشوائے توام سلیم نے ابوطلحہ سے کہا کہ حجام سے ان بالون کو مانگ لو اور برکت کی غرض سے انکو ایک شیشی مین بند کرکے رکھ لیا[2]

آنحضرت صلعم اکثر انکے گھر آرام فرماتے تھے ایکمرتبہ بیدار ہوے تو دیکھا کہ ام سلیم جبین مبارک سے پسینہ پونچھ رہی ہین فرمایا ام سلیم! یہ کیا کررہی ہو بولین، برکت حاصل کررہی ہون

مسند احمد مین یہ روایت تھوڑے اختلاف کے ساتھ آئی ہے، لکھا ہے کہ جب آپ دوپہر کو آرام فرماکر بستر سے اُٹھے تو وہ آپ کے پسینہ اور ٹوٹے ہوئے بالون کو ایک شیشی مین جمع کرتی تھین[3]

ایکبار آنحضرت صلعم نے ان کی مشک سے مُنھ لگا کر پانی پیا توام سلیم نے مشکیزہ کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ صلعم کا دہن مبارک مس ہوا ہے[4]

یہی حال رسول اللہ کی محبت کا تھا ام سلیم کے ساتھ، آپ انکے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے، اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے۔ صحیح مسلم مین ہے''

کان النبی صلعم لا یدخل علی احد	یعنی آپ ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور عورت
من النساء الا علی ازواجہ الا ام سلیم	کے ہان نہین جاتے تھے، البتہ ام سلیم مستثنیٰ تھین، لوگون
فانہ یدخل علیہا فقیل لہ فی ذلک	نے اسکا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے انپر رحم آتا ہے
فقال انی ارحمہا قتل اخوہا معی،	کیونکہ انکے بھائی نے میری اعانت مین شہادت پائی[5]

بعض اوقات آپ ام سلیم کے ہان ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو وہین چٹائی پر نماز پڑھ لیتے[6]

ایکمرتبہ آنحضرت صلعم حج کے لیے مکہ چلے توام سلیم سے فرمایا "تم اس سال ہمارے ساتھ حج نہین کرتین"۔ جواب دیا یا نبی اللہ میرے شوہر کے پاس دو سواریان ہین، اور ان دونون پر وہ معہ اپنے بیٹے کے حج کو چلے گئے، مجھے چھوڑدیا، آپ نے ازواج مطہرات کے ساتھ سوار کردیا، راستہ مین

[1] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۴، و صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۱، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲، [3] ایضاً، [4] مسند ج ۶ صفحہ ۲۹۲، [5] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲، [6] کتاب مذکور ج ۲ صفحہ ۴۱۳ و طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۳، [7] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲،

عورتون کے اونٹ پیچھے رہ گئے، ہانکنے والے آپ کے غلام انجشہ تھے انھون نے حدی خوانی شروع کردی جس سے اونٹ دوڑنے لگے یہ دیکھ کر آپ قریب آئے اور فرمایا انجشہ آہستہ آہستہ! شیشے ہین شیشے!![1]

حضرت ام سلیم کو تربیت اولاد کا جو سلیقہ تھا اسکا اندازہ حضرت انس کے اس فقرہ سے ہو سکتا ہے کہ

جزی اللہ امی عنی خیراً لقد احسنت ولایتی، — اللہ میری ماں کو جزائے خیر دے انھون نے میری بہت خوبی سے کفالت کی[2]

فضل و کمال حضرت ام سلیم بڑی عقل و کمال والی خاتون تھین اور آپ نے نہایت دقیقہ شناس اور نکتہ رس دماغ پایا تھا، ابن اثیر نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ

کانت من عقلاء النساء — آپ عقلمند عورتون مین سے تھین،

حدیث کا علم بھی اچھا تھا، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور شکوک رفع کرتے تھے، ایک بار حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن عباس مین ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا تو دونون نے انہین کو حکم قرار دیا[3]

مسائل پوچھنے مین شرم نہ کرتی تھین، ایکدفعہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ خدا حق بات سے نہین شرماتا، کیا عورت پر خواب مین غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ بھی پاس ہی تھین بے ساختہ ہنس پڑین اور کہنے لگین کہ تمنے عورتون کی بڑی توہین کی، کہین عورتونکو بھی ایسا ہوتا ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا کیون نہین؟ ورنہ بچے ان کے ہمشکل کیون ہوتے[4]

ابو طلحہ کے اسلام کا حال گذر چکا ہے، جس شائستگی سے انھون نے ابو طلحہ کو دعوت دی وہ انکے فضائل و کمالات عقلی کا زرین عنوان ہے، اصابہ مین انکا انداز تبلیغ یون دکھلایا ہے

قالت یا ابا طلحۃ! الست تعلم ان الھک الذی تعبد نبت من الارض قال بلی قالت افلا تستحی تعبد شجرۃ — بولین، ابو طلحہ! کیا تمکو معلوم نہین کہ جب تمھارا معبود زمین سے اگا ہے؟ کہا ہان، ام سلیم نے کہا تو پھر تمکو شرم نہین آتی درخت کی پوجا کرتے ہوئے[5]

حضرت ام سلیم کے مناقب بہت ہین اور اسکی تصدیق اس حدیث سے ہو سکتی ہے،

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۵ [2] ایضاً صفحہ ۳۱۲ [3] مسند ج ۶ صفحہ ۴۳۰ [4] صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۹۲۹
[5] اصابہ ج ۲ صفحہ ۲۹۸

قال النبی صلعم دخلت الجنۃ فسمعت خشفۃ فقلت ما ھذا فقیل الرمیصاء بنت ملحان[1]	آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین جنت مین گیا تو مجکو کچھ آہٹ معلوم ہوئی مین نے پوچھا کون ہے تو لوگون نے کہا رمیصا بنت ملحان ہین،

حضرت ام سلیم سے چند حدیثین مروی ہین جن کو حضرت انس، ابن عباس، زید بن ثابت، ابو سلمہ اور عمرو بن عاصم نے ان سے روایت کیا ہے[2]

وفات غالبًا خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ مین انتقال کیا، سنہ وفات اور تاریخ معلوم نہین۔

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۴ و صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۲، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۸۹۲ وغیرہ،
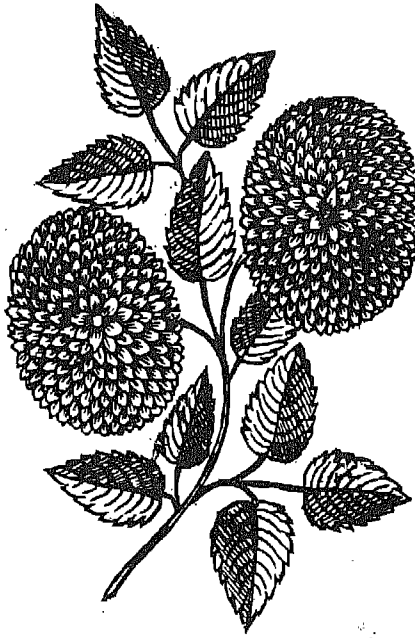
ام رومان بنت عامر

نام ونسب ام رومان کنیت ہے، قبیلہ کنانہ کے خاندان فراس سے تھین[1]۔ سلسلہ نسب یہ ہے ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ[2]

نکاح حضرت ام رومان عبداللہ بن حارث بن سنجرہ کے نکاح مین تھین اور انہین کے ساتھ مکہ مین سکونت اختیار کی، یہین عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا ہوا جسکا نام طفیل رکھا گیا، جب عبداللہ نے وفات پائی تو چونکہ وہ حضرت ابوبکر کے حلیف بن گئے تھے اس لیے حضرت ابوبکر نے خود نکاح کر لیا۔ طفیل حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمن کے اخیافی بھائی تھے یعنی حضرت عائشہ اور عبدالرحمن حضرت ابوبکر کے صلب سے تھے اور طفیل عبداللہ بن حارث کے بیٹے تھے، ماں ان سب کی ایک تھی[3]

اسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مین مسلمان ہوئین،

ہجرت حضرت ام رومان کی ہجرت کا ذکر ضمناً حضرت عائشہ رض کے بیان مین آچکا ہے یہان اتنا لکھدینا کافی ہے کہ حضرت ابوبکر رض آنحضرت صلعم کے ہمراہ پہلے ہجرت کر چکے تھے، قبیلہ وغیرہ مکہ مین تھا، جب ابورافع اور عبداللہ بن اریقط مدینہ سے مکہ بھیجے گئے تو ان کے ساتھ ام رومان بھی مدینہ مین آئین[4]

عام حالات سنہ ھ کے آخر مین حضرت ابوبکر اصحاب صفہ مین سے تین بزرگون کو اپنے گھر لائے ایک دن آنحضرت صلعم کے پاس گئے تو واپسی مین دیر ہوگئی گھر آئے تو ام رومان نے کہا مہمانونکو چھوڑ کر کہان بیٹھ رہے؟ فرمایا تمنے کھانا نہین کھلایا، بولین کھانا بھیجا تھا مگر ان لوگون نے نہین کھایا، پھر کھانا کھلایا گیا اور اسقدر برکت ہوئی کہ بہت سا بچ رہا حضرت ابوبکر نے ام رومان سے

[1] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۵۰۵، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۲۰۲، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۲، [4] ایضاً،

پوچھا اب کتنا ہے کہا تین گنے سے زیادہ، چنانچہ سب کھانا آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہنچا دیا گیا[1]

وفات حضرت ام رومان کی تاریخ وفات مین بہت اختلاف ہے بعض ۴ھ یا ۵ھ بتاتے ہین اور بعض ۶ھ لیکن یہ صحیح نہین ہے حضرت ام رومان نے ۹ھ یا اسکے کچھ بعد انتقال کیا حافظ ابن حجر نے اصابہ مین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان کی وفات ۹ھ سے پہلے نہین ہوئی[2]،

ابن سعد نے لکھا ہے،

كانت ام رومان امرأة صالحة ام رومان بہت نیک بیوی تھین،

جب ان کی نعش قبر مین رکھی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا،

من سرہ ان ینظر الی امرأة من الحور العین فلینظر الی ام رومان، جو شخص عورتون مین حورعین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھے،

حضرت عفان کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود انکو قبر مین اتارا[3]

[1] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۸۴ و ۸۵، [2] اصابہ ج ۴ صفحہ ۸۰ ، ذکر ام رومان، [3] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۲۰۲،

شفاء بنت عبداللہ

نام ونسب نام شفاء ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:- شفار بنت عبداللہ بن عبد شمس بن خلف بن سداد بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب، آپ قبیلہ قریش کے خاندان عدی سے تھیں[1] ان کی والدہ فاطمہ بنت ابی وہب بن عمرو ابن عائذ بن عمر بن مخزوم تھیں[2]

نکاح ابو حثمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا[3]

اسلام ہجرت سے پہلے اسلام لائیں اور جن عورتوں نے پہلے ہجرت کی انہیں میں یہ بھی شامل ہیں[4]

عام حالات جناب رسالت مآب صلعم ان کی عقیدت ومحبت کی قدر فرماتے تھے، کبھی انکے گھر تشریف لاتے تو وہیں آرام فرماتے تھے، انھوں نے آپ کے لیے ایک بچھونا اور ایک تہمد علیحدہ مخصوص کر دیا تھا جو آپ استعمال فرماتے تھے انکے بعد انکی اولاد کے پاس بھی یہ چیزیں بہت احتیاط سے رہیں مگر مروان نے سب پر قبضہ کر لیا، اور حضرت شفا کے خاندان سے یہ برکت منتقل ہو گئی[5]

حضرت عمرؓ انکی خصوصیت سے رعایت کرتے تھے ان کی رائے کو مقدم سمجھتے تھے، انکی بزرگی قائل تھے، اور ان کو بازار کا اہتمام سپرد کرتے تھے[6]

آنحضرت صلعم نے انکو ایک مکان عنایت فرمایا تھا اسمین وہ اور ان کا بیٹا سلیمان سکونت رکھتے تھے۔

ایکبار حضرت عمرؓ نے ان کو بلا کر ایک چادر عنایت کی اور عاتکہ بنت اسید کو ان سے بہتر چادر دی تو بولیں تمھارے ہاتھ غبار آلود ہوں تمنے ان کو مجھ سے بہتر چادر دی حالانکہ

---

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۲۱، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۶، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۶، [4] اصابہ ج صفحہ ۱۲۱، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۲، [6] اصابہ ج ۲ صفحہ ۱۲۱،

مین ان سے پہلے مسلمان ہوئی، تمھاری بنت عم ہون اسکے علاوہ مین تمھاری طلبیدہ آئی ہون اور یہ خود چلی آئین، حضرت عمر نے فرمایا، مین تمھین عمدہ چادر دیتا لیکن جب یہ آگئین تو مجھے ان کی رعایت کرنا پڑی کیونکہ یہ نسب مین رسول اللہ صلعم سے قریب ترہین[1]

فضل وکمال ان کو چیونٹی کاٹے کا منتر آتا تھا اور لکھنا بھی جانتی تھین، یہی دو فن زمانہ جاہلیت مین زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ایکدفعہ حضرت شفا آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئین اور عرض کیا کہ مین جاہلیت مین جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی اجازت ہو تو اس کا منتر عرض کرون آپ نے اجازت دی اور فرمایا اس منتر سے جھاڑ پھونک کیا کرو اور حفصہ کو بھی سکھا دو[2]

ایک روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا، علمی حفصہ رقیۃ النملۃ کما علمتھا الکتابۃ، چیونٹی کاٹے کا منتر بھی حفصہ کو سکھا دو جیسے تمنے لکھنا سکھا دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے، ام المومنین حضرت حفصہؓ نے لکھنا بھی انہین سے سیکھا تھا[3]

حضرت شفا نے آنحضرت صلعم اور جناب عمرؓ سے چند حدیثین روایت کی ہین، راویون مین ان کے بیٹے سلیمان، ابوسلمہ، ابوبکر، عثمان، یہ دونون انکے پوتے ہین، ابو اسحاق اور ام المومنین حضرت حفصہؓ شامل ہین[4]۔ ان کی مرویہ حدیثین صاحب خلاصہ کے نزدیک ۱۲ ہین،

اولاد اولاد مین دو کا حال معلوم ہوتا ہے سلیمان اور ایک لڑکی اور جو شرجیل بن حسنہ کے نکاح مین تھی[5]

وفات سنہ وفات کا حال معلوم نہین۔
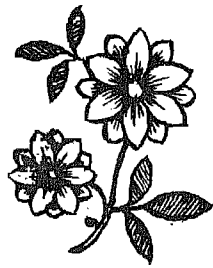
[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۷، حالات عاتکہ بنت اسید [2] و [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۱، [4] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۱، [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۷،

ام کلثوم بنت عقبہ

نام ونسب نام معلوم نہین، ام کلثوم کنیت ہے، نسب یہ ہے:۔ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی، والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ابن قصی تھا[1] حضرت عثمان رض کی والدہ بھی اروی بنت کریز تھین اس رشتہ سے ام کلثوم حضرت عثمان کی اخیافی بہن ہوئین،

اسلام مکہ مین مسلمان ہوئین اور ہجرت سے پہلے بیعت کی۔

ہجرت صلح حدیبیہ مین مشرکون سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اگر قریش کا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہو، مدینہ آئیگا تو واپس کر دیا جائیگا، یہی شرط اہل مدینہ کے لیے بھی تھی[2] ام کلثوم بنت عقبہ نے صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بنی خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ پیادہ چل دین۔ ولید اور عمارہ ان کے دو بھائی تھے ان کو معلوم ہوا تو دونون نے تعاقب کیا اور ام کلثوم کے مدینہ پہونچنے کے دوسرے دن وہ بھی پہونچگئے اور آنحضرت صلعم سے کہا، ہماری شرط پوری کیجیے ادہر ام کلثوم نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ مین عورت ہون اور عورتین کمزور ہوتی ہین مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کفار کو نہ واپس کر دین" چونکہ مذکورہ بالا معاہدہ مین عورتون کا ذکر نہ تھا اسلیے انکے لیے خصوصیت سے یہ آیت اتری،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ (سورۃ الممتحنہ)

اے مومنو! جب تمھارے پاس مسلمان عورتین ہجرت کرکے آئین تو انکا امتحان کرو اگر وہ مسلمان ثابت ہون تو انکو کافرون کے حوالہ نہ کرو،

اسی آیت کے تحت مین آنحضرت صلعم نے ام کلثوم کو واپس کرنے سے انکار کر دیا[3]

[1] و [2] و [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۷،

نکاح ابھی تک ان کا نکاح نہین ہوا تھا، ناکتخدا تھین، مدینہ مین آئین تو زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی سے نکاح ہوا، جب غزدۂ موتہ مین حضرت زید شہید ہو گئے، تو حضرت زبیر بن عوام نے اپنے نکاح مین لیا، مگر چونکہ حضرت زبیر کے مزاج مین سختی زیادہ تھی اس لیے نباہ نہ ہو سکا، مجبوراً طلاق دینی پڑی، انکے بعد عبدالرحمان بن عوف سے عقد ہوا، یہ بھی وفات پا گئے تو عمرو بن عاص نے نکاح کیا۔ انکے پاس ایک ہی مہینہ رہنے پائی تھین کہ مرض الموت مین مبتلا ہو کر انتقال کر گئین[1] یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عمرو بن عاص مصر کے حاکم تھے۔

اولاد۔ حضرت زبیر بن عوام سے زینب اور حضرت عبدالرحمان بن عوف سے ابراہیم، حمید، محمد، اور اسمٰعیل پیدا ہوئے، حضرت زید اور عمرو ابن عاص سے کوئی اولاد نہین ہوئی۔

فضل وکمال حمید ابن عبدالرحمن، حمید ابن نافع[3] اور ابراہیم بن عبدالرحمن وغیرہ نے ان سے کچھ حدیثین بیان کی ہین[4] صحیحین اور سنن ثلثہ مین انکی حدیثین موجود ہین[5]

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۴، [3] ایضاً، [4] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۵۲، [5] ایضاً،
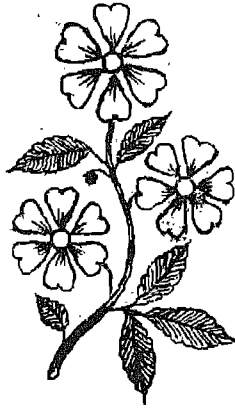
فاطمہ بنت خطاب

نام ونسب نام فاطمہ، ام جمیل کنیت، نسب یہ ہے، فاطمہ بنت خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط ابن رزاح بن عدی بن کعب، آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں[1]

نکاح حضرت سعید بن زید کے نکاح میں تھیں[2]

اسلام اور انہیں کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں، یہ ان دس مسلمانوں میں سے ایک ہیں جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے[3] ان کے اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنے بھائی حضرت عمرؓ کے اسلام کا باعث یہی ہوئیں،

حضرت عمرؓ نے اپنے مسلمان ہونے کا جو قصہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت حمزہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد گھر سے نکلے تو راستہ میں ایک مخزومی صحابی سے تصادم ہوا، اور یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت عمرؓ تمنے اپنے آبائی مذہب سے روگردانی کرکے محمدؐ کا دین اختیار کیا؟

مخزومی صحابیؓ۔ ہاں۔ مگر یہ تو ایک تمھارے ایسے عزیز نے بھی کیا ہے جسکا میرے مقابلہ میں تمپر بہت زیادہ حق ہے۔

حضرت عمرؓ۔ وہ کون؟

صحابیؓ۔ تمھاری بہن اور بہنوئی۔

حضرت عمرؓ بہت غصہ ناک انسان تھے اور شجاعان عرب میں سب سے زیادہ مشہور اس سے زیادہ تاب گفتگو نہ لاسکے اور سیدھے اپنی بہن کے گھر پہونچے، دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کلام اللہ کی آواز آرہی ہے، غصہ میں دروازہ کھلوایا اور پوچھا یہ کیا آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۵، [2] ایضاً واستیعاب وغیرہ، [3] درمنثور صفحہ ۳۶۲،

اب انکو اور بھی طیش آیا یہان تک کہ بہنوئی سے لپٹ گئے، بہن بچانے آئین تو ان کے بھی بال پکڑ کر گھسیٹے اور اتنا مارا کہ لہولہان ہوگئین، مگر ان کے استقلال مین ذرا فرق نہ آیا، اسی حالت مین جواب دیا عمر! جو چاہو کرو اب تو تمھاری مخالفت سے اسلام نہین چھوڑ سکتی" حضرت عمرؓ پر اس جواب کا بڑا اثر ہوا، آنکھین ندامت سے جھک گئین، دل مین ایک برقی رو دوڑ گئی، بہن کے بدن سے خون جو نکلتے دیکھا تو اور بھی رقت طاری ہوئی، بولے "تم لوگ جو پڑھ رہے تھے ہمار بھی سناؤ" فاطمہ نے قرآن لاکر سامنے رکھدیا، حضرت عمرؓ پڑھتے جاتے تھے اور ان کا بدن مارے رعب کے لرز رہا تھا ایک آیت پر پہونچے تو بے ساختہ پکار اٹھے، اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد ا رسول اللہ[1]

ہجرت اپنے شوہر حضرت سعید بن زید کے ساتھ ہجرت کی[2]

فضل وکمال درمنثور مین ہے،

کانت ادیبۃ فاضلۃ عاقلۃ محبۃ	ادیب، فاضل، عاقل، نیک اشر کو کروہ رکھنے
للخیر کارھۃ للشر آمرۃ بالمعروف	والی، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی
ناھیۃ عن المنکر[3]	پابند تھین،

وفات حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین انتقال کیا[4]

اولاد ان کے چار بیٹے تھے عبداللہ۔ عبدالرحمن۔ زید اور اسود[5]

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۴۷۲، درمنثور صفحہ ۳۶۴، واسدالغابہ ج ۴ صفحہ ۵۴ ذکر حضرت عمرؓ [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۵۵۲ ذکر حضرت سعید، [3] و [4] درمنثور ۳۶۴، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۵۵۲

زینب بنت ابی سلمہ

نام ونسب آپ قبیلۂ مخزوم سے تھین، نام زینب ہے سلسلۂ نسب یہ ہے:- زینب بنت ابی سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم آپ کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے انکو دودھ پلایا تھا[1]

ولادت حبشہ مین پیدا ہوئین، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت حضرت ابوسلمہ (ان کے باپ) وفات پاچکے تھے[2]

عام حالات جس سال حضرت ابوسلمہ کا انتقال ہوا اسی سال ایام عدت گذرنے کے بعد حضرت ام آنحضرت صلعم کے عقد مین آئین، یہ زمانہ زینب کی شیرخوارگی کا تھا، اسی عالم مین یہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ رحمت العالمین کے زیرسایہ آگئین[3]

آنحضرت صلعم کی شفقت عوام کے ساتھ عموماً اور بچون کے ساتھ خصوصاً ضرب المثل تھی، یہ تو آپ کی ربیبہ تھین کہان تک آپ کی عنایت سے سرفراز نہوتین، چنانچہ آپ ان سے خاص محبت رکھتے تھے، جس زمانہ مین دودھ پیتی تھین، آپ انکو آغوش مادر مین دودھ پیتے دیکھتے تو واپس ہوجاتے تھے[4] جب پانون چلنے لگین تو آپ غسل فرماتے ہوتے اور یہ آجاتین تو ان کے منھ پر پانی چھڑکتے تھے، اسی کی برکت تھی کہ لوگون نے انکو کبرسنی مین بھی بڑھاپے کی بدنمائیون سے محفوظ پایا اور آخر وقت تک انکے چہرہ پر شباب کی رنگت جھلکتی دیکھی[5]

نکاح عبداللہ بن زمعہ بن اسود سے عقد ہوا،

اولاد[6] چھ لڑکے ہوئے، عبدالرحمن، یزید، وہب، ابوسلمہ، کبیر اور تین لڑکیان، قریبہ، ام کلثوم،

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۳، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۰۰، [3] ایضاً، [4] طبقات ج ۸ ذکر حضرت ام سلمہ، [5] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۰۸

[6] سیر الصحابیات اعظم گڈھ مین صرف دو لڑکے بتلائے ہین حالانکہ دو لڑکون کی شہادت کا ذکر آیا ہی، معلوم ہوتا ہی مولف کو تسامح ہوا ورنہ طبقات مین صراحتًا اولاد کی تعداد مذکور ہی، اسد الغابہ وغیرہ مین مجملاً اولاد کا ہونا بتلا کر دو لڑکون کی شہادت کا ذکر پایا جاتا ہے

ام سلمہ[۱] حرہ کی لڑائی میں ان کے دو لڑکے شہید ہوئے، جب ان کی لاشیں حضرت زینب کے سامنے لائی گئیں تو انا للہ پڑھا اور بولیں مجھپر بہت بڑی مصیبت پڑی، ایک تو سر میدان لڑکر شہید ہوا لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا گھر میں بے بس کرکے مارا گیا[۲]

فضل وکمال حضرت زینب کو خدا نے جو فضل وکمال عطا کیا تھا میں وہ اپنی صنف کی فرد فرید تھیں حضرت ابو رافع کا قول ہے،

کنت اذا ذکرت امرأۃ فقیھۃ بالمدینۃ	جب میں نے مدینہ کی کسی فقیہہ عورت کا ذکر کیا تو
ذکرت زینب بنت ابی سلمۃ،[۳]	زینب بنت ابی سلمہ کو ضرور یاد کیا۔

علامہ بن عبد البر نے لکھا ہے،

کانت من افقہ نساء زمانھا	وہ اپنے زمانہ کی فقیہ ترین بیوی تھیں[۴]،

آنحضرت صلعم سے چند حدیثیں بیان کی ہیں اور حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب بنت جحش سے بھی کچھ حدیثوں کی سماعت کی، جن لوگوں نے ان کے سلسلہ سے روایت کی ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں،

ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعہ، محمد بن عطا، عراک بن مالک، حمید بن نافع، عروہ بن زبیر ابو سلمہ بن عبد الرحمن، امام زین العابدین[۵]

وفات جس زمانہ میں ان کا انتقال ہوا، مدینہ پر طارق حکمران تھا، تہذیب میں لکھا ہے کہ بیٹوں کی شہادت کے بعد دس برس زندہ رہیں اور ۷۳ھ میں انتقال کیا[۶] بقیع میں دفن ہوئیں[۷] طارق نے نماز جنازہ میں شرکت کی[۸]

[۱] طبقات جز ۸ صفحہ ۳۳۸، [۲] استیعاب جز ۲ صفحہ ۷۵۶، [۳] اصابہ جز ۲ صفحہ ۶۰۰، [۴] استیعاب جز ۲ صفحہ ۷۵۶، [۵] تہذیب جز ۱۲ صفحہ ۴۲۱، [۶] طبقات جز ۸ صفحہ ۳۳۸، [۷] ایضاً،

ام حکیم بنت حارث

نام ونسب   نام معلوم نہین - ام حکیم کنیت ہے ، سلسلۂ نسب یہ ہے :- ام حکیم بنت حارث
بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ، قریش کے قبیلہ مخزوم سے تھین ، والدہ کا نام فاطمہ
بنت الولید بن المغیرہ تھا جو حضرت خالد بن ولید کی بہن تھین [1]

نکاح   عکرمہ بن ابوجہل ان کے ابن عم تھے ، انہین سے عقد ہوا

اسلام اور عام حالات   جنگ احد مین بحالت کفر شریک ہوئین لیکن جب خدا نے فتح مکہ سے
مسلمانون کو شاد کام فرمایا تو یہ بھی دولت اسلام سے بہرہ مند ہوئین [2] انکی والدہ فاطمہ بنت ولید
بھی انکے ساتھ مسلمان ہوئین [3]

عکرمہ اسوقت تک مشرک تھے ، اور اپنے باپ کی طرح اسلام سے سخت متنفر ، اس
وقت جان بچانے کے لیے سوا اسکے کہ یمن بھاگ جاتے کوئی چارہ نہ تھا ، چونکہ حضرت ام حکیم کو
شوہر سے بہت محبت تھی اور نہ چاہتی تھین کہ اپنی آنکھون سے اسکو گمراہ دیکھین اسلیے انھون نے
آنحضرت صلعم سے ان کے لیے امن کی درخواست کی آپ نے معاف فرمایا تو یمن گئین اور اپنے
ساتھ عکرمہ کو لائین ، یہان آکر عکرمہ نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور غزوات مین شرکت
کرکے بڑے جوش وخروش سے اپنے گناہون کا کفارہ ادا کیا ، جب حضرت ابوبکرؓ کے عہد
خلافت مین رومیون سے جنگ ہوئی تو ام حکیم کو اپنے ساتھ لے گئے اور اجنادین کے معرکہ مین
بڑی دلیری سے شہادت پائی -

عدت کے چار مہینے دس دن گذر جانے پر لوگون نے نکاح کا پیغام دیا ، یزید بن ابی سفیان
کی بھی خواہش تھی ، لیکن انھون نے سبکو جواب دے دیا ، اور خالد بن سعید بن العاصؓ سے
نکاح کے لیے آمادہ ہوئین اور چار سو دینار مہر پر اس سے فراغت حاصل کی ، ابھی رخصتی کی

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۱ ، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۰ ، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۱ ،

رسم ادا نہین ہوئی تھی، جب مسلمان مرج الصفر مین پہونچے تو خالد رضنے چاہا کہ بیان اس رسم سی بھی فرصت ہو جاے تو اچھاہے ام حکیم نے روکا کہ ابھی توقف کرنا چاہیے لیکن خالدنے کہا مجھے اس معرکہ مین اپنی شہادت کا یقین ہے، اسلیے چُپ ہو گئین چنانچہ ایک پل کے پاس جسکو قنطرہ ام حکیم کہتے ہین، رسم عروسی ادا ہوئی، صبح کو دعوت ولیمہ کا انتظام ہوا اور لوگ کھانے کے لیے بُلائے گئے، مگر ہنوز فراغت نہوئی تھی کہ رومی آپہونچے، جلدی جلدی جتنی طیاریان ہوسکین مسلمانون نے بھی کہین اور مدافعانہ جنگ کے لیے سینہ سپر ہو گئے، خالد بن سعید بھی اٹھے اور نہایت بہادری سے لڑکر شہید ہوئے، ام حکیم اگرچہ عروس تھین تاہم انھون نے کپڑے باندھ کر ایک خیمہ کی چوب اکھاڑلی اور نہایت دلیری سے کفار پہ حملہ آور ہوئین،

مورخین نے لکھاہے اسی چوب سے حضرت ام حکیم نے ، کافرون کو قتل کیا[1]

وفات تاریخ وفات اور دیگر حالات تاریکی مین ہین-

[1] جنگ کا سارا بیان استیعاب ج ۲ صفحہ ۹۱۰، سے ماخوذ ہے

خولہ بنت حکیم

نام و نسب آپ قبیلہ سلیم سے تھین، خولہ نام ہے، ام شریک کنیت، نسب یہ ہے :- خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم[1] رشتہ مین آنحضرت صلعم کی خالہ تھین[2]

نکاح حضرت عثمان بن مظعون رض سے نکاح ہوا تھا جو نہایت بلند مرتبہ کے صحابی تھے[3]

عام حالات نکاح کے بعد ہی مسلمان ہو کر ہجرت کی، ۲ سنہ ھ مین غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو خولہ نے دوسرا نکاح نہین کیا، اکثر پریشان رہتی تھین، صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے اپنے تئین آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کیا تھا[4]

اخلاق استیعاب مین لکھا ہے کہ "کانت امرأۃ صالحۃ فاضلۃ" وہ ایک نیک اور قابل عزت بیوی تھین[5]

مسند مین ان کی نسبت لکھا ہے " تصوم النھار وتقوم اللیل" یعنی دن کو روزہ رکھتین اور رات کو عبادت کیا کرتی تھین[6]

زیور سے زیادہ رغبت تھی ایک بار آنحضرت صلعم سے کہا "یا رسول اللہ! اگر طائف فتح ہو تو مجکو بادیہ بنت غیلان یا فارعہ بنت عقیل کا زیور دیدیجئے گا، آنحضرت صلعم نے فرمایا اور اگر خدا اسکی اجازت نہ دے تو مین کیا کرون[7]

فضل و کمال آنحضرت صلعم سے چند احادیث روایت کین، ان سے روایت کرنے والونکے نام یہ ہین، سعد بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، بشر بن سعید، عروہ وغیرہ[8] ان کی مرویہ حدیثون کی تعداد ۵ بتائی جاتی ہے،

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۴۴، [2] مسند احمد ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [3] اسد الغابہ صفحہ مذکور وغیرہ [4] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۲ و دیگر کتب [5] ایضاً [6] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [7] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۲ [8] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۵۶،

حمنہ بنت جحش رضؓ

نام ونسب حمنہ آپ کا نام ہے، آپ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھین حضرت زینب کے بیان مین ان کا نسب نامہ لکھا جا چکا ہے،

نکاح حضرت مصعب بن عمیر رضؓ سے شادی ہوئی اور

اسلام غالباً انہین کے ساتھ مشرف باسلام ہوئین، مہاجرات مین سے ہین،

عام حالات جنگ احد مین کارہائے نمایان انجام دیے، پیاسون کو پانی پلایا، زخمیون کے علاج کرنے اور انکو گھر پہونچانے کی خدمات انجام دین،

اسی معرکہ مین حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے ان کے بعد حضرت طلحہ رضؓ سے نکاح ہوا یہ طلحہ وہی ہین جنکو آنحضرت صلعم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی،

افک کے واقعہ مین یہ بھی شریک تھین، حضرت عائشہ رضؓ کے بیان مین ضمناً انکا بھی ذکر آ چکا ہے

فضل وکمال آنحضرت صلعم سے چند حدیثین روایت کین، ان سے روایت کرنے والے انکے بیٹے عمران بن طلحہ رضؓ ہین،

اولاد بروایت ابن سعد ان کے بطن سے حضرت مصعب بن عمیر کی اولاد بھی ہوئی[1] دیگر کتابون مین صرف حضرت طلحہ کے صلب سے ان کے دو لڑکون کا ذکر آیا ہے، محمدؐ اور عمران محمد کا لقب سجاد تھا،

وفات وفات کا صحیح سنہ معلوم نہین ہوا۔

---

[1] حضرت حمنہ کا تمام بیان اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۲۸ سے ماخوذ ہے [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۵،

ام ابی ہریرہ

نام ونسب نام امیمہ تھا، ان کے باپ صبیح یا صفیح بن الحارث تھے،

اسلام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے تک یہ مشرک تھین، چونکہ حضرت ابوہریرہ بارگاہ نبوت کے خاص خدام سے تھے اسلیے دل سے چاہتے تھے کہ انکی والدہ بھی اس سرمدی فیض سے محروم نہ رہین، ایک دن انھون نے آنحضرت صلعم کی شان مین گستاخی کی تو حضرت ابوہریرہ کو سخت گران گذرا، روتے ہوئے حضور صلعم کی خدمت مین پہونچے اور عرض کیا، حضور! اب میری والدہ کے مسلمان ہونے کی دعا فرمایئے، آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی ادھر ان کی حالت مین دفعۃً انقلاب پیدا ہوگیا، غسل کیا کپڑے بدلے اور حضرت ابوہریرہ کے سامنے کلمہ پڑھا، حضرت ابوہریرہ فرط مسرت سے آبدیدہ ہوگئے اور آنحضرت صلعم کو اطلاع کی، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا[1]

اولاد اولاد مین حضرت ابوہریرہ رض بہت مشہور ہین،

وفات وفات کا حال کہین مذکور نہین،

[1] صحیح مسلم ج۲ صفحہ ۳۵۷

ام الدرداء

نام ونسب ام الدرداء کے نام کی دو خاتونین مشہور ہین اور یہ دونون حضرت ابو الدرداء رضہ کے نکاح مین تھین، جو بڑی تھین وہ صحابیہ ہین، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے نزدیک ان کا نام خیرہ تھا اور وہ ابو حدرد اسلمی کی صاحبزادی تھین [1]

فضل وکمال اور اخلاق حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے [2]

کانت من فضلاء النساء وعقلائهن وذوات الرأي منهن مع العبادة والنسك — نہایت عاقلہ، فاضلہ، صاحب الرائے اور عبادتگذار تھین،

آنحضرت صلعم اور حضرت ابو درداء رضہ اپنے شوہر سے چند حدیثین روایت کی ہین، انکے شاگرد میمون بن مہران ہین جن کی سماعت پر جمہور کا اتفاق ہے، استیعاب مین بعض اور راویون کے بھی نام لکھے ہین جو صحیح نہین کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ان مین سے کسی نے ام درداء کا زمانہ نہین پایا،

وفات حضرت ابو درداء سے دو سال پہلے انتقال کیا، یہ زمانہ حضرت عثمان غنی رضہ کی خلافت کا تھا [3]

[1] و [2] و [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۱

ام خالد بنت خالد بن سعید

نام و نسب نام اَمَتہ، کنیت ام خالد، نسب نامہ یہ ہے: امتہ بنت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس، قریش کے خاندان بنی امیہ سے تھین، والدہ ہمینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر خزاعیہ تھین،

ولادت جب خالد بن سعید ہجرت کر کے مع اپنی بیوی کے حبشہ چلے گئے تو ہین آمنہ پیدا ہوئین۔

نکاح حضرت زبیر بن عوام رضؓ سے نکاح ہوا۔

عام حالات امتہ اپنے والدین کے ساتھ سن شعور تک حبشہ ہی مین رہین، جب اچھی طرح ہوش آگیا تو ان کے والدین کشتیون مین سوار ہو کر مدینہ روانہ ہوئے۔

نجاشی اس زمانہ مین حبشہ کا حکمران تھا، جب یہ لوگ آمادۂ سفر ہوئے تو نجاشی نے سب سے مخاطب ہو کر کہا

اقرؤا جمیعا رسول الله منی السلام، تم سب رسول اللہ صلعم کو میرا سلام کہہ دو،

امتہ کہتی ہین مین بھی انہین لوگون مین سے ہون جنہون نے رسول اللہ صلعم کو نجاشی کا سلام پہنچایا

فضل و کمال آنحضرت صلعم سے چند حدیثین بیان کی ہین[1]۔ راویون کے نام حسب ذیل ہین،

موسیٰ بن عقبہ، ابراہیم بن عقبہ، کریب بن سلیمان کندی وغیرہ[2]

اولاد آپ کے دو بیٹے ہوئے عمر بن زبیر رضؓ اور خالد ابن زبیر رضؓ[3]

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۱، [3] ایضاً،

معاذہ بنت عبداللہ

نام ونسب نام معاذہ۔ نسب یہ ہے، معاذہ بنت عبداللہ بن جریہ السفریہ ابن امیہ بن حدارہ بن حارث بن خزرج[1]۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کی کنیز تھین مگر اسلام کی بدولت خدا نے آزادی عطا کی[2]

بیعت واسلام مسلمان ہونے کے بعد جو عورتین آنحضرت صلعم کی بیعت سے شرفیاب ہوئین انہین مین یہ بھی ہین[3]

نکاح سہل بن قرظہ سے نکاح ہوا، ان کے انتقال کرجانے یا چھوڑ دینے کے بعد حمیر بن عدی انصاری سے شادی ہوئی، حمیر نے طلاق دے دی تو عامر بن عدی کے نکاح مین آگئین،

اولاد سہل بن قرظہ سے ایک لڑکا عبداللہ بن سہل اور ایک لڑکی ام سعید بنت سہل پیدا ہوئی حمیر بن عدی سے حارث، عدی توام دو لڑکے اور ام سعد ایک لڑکی پیدا ہوئی، عامر سے صرف ایک لڑکی ام حبیب بنت عامر یادگار تھی[4]

اخلاق استیعاب مین ہے "کانت امرأۃ مسلمۃ فاضلۃ"[5]

عام حالات چونکہ یہ مسلمان ہوگئی تھین اسلیے جب تک آزاد نہوئین عبداللہ بن ابی کے قبضہ مین تھین وہ انپر ظلم کرتا تھا اور اس امید پر طرح طرح کی تکلیفین دیتا تھا کہ مسلمان چھڑانے آئینگے اور فدیہ مین کچھ رقم ملجائے گی، مگر انکے استقلال مین ذرا فرق نہ آتا تھا، اللہ تعالے نے آیۂ ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء (سورۂ نور) انہیکی نسبت نازل فرمائی اور کفار کے پنجۂ استبداد سے رہا کیا[5]

وفات وفات کی تاریخ اور اس سے زیادہ حالات معلوم نہین۔

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۸۷۷، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۴

حوّا بنت یزید

نام ونسب نام حوّا، نسب یہ ہے: حوّا بنت یزید بن سنان بن کرز بن زعورا ابن عبدالاشہل[1]

نکاح قیس بن حطیم کے نکاح میں تھیں[2]

اسلام اپنے شوہر سے چھپ کر اسلام لائیں، جب قیس مکہ آئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انھوں نے مہلت چاہی کہ جب تک مدینہ آؤں اسوقت تک اور غور کر لوں آنحضرت صلعم نے منظور فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ اپنی بیوی حوا بنت یزید سے احتراز کرے اور اس سے حسن سلوک کی نصیحت فرمائی اور کہدیا کہ وہ مسلمان ہو گئی ہے، قیس نے رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی پوری تعمیل کی آپ کو معلوم ہوا تو قیس کے اس طرز عمل پر اظہار مسرت فرمایا[3]

محمد بن سلام صاحب طبقات الشعراء نے لکھا ہے کہ حوا کو قیس اسلام سے روکتا تھا وہ سجدہ میں ہوتیں اور یہ آکر گرا دیتا تھا اور بہت تکلیفیں پہونچاتا تھا، یہ زمانہ ہجرت سے پہلے کا ہے اسوقت آنحضرت صلعم مکہ میں تشریف رکھتے تھے آپ کو انصار کے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے اسی سلسلہ میں حوا کے مسلمان ہونے اور شوہر کے ظلم کرنے کی اطلاع ملی۔ جب قیس مکہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ تمھاری بیوی تو مسلمان ہو گئی ہے اور تم اسپر ظلم کرتے ہو، میں چاہتا ہوں اب اس سے کوئی تعرض نہ کرو[4]

حضرت حوا بیعہ اولیٰ اور بیعۂ ثانیہ کے درمیانی زمانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئیں السابقین الاولین میں سے ہیں، انکے اسلام کی نسبت مورخین کی راے ہے کہ اسلمت حوا فحسن اسلامھا[5]

[1] [2] [3] [4] [5] طبقات ابن سعد، اصابہ ج ۸ صفحہ ۵۲۷-۵۲۹

LYTTON LIBRARY
ALIGARH
UNIVERSITY
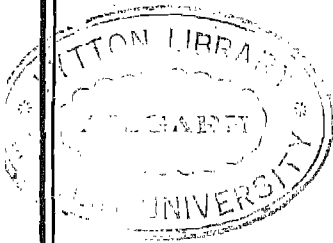
ام الخیر بنت صخر

نام ونسب نام معلوم نہین، کنیت ام الخیر، نسب یہ ہے:- ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، قریش کے خاندان تیم سے ہین، آپ حضرت ابو بکر صدیق رض کی والدہ ہین ا

نکاح ابو قحافہ سے شادی ہوئی تھی،

اسلام جب حضرت ابو بکر صدیق اسلام لائے تو سب سے پہلا کام انکا یہ تھا کہ انھون نے کفار کو بالاعلان اسلام کی طرف بلایا، یہ بات مشرکین کو جذبۂ انتقام سے مشتعل کردینے کے لیے کم نہ تھی سب نے چارون طرف سے نرغہ کیا اور حضرت ابو بکر کو گھیر کر سخت آزار پہونچایا، جب آپ بالکل بیدم ہوگئے تو بنی تیم ایک کپڑے مین لپیٹ کر ان کے گھر لے گئے، ذرا ہوش آیا تو پوچھا "رسول اللہ صلعم کا کیا حال ہے"؟ انکے والد اور تمام اہل خاندان ملامت کرنے لگے مگر انکا استفسار برابر جاری تھا یہان تک کہ رسول اللہ صلعم خود تشریف لائے، انکی پیشانی کو بوسہ دیا، اور اس حال مین دیکھکر آبدیدہ ہوگئے حضرت ابو بکر رض نے (اپنی والدہ کی طرف اشارہ کرکے) کہا "یا رسول اللہ یہ میری والدہ ہین اور خدا نے آپکو برکت عطا کی ہے انکے لیے دعا فرمائیے اور انکو اسلام کی دعوت دیجئے شاید اللہ آپ کی برکت سے ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے،" آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی اور ام الخیر کو قبول اسلام پر آمادہ کیا، اللہ کی قدرت! کہ ان کا دل فوراً زنگ کفر سے صاف ہوگیا اور حق وصداقت کی واقعیت آنکھون مین آشنا ہوگئی، مسلمان ہوئین انکے اسلام کی نسبت ارباب تحقیق کی رائے ہے انھا اسلمت قدیمًا۔[1]

وفات حضرت ابو قحافہ کی وفات سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۸۰، [2] ایضاً

لیلیٰ بنت ابی حثمہ

نام ونسب نام لیلیٰ کنیت ام عبداللہ، قریش کے خاندان عدی سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے:-
لیلیٰ بنت (ابی) حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی[1]

نکاح عامر بن ربیعہ عنبری کے نکاح مین تھین[2]

اسلام وہجرت شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئین اور پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ گئین آپ مہاجرات اولی مین سے ہین ان کے لیے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انھون نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی، یعنی مسلمانونکا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا اسکے بعد کعبہ ہوا تو چونکہ قدیم مسلمانون مین سے ہین اسلیے بیت المقدس کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنا بھی انکے سوانح مفاخرت کا جزو ہے[3]

عام حالات ہجرت حبشہ کا حال خود انکی زبان سے منقول ہے بیان کرتی ہین، حضرت عمر اسوقت تک اسلام نہ لائے تھے اسلیے ہملوگون پر بہت زیادہ تشدد کرتے تھے، مجبوراً ہمنے سفر حبشہ کی تیاری کی، قافلہ روانہ ہونیکو تھا اور مین اپنے اونٹ پر سوار تھی کہ عمر آئے اور پوچھنے لگے ام عبداللہ کہان کا ارادہ ہے؟ مین نے کہا "تم نے ہمکو دین کے لیے بہت تکلیف دی خدا کا ملک تنگ نہین ہے، جہان جگہ ملے گی چلے جائینگے، بولے خدا تمھارا ساتھی ہو اور چلے گئے، عامر بن ربیعہ آئے تو مین نے ان سے سب قصہ بیان کیا اور اسوقت جو حضرت عمر پر ایک قسم کی رقت سی طاری ہوگئی تھی، اسکا ذکر کیا، عامر نے کہا تم یہ چاہتی ہو کہ عمر اسلام لے آئین، مین نے کہا ہان، آخر کار خدا نے ایسا ہی کیا کہ میری امید پوری ہوئی[4]

ایکبار آنحضرت صلعم کے سامنے انھون نے اپنے بیٹے سے کہا تعال اعطک یہان آؤ مین تمکو کچھ دونگی آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کیا دینا چاہتی تھین، بولین "کھجور" فرمایا اگر تم کچھ نہ دیتین تو مین تمکو جھوٹا سمجھتا[5]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۴۱، [2] اصابہ ج ۱ صفحہ ۷۷، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۴۱، [4] ایضاً،

خلیدہ بنت قیسؓ [1]

نام ونسب خلیدہ نام ہے، نسب یہ ہے، خلیدہ بنت قیس بن ثابت بن خالد بن اشجع، قبیلہ دہمان سے ہیں،

نکاح بنی سلمہ کے ایک شخص تھے براء بن معرور، انہیں سے عقد ہوا،

اسلام مسلمان ہوئیں اور بیعت میں شرکت کی،

عام حالات جب آنحضرت صلعم کو بکری کے گوشت میں زہر دیا گیا تو آپکے ساتھ کھانے والوں میں انکا بیٹا بھی تھا، اس واقعہ کی تائید ذیل کی روایت سے ہوتی ہے،

جس مرض میں آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا اسی مرض کی حالت میں خلیدہ عیادت کے لیے آئیں اور تن مبارک پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے جسقدر سخت بخار آپکا دیکھا کسیکا نہیں دیکھا فرمایا جسطرح ہمکو اجر المضاعف دیا جاتا ہے اسی طرح بلاؤں کا تشدد بھی ہمارے لیے دوگنا ہے پھر ارشاد ہوا لوگ میری علالت کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں، خلیدہ بولیں، ان کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلعم کو ذات الجنب ہے" فرمایا اللہ اس بلا کو مجھپر مسلط نہ کریگا یہ وسوسہ شیطانی ہے یہ تو اس زہر کا اثر ہے جو مینے اور تیرے بیٹے نے جنگ خیبر میں کھایا تھا، اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا اب یہاں تک نوبت پہونچی،

فضل وکمال آپ نے چند حدیثوں کی روایت کی ہے، ایک روایت بہت مشہور ہے جو یہاں درج کیجاتی ہے ایکمرتبہ انہوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا، یا حضرت کیا مرنے کے بعد بھی پہچانتے ہیں فرمایا

یا ام بشر ان النفس الطیبۃ طیر خضر فی الجنۃ فان کان الطیر	تمہارا ہاتھ غبار آلود ہوں پاکیزہ روح تو جنت میں ایک سبز پرند کیطرح ہے
یتعارفون فی رؤوس الشجر فانھم یتعارفون	اگر پرندے درخت کے پتوں میں پہچانے جاتے ہیں تو وہ بھی پہچانے جاتے ہیں

وفات وفات اور اس سے زیادہ واقعات معلوم نہ ہوسکے،

---

[1] یہ سارا بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰ سے ماخوذ ہے،

خولہ بنت ثعلبہ

نام ونسب نام خولہ، ثعلبہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف کی بیٹی ہین۔ قبیلہ بنی عوف بن خزرج سے ہین،

نکاح اوس بن صامت حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی کے ساتھ نکاح ہوا تھا،

اسلام مسلمان ہوئین اور آنحضرت صلعم سے بیعت کی،

عام حالات مسئلہ ظہار کا فیصلہ انہین سے وابستہ ہے، جاہلیت مین رسم تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ اپنی بیوی سے مظاہرہ کرتا تھا، یعنی اسکو اپنی مان کی طرح حرام کرلیتا تھا، ہمیشہ کے لیے اسکے تعلقات زوجیت منقطع ہو جاتے تھے، اوس بن صامت انکے شوہر نہایت معمر اور شیخ فانی تھے، سخت کلامی اور تند مزاجی اس عمر کا خاصہ ہے، ذرا سی بات مین بھڑک اُٹھتے تھے، غرض مزاج مین چڑچڑا پن بہت تھا ایک دفعہ بیوی سے کسی بات پر بہت ناراض ہوے اور غصہ مین کہدیا اَنْتَ عَلَیَّ کَظَہْرِ اُمِّی تم مجھپر میری مان کی طرح حرام ہو، بڑھاپے کا غصہ تھا تھوڑی دیر مین اتر گیا، غور کیا تو آنکھین کھلین سخت نادم ہوے خولہ کے پاس آنا چاہا تو انھون نے کہا گو تم نے طلاق نہین دی ہے تاہم جبتک خدا اور اسکا رسول حکم نہ دین ہمارے تمھارے باہمی تعلقات حرام ہین، اب تم رسول اللہ صلعم کے پاس جاؤ اور جو کچھ کر چکے ہو اسکا فیصلہ کراؤ، اوس نے کہا مجھے اس بارہ مین آنحضرت صلعم سے عرض کرتے شرم آتی ہے، تمھین جاؤ شاید اللہ ہمارے اوپر رحم فرمائے اور اپنے رسول کے وسیلے سے بہبودی کے اسباب مہیا کردے، خولہ یہ سنکر کپڑے پہنکر تیار ہوئین اور حضرت عائشہ رض کے گھر مین آنحضرت صلعم کے پاس پہونچین، آنحضرت صلعم نے استفسار حال فرمایا تو بولین یا حضرت! اوس جسکو آپ جانتے ہین میرا ابن عم اور مجھکو سب سے زیادہ محبوب ہے، اسکی تند کلامی، سخت مزاجی اور ضعف قوت کا حال بھی حضور پر روشن ہے، اسنے غصہ مین ایسی بات کہدی ہے جو مین قسم کھاکے کہتی ہون کہ طلاق نہین ہے اسنے کہا انت علی کظہر امی رسول اللہ صلعم نے فرمایا

میرے خیال مین تو تم اسپر حرام ہو گئی ہو، خولہ کو یہ سُنکر بہت صدمہ ہوا اور بڑی لجاجت سے آنحضرت صلعم سے جھگڑتی رہین، پھر ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ مین تجھ سے اپنی سخت ترین تکلیف اور اسکی جدائی کے رنج کی شکایت کرتی ہون، اے اللہ! جو بات ہمارے لیے باعث رحمت ہو اپنے نبی کی زبان سے ظاہر فرما دے، حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ یہ منظر ایسا دردناک تھا کہ مین اور گھر کے سارے لوگ خولہ کی ہمدردی مین رونے لگے،

اس حالت مین زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلعم پر نزول وحی کے آثار ظاہر ہوئے حضرت عائشہ رض نے خوش ہو کر خولہ سے فرمایا خولہ! عنقریب خدا کی طرف سے تمہارا تصفیہ ہو جاتا ہے، یہ وقت اور بھی نازک تھا امید و بیم کی کشمکش خولہ کو بیتاب کیے دیتی تھی اندیشہ تھا کہ فرقت وجدائی کا حکم نہ ہوا اور اس صدمہ مین جان نکلجاے، مگر آنحضرت صلعم کی طرف نگاہ کی تو آپ کو تبسم فرماتے ہوئے پایا، امید بندھی اور مارے خوشی کے کھڑی ہو گئین آنحضرت صلعم نے فرمایا، دیکھو اللہ تعالی نے تمھارا فیصلہ کر دیا، پھر آیۃ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا سورہ مجادلہ آخر قصہ تک تلاوت فرمائی اور حکم دیا کہ اپنے شوہر سے کہدو کہ ایک لونڈی یا غلام آزاد کرین، خولہ بولین یا نبی اللہ اسکو آزاد کرین بخدا اسکے پاس نہ کوئی لونڈی غلام ہے نہ سوا میرے کوئی خادم، ارشاد ہوا اچھا تو پے در پے ساٹھ روزے رکھین کہا واللہ وہ اسپر بھی قادر نہین وہ تو دن مین کئی بار کھاتے ہین ضعف بدن کیساتھ انکی آنکھین بھی جاتی رہی ہین آپ نے فرمایا تو کہدو کہ ساٹھ مسکینونکو کھانا کھلائین، جوابدیا، یا حضرت اتنا بھی انسے ناممکن ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ام المنذر بنت قیس کو بلا لائین انسے بار شتر کھجورین لیکر ساٹھ مسکینون پر صدقہ کر دین، خولہ سلام کرکے رخصت ہوئین گھر پہونچین تو شوہر کو دروازہ پر منتظر پایا، انکو دیکھتے ہی بیتابی سے پوچھا کیون خولہ کیا ہوا بولین خیر ہے اور تم خوش قسمت معلوم ہوتے ہو آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ تم ام المنذر بنت قیس کو ساتھ لیتے آؤ اور ان سے بار شتر کھجورین لیکر ساٹھ مسکینون پر صدقہ کر دو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت اوس نے بہت خوشی سے اپنی قسم کا کفارا ادا کیا[1]

حضرت عمر رض انکا بہت احترام کرتے تھے، ایکمرتبہ آپ کہین جا رہے تھے، بہت سے آدمی ساتھ تھے اثنا راہ مین خولہ سے ملاقات ہوئی تو انکی طرف متوجہ ہو گئے دونون مین باتین ہونے لگین، ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین اس بڑھیا سے تو سب لوگ تنگ آ گئے، حضرت عمر نے فرمایا اے کمبخت! تجھے معلوم ہے یہ بڑھیا کون ہے یہی وہ عورت ہے جسکی صدا اسے رد اللہ نے عرش سے سُنی، یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جسکے بارہ مین آیہ قد سمع اللہ نازل ہوئی اگر یہ رات تک ٹھہرتی تو بھی مین سوا نماز کے کوئی کام نہ کرتا اور اسی سے باتین کیا کرتا[2]

[1] یہان تک سارا بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۷۵ لغایت ۲۷۷ سے ماخوذ ہے [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۴۲،

رُبَیِّع بنت نضر

نام ونسب. نام ربیع ہے، انصار کے خاندان عدی بن نجار سے ہین، حضرت انس بن نضر ان کے بھائی تھے[1] حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول صلعم کی پھوپھی ہین، سلسلہ نسب یہ ہے، ربیع بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام[2]

عام حالات. حارثہ بن سراقہ انکے بیٹے تھے جو جنگ بدر مین شہید ہوئے، ایک بار رسالت مآب صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہنے لگین یا رسول اللہ مین حارثہ کی حالت معلوم کرنا چاہتی ہون اگر جنت مین ہو تو صبر کرون اور اسکے آرام کے خیال سے خوش ہون، ورنہ آہ وبکا مین تو زندگی گذر رہی ہے فرمایا انہ اصاب الفردوس الاعلے، اطمینان رکھو اللہ نے اسکو فردوس اعلے مین جگہ دی ہے[3]

انھون نے ایک عورت کا دانت توڑ ڈالا تھا، اسکے متعلقین نے انتقام چاہا اور آنحضرت صلعم سے صورت واقعہ بیان کی آپ نے قصاص کا حکم دیا، تو انس بن نضر کھڑے ہوے اور ربانداز لجاجت التماس کیا کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جائین لوگ انکے عاجزانہ لہجہ سے متاثر ہوئے اور معاف کر دیا[4]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۲، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶، [3] اسد الغابہ صفحہ مذکور، [4] ایضًا،

درۃ رض بنت ابی لہب

نام ونسب درّہ نام ہے، ابولہب بن عبدالمطلب کی بیٹی ہین، اس بنا پر آنحضرت صلعم کی چچیری بہن ہوئین، نسب کے لیے اس سے زیادہ وضاحت غیر ضروری ہے،

نکاح حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا تھا،

اسلام وہجرت مسلمان ہوئین اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی،

عام حالات جب مدینہ پہونچین تو رافع بن معلی زرقی کے گھر اترین، وہان خاندان زریق کی عورتین ان سے ملنے آئین اور کہا تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جسکی نسبت سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تھی، ایسی صورت مین تمکو ہجرت کا کیا ثواب ملیگا، ان کو بہت صدمہ ہوا اور اسی تشویش کے عالم مین بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئین، جو کچھ ان عورتون نے کہا تھا بیان کیا آپ نے تسکین دی اور بیٹھنے کا حکم دیا پھر لوگون کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر منبر پر قیام فرمایا اور کہا ایھا الناس! لوگ مجکو میرے خاندان کے بارہ مین تکلیف دیتے ہین، حالانکہ قسم ہے خدا کی میرے اقربا کو میری شفاعت ضرور پہونچے گی، یہان تک کہ صدا حکم اور سلہب بھی اس سے مستفید ہون گے[1][2]

فضل وکمال کئی حدیثین ان سے مروی ہین، راویون مین عبداللہ بن عمیرہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ ہین[1]

اولاد تین بیٹے ہوے، عتبہ، ولید، ابومسلم[1]

وفات کا حال معلوم نہین۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۰ و استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۷،

[2] صدا، حکم، سلہب یہ تینون قبائل کے نام ہین جن سے آنحضرت صلعم کی دور کی قرابت تھی،

ہند بنت عتبہ

نام ونسب ہند نام ہے، آپ عتبہ بن ربیعہ ابن عبد شمس بن عبد مناف کی بیٹی ہین جو قریش کا عزیز ترین رئیس تھا، ان کی مان صفیہ بنت امیہ بن حارثہ بن اوقص بن مرۃ بن ہلال سلمیہ تھین[1]۔

نکاح پہلے فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے شادی ہوئی، ان کے بعد ابوسفیان بن حرب کے نکاح مین آئین، ابوسفیان سے امیر معاویہ پیدا ہوے[2]

عام حالات ہند انکا باپ اور شوہر ابوسفیان بن حرب اسلام کے جیسے سخت دشمن تھے ظاہر ہے، ابوجہل کی سیادت اوران نام اور مشرکون کی کوشش سے جو صدمے اسلام کو پہونچے تھے پہونچے لیکن جب مسلمانون کے سخت ترین مصائب مین جنگ بدر کے خاتمے اور ابوجہل جیسے زبردست مشرکون کے قتل کے ساتھ بڑی حد تک کمی آگئی تو ابوسفیان نے ان سب کی جانشینی پر کمر باندھی اور بڑی شد ومد سے ابوجہل کی قائم مقامی کا اقرار کرایا، جنگ بدر کے بعد کے تمام معرکے ابوسفیان کی فتنہ پردازی کا نتیجہ تھے، غزوہ احد بھی اسی کے جذبۂ انتقام کی ایک صورت تھی جب یہ معرکہ پیش آیا تو ابوسفیان کی بیوی ہند بھی ساتھ تھی، ہند نے مشرکون کی حمایت مین جو کام کیے اور اپنے باپ اور اعزہ کے انتقام مین جس سنگدلی سے مسلمانون کے ساتھ سلوک کیا، اسکے تصور سے دل رزنے لگتا ہے، وہ میدان مین برابر اپنا کام کر رہی تھی اور کفار کو جوش دلا کر لڑنے کے لیے تیار کر رہی تھی، رجزیہ اشعار جو اسنے اس موقع پر پڑھے تھے ابن اثیر اور دیگر مورخین نے لکھے ہین ہم بھی یہان نقل کرتے ہین[3]

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق مشی القطی البارق
والمسک فی المفارق والدر فی المخانق ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق او تدبروا نفارق فراق غیر وامق

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷۰ ذیرہ، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۶۲ و درمنثور وغیرہ، [3] ایضاً اسد الغابہ،

چونکہ بدر مین حضرت امیر حمزہؓ کے ہاتھ سے ہند کا باپ عتبہ بھی مارا گیا تھا اسلیے وہ خصوصیت سے انکی دشمن تھی اور موقع کی منتظر رہتی تھی، اسنے پہلے ہی سے وحشی کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور حربہ اندازی کے فن مین کافی مہارت رکھتا تھا، انتقام کے لیے آمادہ کر رکھا تھا اور اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو اسکے صلہ مین آزاد کر دیا جائیگا، یہ موقع تھا کہ اسکی تدبیر پوری ہوتی، چنانچہ جب حضرت حمزہ اسکے پاس آئے تو وحشی نے حربہ پھینک مارا جو ناف مین لگتے ہی پار ہوگیا حضرت حمزہ نے چاہا کہ اسکے جواب مین حملہ کرین لیکن چلنے نہ پائے اور زمین پر گرنے کے ساتھ ہی روح بدن سے جدا ہو گئی۔

قریش کی عورتین جذبہ انتقام سے ایسی مشتعل تھین کہ مسلمانون کی لاشون سے بھی بدلہ لینے مین دریغ نہ کرتی تھین، اور انکے ناک، کان کاٹ کر اپنی وحشیانہ عصبیت کا منظر پیش کرتی تھین، ہند نے جو حضرت حمزہ کو بیجان ہو کر گرتے دیکھا بھڑک اٹھی فوراً لاش پر آئی پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی، یہ واقعہ جتنا دلخراش تھا خاصکر آنحضرت صلعم کے لیے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنا جیسے عزیز بزرگ کو اس عالم مین دیکھا، اسکا ذکر بیکار ہے باوجود اسکے ہند کے اسلام پر آنحضرت صلعم کا ایثار نفس یقیناً دنیا کے لیے ایک بے نظیر مثال ہے،

اسلام جب مکہ پر فتح حاصل ہوئی اور سرزمین عرب کا اکثر حصہ اسلام سے معمور ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے لوگون سے بیعت لینے کا اہتمام فرمایا، عورتون کے گروہ مین نقاب پہنے ہوئے ہند بھی شامل تھی جسکا مقصد یہ بھی تھا کہ آسانی سے پہچانی نہ جاسکے، اس موقع پر آنحضرت صلعم سے باتین کرنے مین اسنے جیسی گستاخانہ جسارت سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ذیل کے مکالمہ سے ہو گا۔

ہند۔ یارسول اللہ آپ ہم سے کن باتون پر بیعت لیتے ہین۔

آنحضرت صلعم۔ خدا کے ساتھ کسیکو شریک نہ کرو،

ہند۔ یہ شرط آپ نے مردون سے نہین کی، تاہم ہمکو منظور ہے۔

آنحضرت صلعم۔ چوری نہ کرو۔

ہند۔ مین اپنے شوہر کے مال سے کبھی کچھ خرچ کر ڈالتی ہون، نہ معلوم یہ بھی جائز ہے یا نہین ؟

آنحضرت صلعم۔ اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہند۔ ہم نے تو انکو بچپن سے پالا تھا، جب بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا،

باانیہمہ ہند نے آپ کا دامن رحمت کشادہ پایا تو سچے دل سے آپ کی صداقت و اسلام کی

حقانیت کا اعتراف کیا اور کہا یا رسول اللہ پہلے آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں [1]

اپنے گھر پہونچی تو اب ہند وہ ہند نہ تھی، اسنے بت پرستی پر لعنت بھیجی اور اپنے ہاتھ سے بت توڑا اور کہا تیری ہی بدولت ہم ابتک گمراہی مین پڑے رہے [2]

جاہلیت مین تو ہند کا غزوات مین شریک ہونا معلوم ہو چکا اسلام مین بھی اسکے نمائش جرأت کا دروازہ مسدود نہ تھا، جب حضرت عمر رضہ کے زمانہ مین شام کی یادگار لڑائی یرموک چھڑی تو یہ اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ شریک ہوئی اور مسلمانونکو رومیون سے مقابلہ کرنے کا جوش دلایا [3]

اخلاق اسد الغابہ مین ہے،

کانت امرأۃ لہا نفس وانفۃ ورأی وعقل [4] وہ ایک خوددار، غیرتمند، صائب الراے اور ذی عقل خاتون تھین

طبیعت کی سخی تھین مگر حوصلہ کے مطابق خرچ نہ کرنے پاتی تھین کیونکہ ابوسفیان بخیل تھے اور انکو ضروریات کے اعتبار سے کم دیتے تھے، جسوقت مسلمان ہوئین اور آنحضرت صلعم نے ان سے چوری نہ کرنے کا اقرار لیا تو بولین یا رسول اللہ ابوسفیان مجھے پورا خرچ نہین دیتے اگر انسے چھپا کر لے لون تو جائز ہے آپ نے فرمایا ہان بقدر ضرورت مضائقہ نہین [5]

انکے باپ عتبہ بن ربیعہ بھی اپنی بیٹی کی ذہانت، ادراک اور تمیز کے قائل تھے چنانچہ جب ہند کا نکاح کرنے لگے تو دو شخص اپنی راے مین انتخاب کیے اور ان دونون مین پسندیدگی کا اختیار ہند کو دیا، ان مین سے ایک ابوسفیان بھی تھے جو ہند کے معیار انتخاب پر پورے اترے [6]،

وفات حضرت عمر رضہ کے زمانۂ خلافت مین انتقال ہوا، ان کی اور حضرت ابو قحافہ رضہ کی وفات ایک ہی دن ہوئی، لیکن ابن سعد کی روایت ہے کہ ہند کا انتقال حضرت عثمان رضہ کے زمانہ مین ہوا، کتاب الامثال سے بھی اسی روایت کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس مین لکھا ہے کہ جب ابوسفیان نے (حضرت عثمان کے زمانہ مین) وفات پائی تو کسی نے امیر معاویہ سے ہند کا نکاح کرنے کی درخواست کی، انھون نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ (وہ بانجھ ہو چکی ہین اور) ان انہین نکاح کی حاجت نہین رہی [7]

---

[1] صحیح بخاری، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷۲، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۶۳، [4] ایضاً صفحہ ۵۶۲، [5] صحیح بخاری،
[6] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷۱، [7] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۰۶،
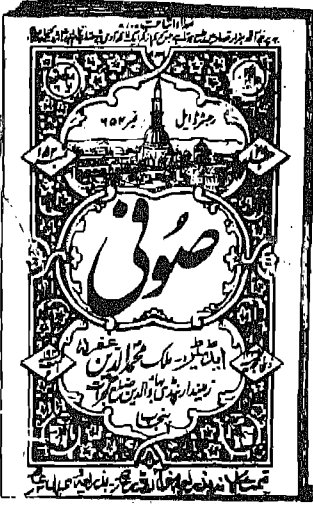
THE SUFI

Pindi Baha-ud-Din, (Punjab.)

A monthly Journal having the widest circulation Among the Muslims all over the World.

Price Rs. 2 per annum.

دنیائے تصوف میں سرزمینِ ہند کا تنہا درخشندہ ماہتاب

صوفی

اگر کوئی اخبار یا رسالہ اس امر کا مدعی ہے کہ وہ اپنے تمام ہمعصر رسائل سے زیادہ کثیر الاشاعت ہے، تو کافی ثبوت اس امر کا ہے کہ وہ سب سے زیادہ دلچسپ بھی ہے۔ اسلئے صوفی اس کلیہ کے لحاظ سے بہترین رسالہ ثابت ہو سکتا ہے لیکن یہاں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ کیوں پبلک میں اس قدر مقبول ہے:

اس لئے کہ

(۱) صوفی صرف وہی مضامین پیش کرتا ہے جو صحیح جذباتِ انسانی سے متعلق ہیں۔

(۲) صوفی اپنے مضامین کے ذریعہ سے وہی تعلیم دیتا ہے جو بالکل حقیقی شریعت و طریقت کے مطابق ہے۔

(۳) صوفی کے ادبیانہ رنگ میں وہی شان ہے جو ایک نہایت بلند درجہ کے سلیس و پُرمتانت لٹریچر میں پائی جاتی ہے۔

(۴) صوفی کا حصہ نظم و نثر اس صحیح ذوق کو پیش کرتا ہے جو حقیقی معنے میں جنتِ روح و نظر کہلایا جا سکتا ہے۔

(۵) صوفی علاوہ مضامین تصوف کے اپنے جدید دور میں بہترین علمی و حیرت انگیز معلومات کا ذخیرہ ہر ماہ میں فراہم کرتا ہے، جو ایک قوم کی ترقی کا اعلےٰ نصب العین بن سکتے ہیں۔

(۶) صوفی نے اپنے دائرۂ ادارت میں ملک کے بہترین اہلِ قلم فراہم کر لئے ہیں۔

(۷) صوفی نہایت پابندی کے ساتھ چودہ سال سے جاری ہے اور وہ اپنی اس خصوصیت سے کبھی منحرف نہیں ہوا۔

(۸) صوفی ہمیشہ پبلک کے سامنے اُن اکابر علماء و صلحاء کی سیرتوں کو پیش کرتا رہتا ہے جو اردو لٹریچر میں مفقود ہیں۔

(۹) صوفی باوجود ان تمام خوبیوں کے نہایت ارزاں ہے اور صرف دو روپیہ میں سال بھر تک اپنا خزینہ لٹاتا رہتا ہے۔

قیمت بذریعہ منی آرڈر دو روپیہ (عـ۲ـہ) ۔ بذریعہ وی پی دو روپیہ چار آنے (عـ۲ـہ/۴) +

المشتہر منیجر صوفی پنڈی بہاؤالدین پنجاب